دل دھڑکن اور تم

تحریر :خدیجہ شجاع

میراں اور تاج حویلی کے پائیں باغ میں بیٹھی بارش کا خوب لطف اٹھا رہی تھی۔باپ دادا کی بیش بہا دولت اور آسائشوں کی کمی نہ تھی۔

برسات سے متعلق پکوان سجے تھے اور وہ بہت انجوائے کر رہی تھی۔

"تاج تمہیں پتہ ہے تمہارا رشتہ آیا ہے۔"

تاج کی گوری رنگت سرخی میں بدل گی۔

"تمہیں کیسے پتہ؟"

"اباجان تو ہاں کرنے ہی والے ہیں امی بیگم بھی راضی ہیں۔"میراں نے مزید بتایا۔

"ہم سے پوچھے بغیر وہ کیسے رشتہ طے کرسکتے ہیں۔"

اب کے بڑی وہ نخوت سے بولی۔۔

"لو بھلا حویلی والے کب پوچھتے ہیں کر کے دکھاتے ہیں۔ویسے تم فکر نہ کرو لڑکا بہت خوبصورت ہے سب سے بڑھ کر پڑھا لکھا ہے۔زمینداری نہیں کرتا شہر میں کوئی بزنس کرتا ہے۔"میراں نے مزید تفصیل گوشگزاری۔

"اچھا تمہیں بڑی خبر ہے"۔

تاج نے اپنی ستواں ناک سکیڑی۔

"ہاں ایک بات اور اباجان جلد ہی یہ فیصلہ کر لیں گے۔اب تم انکار وغیرہ کے چکر میں مت پڑنا حیثیت میں بھی ہمارے برابر ہیں۔"

لیکن جب تک ہم خود جانچ پڑتال نہیں کر لیں گے ہاں نہیں کریں گے۔

تاج کی بات پر میراں زور سے ہنس پڑی۔

"یہ جو تمہاری "ہم کریں گے" "ہم نہیں چاہتے" یہ سب دھری کی دھری رہ جائے گی اباجی تو تیاں باجوں کی آواز سے بتائیں گے کہ" ہم پیا دیس سدھار رہے ہیں۔"

میراں نے تاج کا لب ولہجہ اپنایا تو تاج غصے سے بل کھاتی وہاں سے چلی گی۔

تاج اور میراں نے گاوں کے قریبی سکول سے مڈل پاس کرنے کے بعد گاوں پار کر کے گورنمنٹ سکول سے میٹرک کیا تھا۔دونوں بہنیں تعلیم سے لگاو رکھتی تھی تو چوہدری حیدر علی نے بیٹیوں کو ان کے شوق کی وجہ سے انٹر تک پڑھنے کی اجازت دے دی۔گاوں سے تگوڑی دور شہر کی حد میں گورنمنٹ کالج سے دونوں بہنوں نے انٹر تک پڑھا پردے لگی گاڑی میں نقاب کر کے جاتیں تھیں۔

اب انٹر کے بعد گھر میں فارغ تھی۔حیدر علی جلد از جلد دونوں بیٹیاں بیاہ دینا چاہتے تھے۔شاہ جہان سے ان کی پرانی دوستی تھی۔ان کے بیٹے زیب عالم کے ساتھ تاج کا رشتہ طے کر دیا گیا تھا۔

ساری حویلی خوابناک حد تک سجی تھی آج منگنی کی رسم تھی۔مگر تاج کا موڈ سخت آف تھا۔

"میراں ہمیں ہر صورت لڑکے کی جھلک دکھا دو ورنہ ہم سب کے سامنے منگنی سے انکار کر دیں گے۔"تاج نے اپنے غرور اور زعم میں کچھ منفرد سا لب ولہجہ اپنایا تھا۔

۔جو قابل اعتراض بھی نہیں تھا۔بلکہ امی بیگم کہتی ہیں کہ جیسا سوچ لو جیسا چاہ لو رب ویسا ہی نوازتا ہے۔

میراں تاج کا انداز دیکھ کر گھبرا گی۔اور بڑے ہال میں جہاں اپنی والدہ اور دیگر گھر والوں کے ساتھ زیب عالم براجمان تھے۔اوپر کی منزل پر جاتی سیڑھیوں میں کھلی کھڑکی سب نظارا دکھا رہی تھی۔وہ

تاج کا ہاتھ پکڑ کر ادھر لے آئی جہاں سے تاج نے اپنے ہونے والے شوہر کو تا دیر تک دیکھا۔وہ ہر زاویے سے ہر لحاظ سے انھیں اچھا لگا۔وہ دل تھام کر رہ گئیں اور گنگ سی واپس چلی پڑیں۔

"ہاں بولو کیسے لگے دولہے راجا۔"

میراں کے سوال پر تاج کھلے دل سے مسکرائی۔

"ہاں ہمیں اچھے لگے"۔تاج نے خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ تسلیم کیا۔

"شکر ہے ابا جی کی عزت بچی"۔

تاج نے غصے سے میراں کی طرف دیکھا۔

تاج بڑی سہج سہج کے تیار ہونے لگی۔

شاکنگ پنک شرارہ جو تاج کے سسرال والے لائے تھے۔اور تاج کے شیان شان سونے کا سیٹ۔تاج نے بال بال موتی پروئے۔وہ خوبصورت ملکہ دیکھائی دینے لگی۔

بڑوں نے دونوں کو اپنے ہاتھوں سے انگوٹھیاں پہنائی۔زیب عالم کے دل کی دھڑکن تب اتھل پتھل ہوگی جب اس شہزادیوں جیسی حسینہ کو دیکھا جو سفید شرارہ سوٹ میں تھی باریک نگینوں والی جیولری پہنے سُنہری بال چمکتی روشن آنکھیں۔زیب عالم ہارنے لگے۔دل کو بڑی مشکل سے منا کر انگوٹھی پہنی۔

اب تو وہ تاج دار کے ہوچکے تھے۔تاج بھی حسن میں لاجواب تھی۔مگر اس کے انداز میں کچھ ایسا تھا جو طبیعت پر بھاری تھا۔

پھر ظیافت کا وقت ہوا سب نے کھانا انجوائے کیا۔رات دیر تک فنکشن جاری رہا۔تاج اپنے شہزادے کو کن آکھیوں سے دیکھتی رہتی نگاہیں ملتے ہی نگاہوں کا زاویہ بدل لیتیں۔

مہمان جا چکے تھے۔رات کا وسط تھا جب نیند کی شدید خماری تھی تاج ایک ایک کر کے اپنا زیور اتارہی تھی۔نوکرانی رخسانہ ان کے نازک پیروں سے سینڈل جدا کر رہی تھی۔اور رضیہ ان کے بالوں سے پھول اور موتی اتار رہی تھی۔کسی کسی وقت ان کے لبوں سے سی کی آواز آتی تو وہ اور زیادہ سہولت سے آراشی سامان اتارتی۔رضیہ نے ان کے چہرے کا مساج کیا اور میک اپ صاف کر دیا۔

"بی بی جی آج تو آپ کو بہت خوش ہونا چاہیے آپ جلد ہی پرائی ہو جائیں گی"۔

رخسانہ نے خاموشی کا طلسم توڑا۔تاج نے لمبی پلکیں اٹھا کر رخسانہ کی طرف دیکھا وہ اپنے اندار کے جذبات بڑی خوبصورتی سے سمیٹ کے رکھنے کی عادی تھی۔

"ہاں ہم بہت خوش ہیں مگر بہت رات گزر گی ہے تھک گے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ باتھ روم کی طرف چلی گی۔

رضیہ اور رخسانہ جلدی سے اس کا سامان سمیٹنے لگیں۔

"تاج بی بی کتنی خوش نصیب ہیں کتنا اچھا سسرال پایاہے کئ سیٹ سونے کے کتنے لباس اور کتنی چیزیں لائے ہیں۔"

"ہاں رضیہ یہ بہت نصیبوں کی باتیں ہیں جن کے باپ دادا اتنی امیرت امارت والے ہوں وہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہوتی۔"

"تم دیکھو ہم جو کچھ ہیں حویلی والوں کی بدولت ہیں ہمارے رشتے داروں میں ہماری کتنی گھٹائی گری ہے ہیں نہ۔"

"ہاں یہ تو تم ٹھیک کہتی ہو"۔

تاج کو باتھ روم سے نکلتے دیکھ دونوں سیدھی ہو گی۔

"تم لوگ جاو۔"

تاج اپنے مخصوص انداز میں بولی۔

"بی بی جی کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔"

تاج نے چہرے کو دائیں بائیں ہلا کر انکار کیا تو دونوں نوکرانیاں چلی گی۔

******

چوہدری حیدر علی اور امی بیگم بہت خوش نظر آرہے تھے۔

"ہماری تاج اور زیب عالم چاند سورج کی جوڑی لگ رہے تھے۔حیدر صاحب میں بہت خوش ہوں گھرانہ خاندان سب کچھ بہت اچھا ہے۔رکھ رکھاو اٹھنا بیٹھنا سب کچھ ہماری شیان شان ہے"۔

"بیگم ہم نے ہمیشہ اپنی بچیوں سے محبت کی ہے کبھی ان کو بوجھ نہیں سمجھا ان کی ہر خواہش پوری کی ہے شکر ہے رب کا جس نے میری عزت رکھی اب جلدی ہی تاریخ بھی طے کر لیں گے۔"

دوسری طرف زیب عالم کا سکون تہہ وبالا ہوچکا تھا۔چاندنی کی طرح چمکتی میراں ان کی آنکھوں کے آگے سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔وہ تاج کو سوچنا چاہتے تو چھم کر کے میراں اپنا انچل لہراتی انکے سامنے آجاتی۔ منگنی کے بعد خوش ہونے کی بجائے اداس نظر آنے لگے۔

"کیا بات ہے بیٹا خوش نہیں ہو۔"

اماں جی نے انھیں آ لیا۔

بڑی دقت سے مسکرائے۔

"خوش ہوں اماں جان آپ کیوں الجھ رہی ہیں"۔

"ایسے ہی تو اداس نہیں ہوتے تم میں بھلا سمجھتی نہیں کیا۔"

زیب عالم کو پتا چلا کہ زندگی میں ایکٹنگ کی کیا حیثیت ہے اور پھر تو بن کر رہنا پڑنے لگا۔اس پری وش کی وجہ سے دل سے مجبور ہو کر حویلی کے پی ٹی سی ایل پر فون کر دیا۔

"ہیلو کون ہے جی کس سے بات کرنی ہے"۔

بڑا معنی خیز انداز تھا مگر کوئی نوکرانی تھی۔

زیب عالم کی بھاری آواز آئی۔

"تاج گھر پر ہیں تو بات کروایں۔"

تب ہی میراں پاس آئی۔

"رخسانہ کس کا فون ہے"۔

اور رخسانہ کی پوری بتیسی باہر تھی۔

"وہ جی وہ زیب صاحب جی کا فون ہے۔"

میراں نے رخسانہ سے فون لے لیا۔

"زیب بھائی اسلام وعلیکم آپ کی ہونے والی سالی بات کر رہی ہوں کہیے کیسے مزاج ہیں۔"

بڑا ذو معنی بولی۔

دوسری طرف زیب کے دل کی کلی کھل گی۔

"ٹھیک ہیں سالی صاحبہ۔مگر آپ سے ناراض ہیں۔"

"کیوں کس وجہ سے ناراض ہیں۔"

میراں کا دل لرزہ۔

"اسی لیے کے آج ہماری منگنی کو آٹھ دن ہو گے ہیں اور آپ نے ایک فون کر کے ہمارا حال تک نہ پوچھا۔"

"اچھا آپ آٹھ دنوں میں اتنے اداس ہو گے تھے ہمیں کیا پتہ تھا۔"

میراں ہنستے ہوئے بولی۔

"تاج سے بات کریں گے۔"

نہیں وہ پتا نہیں کیا سمجھیں بس آپ ہمارا سلام کہہ دیں اتنا ہی کافی ہے۔

بھلا تاج سے بات کرنے کا کس کافر کا دل کر رہا تھا۔

"تاج تمہارے ان کا فون آیا تھا۔"

تاج نے تنی گردن کو ذرا سا خم دیا۔

"میرے ساتھ بات چیت ہوئی حال احوال پوچھ رہے تھے۔میں نے کہا تھا تاج سے بات کرواوں تو کہنے لگے کہیں ان کو برا نہ لگ جائے بس ہماری طرف سے سلام کہہ دیں۔"

تاج مسکرائی دل کے تار گنگنا گے۔تو انھوں نے کاغذ قلم لے کر دل کی باتیں درج کر دیں۔اور ساتھ ہیرے کی رسٹ وچ پیک کی۔

"میراں ہمارا ایک کام کرو گی۔"

"پہلے میں نے تمہارے کاموں کو کب انکار کیا ہے۔"میراں نے فٹ جواب دیا۔

"اچھا یہ دیکھو یہ خط ہے اور یہ گفٹ۔تم زیب عالم کو پہنچا دو گی۔"

"اگر کسی نوکرانی کے ہاتھ پہنچاوں تو وہ ہماری رازدار بن جائے گی۔میں خود ان کو فون کر کے بلا لوں گی اور تمہارا گفٹ اور خط دے دوں گی۔"

میراں نے اپنی معصومیت سے تاج کو سمجھایا۔تاج ہنس پڑی۔

"تھینکیو میراں"۔

میراں نے فون کر کے زیب عالم کو اطلاع پہنچائی کہ آپ کو گفٹ دینا ہے اور تاج نے آپ کو خط بھی لکھا ہے۔

زیب عالم گاوں کے نزدیک ندی پر انتظار کر رہے تھے تھوڑی دیر میں میراں آگی۔

زیب کا دل خوشی سے دھڑک دھڑک گیا۔

"سلام عرض ہے یہ لیجیے آپ کا گفٹ اور تاج کا خط۔"

زیب نے دونوں چیزیں میراں کے ہاتھ سے لیں اس کی انگلیوں کا لمس ان کے اندر گرماہٹ پیدا کر گیا۔

"اچھا یہ بتائیں آپ کیا کرتی ہیں۔"

"یہی دعا کرتی ہوں کے تاج آپی کی جلدی سے شادی ہو اور ہمارا نمبر آجائے۔"

"بہت جلدی ہے شادی کی۔؟"

جانے زیب کی آنکھوں میں کیا تھا میراں گھبرا گی۔

"آپ۔۔۔۔آپ نے گفٹ تو کھول کے دیکھا ہی نہیں۔"

"دیکھ لیں گے اب گفٹ تو ہمارے پاس ہی ہے پر آپ چلی جائیں گی"۔

زیب عالم کی نظروں سے گھبراتے ہوئے میراں نے واپسی کا قصد کیا۔

"اچھا میں جارہی ہوں"۔

"پھر کب آو گی۔"

"جب تاج بھیجیں گی"۔

ہلکے پیلے لباس میں میراں سرسوں کا پھول ہی تو لگ رہی تھی۔

وہ واپسی کے لیے مڑ گی اور زیب عالم اسے دور تک جاتے دیکھتے رہے۔انھیں میراں سے محبت ہو گی تھی اور وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہورہے تھے۔میراں نو خیز کلی انھیں بری طرح بھاگی تھی تاج تو کہیں تھی ہی نہیں مگر بظاہر تاج کے ساتھ بندھن بندھ رہاتھا تو کیا کرتے؟ ایک سوال تھا بہت مشکل بہت ہراساں کرنے والا۔

****

تاج بہت خوش تھی کے میراں نے اس کا گفٹ اور خط زیب عالم کو پہنچا دیا ہے مگر میراں بہت ڈری ہوئی تھی۔زیب عالم کی آنکھوں میں کوئی اور ہی پیغام تھا یا پھر اسکی غلط فہمی تھی۔وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

تاج اپنے خط کا انتظار کرنے لگی۔

دو دن بعد زیب عالم کا فون آگیا۔رخسانہ نے میراں بی بی کو بتایا میراں نے فون سنا۔

"وعلیکم اسلام"

"زیب بھائی تاج سے بات کرواں"۔

چھوٹتے ہی پوچھا لیا۔زیب عالم دل مسوس کر رہ گے۔

"نہیں ہم نے ان کے لیے خط لکھا ہے اور گفٹ بھی لیا ہے۔کیا ہمارا خط اور گفٹ آپ ان تک نہیں پہنچائیں گی۔"

"کیا میں آپ دونوں کی ڈاکیا ہوں؟"

زیب نے جاندار قہقہہ لگایا۔میراں کا دل دھک سے رہ گیا۔"ان کے قہقہے میں ایسا کیا تھا میں کیوں اتنی افسردہ ہو رہی ہوں۔"میراں کا ننھا سا دل مٹھی میں آیا ہوا تھا۔

دوسری طرف زیب عالم خط لکھتے وقت بس میراں کی جگہ تاج کا نام لکھتے اور سارا رومینس کاغذ پر قلم کے ذریعے تحریر کر دیتے۔تاج اپنے بارے میں ایسی خوبصورت شوخ تحریر پڑھتی تو ساتویں آسمان پر سفر کر رہی ہوتیں۔میراں کو زیادہ وقت اپنے پاس رکھتی وہ کیسے لگ رہے تھے کپڑے پہنے تھے کس بے تابی سے ہمارا خط پڑھا وغیرہ۔

میراں اب بضد تھی کہ تم فون پر بات کر لیا کرو میں یہ سلسلہ زیادہ وقت تک جاری نہیں رکھ سکتی۔مگر اس کی جان سے پیاری بہن تاج کی بے تابی اور بے چینی دید کے قابل ہوتی وہ پھر سے اس کی خاطر چلی جاتی مگر زیب عالم کی آنکھوں میں دیکھنا بہت مشکل ہوتا جارہا تھا۔

اور بہت وقت ضائع کیے بغیر آخر کار زیب نے میراں کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ دیا۔

"میرے دل کی دھڑکن سنو۔یہ تمہاری لے پہ دھڑکتا ہے۔یہ تمہیں ڈھونڈتا ہے میراں میں تم سے محبت کرتا ہوں۔اول دن سے میرے دل میں تم ہو۔تاج کہیں نہیں ہے۔"

اور میراں پریشان حال ان کا منہ دیکھتی رہ گی۔جو وہ سمجھ رہی تھی وہ سچ تھا۔زیب عالم نے دل نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا تھا۔وہ خود بھی جیسے لٹی لٹی سے واپس آئی تھی۔وہ آگی تھی مگر اس کی روح زیب عالم کے پاس رہ گی تھی۔شاید اسے محبت کہتے ہیں۔مجھے زیب عالم سے محبت ہو گی ہے اور۔۔۔۔۔۔۔اور تاج اسکے دماغ کی رگیں پھٹنے کو تھی کہ یہ وہ کس راستے پر چل پڑی ہے۔

****

راستہ جیسے خود ہی ہموار ہوتا چلا گیا۔میراں زیب عالم کے کشادہ سینے سے جا لگی وہ ہار گی تھی کئ آنسو زیب عالم کی شرٹ کو بھگو تہے تھے۔

Like ,comment , share

#دل_دھڑکن_اور_تم

#از_قلم_خدیجہ_شجاع

#قسط_نمبر_2

"میراں تمہارا کوئی قصور نہیں یہ ہماری قسمت ہے ہمارا نصیب منگنی گے دن ہی میرا دل تم پر آگیا تھا میں نے اپنے آپ کو بہت سمجھایا مگر سب بے کار رہا۔"

زیب عالم نے انگلیوں کے پوروں سے میراں کے آنسو صاف کیے۔

"کیا تم غم منا رہی ہو۔"

"نہیں زیب مجھے تاج کا خیال آرہا ہے تاج کے ساتھ میں کیسے اتنا بڑا دھوکہ کر سکتی ہوں۔"میراں نے اپنی افسردہ نگاہوں سے زیب عالم کو دیکھا۔

"اس میں دھوکہ فریب کچھ نہیں ہے جب دو فریق ایک دوسرے کو تہہ دل سے چاہنے لگیں تو یہاں دھوکہ فریب کہاں سے آگیا۔میں بہت جلد اماں اور بابا کو بتا دوں گا میں تاج سے شادی نہیں کرسکتا۔میری چاہت تم ہو آج بھی اور صدیوں بعد بھی۔مجھے تاج سے نہیں تم سے شادی کرنی ہے۔"

میراں نے سسکی بھری اور زیب عالم کے ہاتھ سے آہستہ سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور واپس چلی گی۔

واپسی پر یہ شکر ہوا کے تاج اپنی سہیلی کے گھر گی ہوئی تھی۔ورنہ میراں کی روئی آنکھیں اور اس کے سوال اور میراں کی بے بسی۔

سلسلہ طویل ہونے لگا میراں فون پر باتیں کرنے لگی۔زیب عالم کی گھمبیر آواز اور اس کی محبت بھری جذبے لٹاتی باتیں پھر ملاقاتیں اور طویل ملاقاتیں راہ رسم بہت بڑھنے لگے تو زیب عالم تاریخ لینے کے لیے بے تاب نظر آنے لگے۔

دوسری طرف تاج محبت کی لمبی لمبی پینگیں بڑھانے لگیں صرف خط و کتابت تک محدود محبت تھی۔اور میراں سب کچھ بھول کر اپنی محبت کے پودے کی آبیاری کرنے لگی۔

میراں کا خوب بننا سنورنا اور ہفتے میں دو بار سہلیوں کے گھر جانا اور تا دیر تک واپس آنا۔امی بیگم ماں تھیں وہ فورا جانچ پڑتال میں لگ گی۔جلد ہی رخسانہ نے من وعن ساری خبر دے دی۔امی بیگم کا

صدمے سے برا حال تھا۔انھوں نے میراں پر باہر جانے کی پابندی لگا دی۔

میراں سارا سارا دن کمرے میں بیٹھی سسکتی رہتی اور جب ایک دن فون کی گھنٹی سننے پر میراں فون کی طرف لپک کر گی دوسری طرف زیب عالم بول رہے تھے آواز کی بے تابی اور بے قراری تھی میراں رو پڑی۔

میراں تم کہاں ہو میں پتا نہیں کیسے وقت گزار رہا ہوں بس میں نے فیصلہ کر لیا ہے میں آج ہی۔۔۔۔۔

اور فون روتی ہوئی میراں سے حیدر علی نے پکڑ لیا۔

اماں اور ابا جی سے بات کرتا ہوں مجھے تاج سے نہیں میراں سے شادی کرنی ہے۔میراں میں تم سے بے حد محبت کرتا ہوں۔بلاوجہ میں اپنی محبت کو کھو نہیں سکتا۔

حیدر علی نے لال چہرے اور دھواں ہوتی آنکھوں کے ساتھ میراں پر ایک نظر ڈالی اور تیزی سے اپنے کمرے میں چلے گے۔

"آسیہ تمہیں کچھ ہوش ہے تمہاری بیٹیاں کیا کرتی پھر رہی ہیں۔"

ابا جی کی آواز میراں تک پہنچی وہ خوف سے اپنے کمرے میں بند ہو گی۔

"زیب عالم تاج سے نہیں میراں سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ راہ رسم بڑھ چکے ہیں اور تمہاری بیٹی سوگ منا رہی ہے۔میں یہ برادشت نہیں کر سکتا کسی صورت تاج کی شادی نہیں کروں گا۔میراں کو زیب عالم کے ساتھ تین کپڑوں میں رخصت کروں گا۔وہ گستاخی اور دھوکا دہی

کا انجام دیکھے گی۔ساری عمر اس لڑکی کا منہ نہیں دیکھوں گا۔ساری بات زیب عالم سے طے کرو کہ چند لوگ جمعہ کے روز لائے اور میراں سے سادگی سے نکاح کر کے لے جائے۔میں میراں کا وجود مزید اس گھر میں برداشت نہیں کر سکتا۔"

حیدر علی گرجدار آواز میں بولے۔اس وقت ان کا غصہ آسمان کو چھو رہا تھا۔

تاج اپنے ماں باپ کے اس فیصلے پر حیران ششدر تھی۔

اسی دوران کی خبر جب تاج کے پہنچی تو وی بلبلا اٹھی۔

"امی بیگم اگر ہماری شادی زیب عالم سے نہیں کرنی تھی تو منگنی کا ڈھونگ کیوں رچایا تھا۔"

تاج کا چیخ چیخ کر اس کا گلہ خشک ہونے لگا۔

"ہوش میں آو تاج میری بات سنو۔"

امی بیگم نے سختی سے تاج کو کندھوں سے ہلایا تاج اپنی ماں کا چہرہ دیکھنے لگیں۔

"تاج تمہاری بہن نے تمہاری قسمت پر نقب لگائی ہے زیب عالم اور میراں شادی کرنا چاہتے ہیں تمہارے ابا جی نے خود فون پر زیب عالم کی ساری گفتگو سنی ہے اور رخسانہ چشم دیدہ گواہ ہے۔"

"جب تم زیب عالم کے دل چڑھی ہی نہیں ہو تو تمہیں بیاہ کے کیوں تمہاری زندگی برباد کریں۔"

تاج پھوٹ کر رو پڑی۔

روتے ہوئے میراں کے کمرے میں گی اپنے آنسو صاف کیے۔

ہتھیلیاں میراں کی طرف کر دیں۔

"میراں ان آنسوں کی تمہیں قیمت ادا کرنی پڑے گی کیونکہ تم نے شب خون مارا ہے ہم پر وار کیا ہے۔ہمیں دھوکہ دیا فریب اور چال بازی سے زیب عالم ہم سے چھین لیا۔یاد رکھنا یہ تاجدار حیدر کا قول ہے تم ہمیشہ تڑپو گی ہمیشہ۔۔۔۔۔۔تم کبھی سکون نہیں پاو گی۔"
اور جمعے کے دن میراں دلہن بنی آنسوں کے تحفے کے ساتھ چند مہمانوں کی موجودگی میں زیب عالم کے ساتھ اس کے گھر سے رخصت ہو گی۔

******

حیدر علی اپنے کمرے میں نیم اندھیرا کیے چیر پر بیٹھے کسی گہری سوچ میں منہمک تھے۔جب ان کی بیگم آسیہ ڈرتے ڈرتے کمرے میں آئیں۔کمرے کی خاموشی اور نیم اندھیرے نے انھیں گھبرا دیا وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اپنے سرتاج کے پاس آکر بیٹھ گی آنسوں تواتر سے آنکھوں سے جاری تھے۔ کچھ دیر پہلے ہی تو اپنے لخت جگر کو رخصت کیا تھا اور وہ بھی بہت بڑے نازک ماحول میں رخصتی ہوئی تھی۔شاہ زیب عالم کی ماں کا موڈ سارا وقت خراب رہا انھیں کسی صورت بھی جیسے میراں قبول نہیں تھی مگر اپنے بیٹے کے آگے مجبور بے بس تھی۔
"آسیہ مت روئیں آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے یونہی ایک فون کال سن کر فیصلہ کر لیا ہے ہمیں گزشتہ دو ہفتوں سے خبر مل چکی تھی میراں اور زیب عالم کی ملاقاتوں سے ہم باخبر تھے ہمارے مزارے نے ہمیں خوب باخبر کر دیا تھا ہم تو پہلے ہی فیصلہ کر چکے تھے ہماری بیٹی اتنی بے ایمان ہو گی ایسا تو وہم وگمان میں نہیں تھا۔ہم میراں کی رخصتی پر رنجیدہ نہیں ہیں تاج کے دل پر لگنے والی چوٹ

پر افسردہ اور پریشان ہیں تاج کے ساتھ سخت ناانصافی اور ظلم ہے اور وقت ظلم کا حساب ہمیشہ برابر کر دیتا ہے۔"

آسیہ چیخ پڑیں۔

"ایسے مت کہیں تاج اور میراں دونوں ہماری بیٹیاں ہیں آپ اتنا فرق کریں گے میں نے سوچا نہیں تھا۔"

"آسیہ یہ میں نہیں کہہ رہا وقت کہہ رہا ہے زمانہ کہہ رہا ہے کس کس کی زبان پکڑو گی بہتر ہے حقیقت کو تسلیم کر لو۔اور شکر کرو ہماری عزت بچ گی۔اب تاج کے لیے جلد ہی کوئی اچھا رشتہ تلاش کرو اور اسے بھی رخصت کرو تاکہ وہ اس غم اور تکلیف سے جلدی باہر آئے۔آسیہ عجیب سے درد سے دو چار تھا"

****

زیب عالم میراں کو پا کر بے حد خوش تھے پاوں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے میراں کا عجیب حال تھا بہت خوش اور بہت غمگین تھی۔اتنی جلدی اس طرح نکاح اور رخصتی کے لیے وہ بالکل بھی ذہنی طور پر تیار نہیں تھی۔وہ تو ہے ہی بڑی بے کل تھی۔اسے شادی شادی کی طرح سے لگ ہی نہیں رہی تھی۔میراں کی ذہنی حالت بہت خراب تھی ایک وقت بھی ایسا نہیں تھا کہ وہ اپنے آنسووں پر قابو پا لیتی۔

زیب عالم نے میراں کو تسلیاں دیں اپنی محبت کا بہت یقین دلایا مگر میراں کنٹرول سے باہر تھی۔

"یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے تاج کا دل توڑ کر میں کیسے خوش رہ سکوں گی۔"

میراں ہچکیوں کے دوران بس اتنا ہی کہہ پائی۔زیب عالم نے اسے نیند کی گولیاگولی دے کر سلا دیا تھا۔

کچھ بھی ہو میراں کی ذہنی حالت ابھی بہتر نہیں ہو گا ابھی توگھر والوں کا رویہ بھی اتنا اچھا ثابت نہیں ہوگا میں میراں کو کاغان لے جاوں گا کچھ دن وہاں رہ کر اسکی طبیعت سنبھال جائے گی پھر وہ گھر والوں کو فیس بھی کر پائے گی۔

انھی سوچوں میں گرے زیب عالم نیند میں چلے گے۔

******

تاج اپنی بربادی کا ماتم کرتے کرتے نڈھال ہوچکی تھی میراں کی بے ایمانی کسی صورت ہضم نہیں ہو رہی تھی اور زیب عالم کی بے وفائی اتنے پیار بھرے خط زیب عالم کے منہ پر ماروں گی کہ یہ سب کیا تھا۔مگر پتھر کا سمجھ کر خط لکھتے تھے میراں کی محبت میں اتنے پاگل ہوگے تھے۔اتنی مغرور اتنی نازک سی تاج بکھر کر رہ گی۔کوئی اسے سمیٹنے والا نہیں تھا اسنے اپنے کمرے کے سارے پردے گرادیئے تھے۔شام سے لے کر صبح فجر کی نماز پڑھ کر تاج اپنے بستر پر آئیں۔صبح ایک گہری سوچ سوچتے ہوئے ہوگی۔اگلے دن دوپہر بارہ بجے ان کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔اس کی آنکھ کھلی امی بیگم اسے جگانے آئیں تھیں۔

"امی بیگم کیا یہ اتنا آسان ہے کہ کل میری جگہ میراں زیب عالم کے ساتھ رخصت کر دی گی اور اگلے دن چڑھتے سورج کے ساتھ ہم سب کچھ بھول جائیں۔امی بیگم زیب عالم مجھے جھوٹےخط لکھتا رہا

مجھے جھوٹی محبت کے دلاسے دیتا رہا ہے میری سگی بہن میرا مذاق اڑاتی رہی۔امی بیگم میں توتاحیات کبھی بھی کچھ بھی نہیں بھولوں گی۔

تاج غصے میں پھنکارنے لگی۔"

اس کے دل میں کیسی آگ لگی ہے امی بیگم سمجھ سکتی تھی مگر وہ یہ بھول جانتیں تھیں کہ یہ تاج ہے جو کبھی کسی کو ذرا سی چوچراں سے بھی بہت مشکل سے بخشتی تھی۔

"تاج میری طرف دیکھو۔"

تاج نے ان کی طرف رخ موڑا۔

"تاج میں جانتی ہوں تم کس دکھ اور کرب سے گزر رہی ہو لیکن کیا دنیا والوں کو یہ سب دکھاو گی۔"

تاج سے جلدی سے اپنے آنسو صاف کیے۔

"امی بیگم ہمارے آنسووں کی گواہی اس کمرے کی دیوار وں کے علاوہ کوئی نہیں دے گا۔"

"آپ چلیں ہم ناشتے کے لیے باہر آتے ہیں۔"

میراں جتنی کمزور دل تھی تاج اتنی ہی مضبوط دل تھی۔تاج پوری حویلی میں ملازماوں سے کام کروا رہی تھی جب کہ گھر کے سب نوکر ان کے چہرے سے کوئی کہانی پڑھنا چاہتے تھے مگر وہاں تو ایک حرف شکایت نظر نہیں آتا تھا۔

نوراں مائی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نوراں مائی۔

تاج باآواز بلند نوراں مائی کو بلانے لگیں۔

تاج نوراں مائی کو میراں کے ساتھ بھیج دیا گیا ہے اب وہ اسی کے ساتھ رہے گی۔

امی بیگم نے تاج کو بتایا۔ تاج کے ماتھے پر غصے کی لکیریں ابھری اور معدوم ہو گی۔

"امی بیگم میراں کا کمرا بند کروا دیں اور اس گھر میں جہاں جہاں میراں کی چیزیں ہیں وہ اٹھوا کے سٹور میں رکھوا دیں ہمیں اس سے منسلک کوئی چیز یہاں وہاں نظر نہ آئے۔"

نفرت اور غصے سے اس کا چہرہ لال سرخ ہو گیا۔

امی بیگم نے میراں کا جھولا اس کی پسند کے پودے اور اسکے بیٹھنے کی مخصوص جگہوں پر سے صوفے موڑے سبھی ہٹا دیے۔ میراں کا کمرہ بند کروا کر تالا ڈال دیا۔ تاکہ تاج کو اپنا غم کچھ کم لگے۔۔

******

چوہدری حیدر کے پرانے دوست جمال شاہ اچانک ان سے ملنے گھر آگیے۔ حیدر علی کے لیے حیرانگی کی بات تھی۔ بہت سالوں بعد جمال شاہ ان کے گھر آئے تھے۔

"جمال شاہ تمہارا کیسے دل کیا کہ تم اپنے یار سے ملنے آو؟ "

"اتنا مشکل سوال کر کے مجھے مشکل میں ڈالنے کی ضرورت نہیں بس یونہی تم سے ملنے کو دل چاہا تو تمہارے گھر آگیا۔ بھابھی کہاں ہیں بچے کدھر ہیں؟"

"دو بیٹیاں ہیں ایک ہم نے بیاہ دی ہے اور ایک ابھی غیر شادی شدہ ہے بیٹا ہمارا پڑھائی کے سلسلے میں لندن میں مقیم ہے۔"

"اچھا اگر میں کبھی تم سے ملنے نہیں آیا تو تم نے بھی کبھی ضرورت محسوس نہیں کی کہ اپنے یار سے مل لیتے۔"

"زندگی کے سفر نے اتنا محور کر دیا کہ ہوش ہی نہیں رہا۔"

جمال شاہ بہت دیر تک اپنے دوست کے پاس بیٹھے رہے اپنے دونوں بیٹوں کی مصروفیات بتاتے رہے۔ اور کچھ تاج کے لیے اپنا ارادہ بھی ظاہر کر گیے حیدر علی دلی طور پر خوش تھے۔ان کا دوست میدی پور گاوں میں نمبردار تھا اور بہت بڑا زمین دار آدمی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خوبی یہ کہ بیٹوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی۔اسد شاہ ان کا بڑا بیٹا تھا۔

ایک دو دفعہ کی ملاقات کے بعد کچھ حتمی بات کرنے کا وعدہ دے کر جمال شاہ واپس چلے گے۔

****

میراں دو دن تو حواس باختہ ہی رہی اور اپنے کمرے ہی میں رہی ساس نند کوئی بھی اسے ملنے اسکے کمرے میں نہیں آئیں۔میراں سمجھ گی تھی کہ وہ ناپسندیدہ ہستی بن گی تھی۔

زیب عالم اسے لیکر پہاڑی مقام پر آگے۔ماں باپ تاج اور اسکا بھائی زین جسکی وہ لاڈو رانی تھی اسے ٹوٹ کر یاد آرہے تھے۔وہ اپنے گھر سے پہلی بار جدا ہوئی تھی۔

سردی اپنے جوبن پر تھی۔میراں نے اپنے گرد شال لپیٹ لی تھی۔خشک پتے سڑک پر یہاں وہاں بکھرے پڑے تھے۔اسے اپنا آپ اتنا ارزاں محسوس ہوا کہ جیسے وہ بھی انھیں خشک اڑتے پھرتے پتوں کی مانند ہو۔زیب عالم اس کی بہت دلجوئی کر رہے تھے مگر کسی کسی وقت اسے لگتا جیسے اس نے محبت نہیں کی۔بلکہ دونوں بہنیں زیب عالم کی دی ہوئی بربادی کی نظر ہو گی وں۔۔

لیکن اب اس کا نصیب زیب عالم کے ساتھ ہی لکھا جا چکا تھا۔اسے نصیب کا لکھا قبول کرنا تھا۔

#دل_دھڑکن_اور_تم

#از_قلم_خدیجہ_شجاع

#قسط_نمبر3

میراں نے اپنے آپ کو بہت سمجھایا آخر کار آٹھ دس دن میں وہ کسی حد تک حقیقت کو قبول کر پائی تھی زیب عالم کی محبت میں کوئی کمی نہیں تھی وہ تو جیسے میراں کے دیوانے تھے میراں کی ایک آہ پر وہ کراہ اٹھتے میراں کو تو ان سے بھی اپنا آپ چھپانا پڑ جاتا۔

میراں انگیٹھی کے پاس بیٹھی لکڑیوں میں جلتی آگ کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی جس طرح لکڑیاں چیخ کر راکھ ہورہی تھی میراں کو لگتا اسی طرح اس کا وجود بھی راکھ ہو رہا ہو زیب عالم اسکے بہت قریب آکر بیٹھ گئے۔میراں اپنے پہلو میں ان کے سانسوں کی گرمی کو محسوس کر سکتی تھی۔

"میراں تم سب کچھ بھول جاو۔بس تم میری سنگت کو یاد رکھا کرو۔سب کچھ حالات اور وقت پر چھوڑ دو۔حقیقت یہی ہے کہ میں اور تم قریب ہیں ایک خوبصورت بندھن میں بندھ گئے ہیں۔یہی یاد رکھو باقی سب بھول جاو۔"

زیب عالم نے دھیرے سے میراں کا ہاتھ پکڑا۔

:کیا میری محبت پر تمہیں کوئی شک ہے۔"

میراں نے آنسو برساتی آنکھوں سے زیب عالم کو دیکھا۔

سچ ہی تو تھا کہ زیب عالم ہی تو ہیں جو اس کے زخم پر مرہم لگاتے ہیں وہ اداس بے کراں سی انکے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی زیب عالم کا دل لہولہو ہونے لگا۔

"میراں پلیز اپنے آپ کو سنبھالو میں تمہیں روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔پلیز میری خاطر۔"
میراں نے اپنے آنسو صاف کیے۔
"چلو آج ہم باہر ریسٹورانٹ میں ڈنر کریں گے تم تیار ہو جاو۔"
زیب عالم نے مسکراتے ہوئے میراں سے کہا۔
"زیب عالم آپ کو پتہ ہے ابا جان نے مجھے حویلی آنے سے منع کر دیا ہے۔"
"ہاں مجھے پتہ ہے مگر وقت بہت بڑا مرہم ہے للہ ضرور کوئی راستہ نکالے گا تم اس طرح کے تفکرات اپنے ذہن سے نکال دو۔"
"تاج مجھے کبھی معاف نہیں کرے گی۔"
میراں کی انکھیں دوبارہ نم ہونے لگی تھیں۔
"تاج بھی معاف کر دے گی مگر ایک وقت چاہیے۔وقت کو گزر جانے دو۔بس تم ہر غم اور فکر سے آزاد ہو جاو اپنے محبوب شوہر کو دیکھو جو تمہاری ایک مسکراہٹ کو ترس گیا ہے۔"
میراں کے چہرے پر شرم کی سرخی دوڑ گی۔
زیب عالم اور میراں پورے دو مہینے وہیں پہاڑی مقام پر مقیم رہے۔میراں بھی انکی اپنائیت اور چاہت کے آگے ہار گی وہ وقتی طور پر اپنے سارے غم بھول گی تھی۔

******

جمال شاہ اور حیدر علی کی ملاقاتیں بڑھنے لگیں۔اسد شاہ کو تاج اچھی لگی تھی اس کی ذات کی تمکینت غرور سے بھرا لب ولہجہ اور تاج کی حسین صورت ان کا دل لے ڈوبی انھوں نے بہت جلدی اپنے والدین کو اپنے دل کی بات بتاد تھی۔

"حیدر علی ہم سے ایک نیا رشتہ جوڑ لو۔میرا بیٹا اسد شاہ اسے اپنا بیٹا بنا لو اور تاج کو ہماری بیٹی بنا دو۔"

میراں کو رخصت کیے مہینہ بھی نہیں ہوا تھا کہ تاج کا بہت اچھے خاندان سے رشتہ موصول ہورہا تھا حیدر علی خوش تھے۔

"جمال شاہ مجھے تم سے اور تمہارے خاندان سے بڑھ کر کچھ بھی آگے نہیں۔"

"تو ٹھیک ہے چھوٹی سی کوئی رسم کر لیتے ہیں اور اسی مارچ کے پہلے ہفتے میں تاریخ طے کرلیتے ہیں۔"

ٹھیک ہے تم رسم کی تیاری کرو رسم کے دن ہی تاریخ طے کر لیں گے۔

آسیہ بہت خوش تھیں۔جب انھوں نے تاج کو خبر سنائی تو وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"تاج میں آپ سے پوچھ رہی ہوں آپکو اس رشتے پر کوئی اعتراض تو نہیں۔"

"اگر زیب عالم کا نام نہیں تو کسی کا نام بھی ہمارے نام کے ساتھ لکھ دیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

تاج زیب عالم کا نام لینا بند کردو جب ماضی بن گیا ہے وہ تو اسے ماضی ہی بنا کر ماضی کی کتاب بند کر دو ورنہ حال کی زندگی میں بے حال ہو جاو گی۔"

"چھوڑیں امی بیگم آپ اور ابا جان بلا جھجھک ہاں کر دیجیے ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

تاج نے بھاری پتھر سینے پر رکھا تھا۔

اور حویلی میں رسم کی تیاریاں یوں شروع ہوئیں جیسے کسی شادی کا انتظام ہونے لگا ہو۔حویلی کے بلند و بالا درو دیوار کو بتیوں سے سجایا گیا برقی قمقموں سے حویلی کی رونق بڑھ گی۔حویلی کے نوکرچاکر بھی بہت خوش مطمئن کام کرتے نظر آتے آسیہ نے اپنے سسرال اور میکے سے سب بزرگوں کو بلایا تھا۔ اور پھر جمال شاہ اپنے خاندان کے ہمراہ آگئے اور بڑی خوشیوں کے ساتھ رسم کا وقت آگیا تو اسد شاہ نے بڑی بے باکی سے اظہار کر دیا کہ تاج کو خود انگوٹھی پہنائیں گے۔جسے حیدر نے باخوشی قبول کر لیا۔

اسد نے نازک سی مومی انگلی میں انگوٹھی پہنائی اور بھر پور نظروں سے تاج کا چہرہ دیکھنے لگے وہ انھیں شہزادی لگ رہی تھی۔حویلی میں مبارک سلامت کا شور گونجنے لگا۔اسد شاہ کی ماں بہنیں واری صدقے تھیں۔

اور اسی دوران مارچ کے پہلے ہفتے ہی شادی کی تاریخ کا اعلان ہوگیا۔مہمانوں میں میراں کی غیر موجودگی کو بری طرح محسوس کیا گیا۔مگر بات زدعام نہیں ہوئی کیونکہ اتنا وقت ہی نہیں تھا۔

باقی دن پر لگا کر اڑ گے۔حیدر علی نے سنار گھر پر بلوا لیا تھا۔تاج نے کئ تلائی زیور پسند کر لیے تھے۔ مزید خاندانی ہیروں کے دو سیٹ امی بیگم نے تاج کو دیے تھے۔ایک سیٹ میراں کا تھا اور ایک تاج کا۔تاج دونوں سیٹ اپنے آگے رکھ کر سوچ میں پڑ گی۔اور پھر دونوں سیٹ اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیے۔مہنگے ترین لباس آرڈر پر بنوائے گئے۔

شہر کی بہترین بیو ٹیشن کا انتظام کیا گیا۔ جس نے خوبصورت تاج کو سونے کی گڑیا ہی بنا ڈالا۔ تاج شہزادیوں کی سی آن بان لیے اپنے ہمسفر کے ساتھ رخصت ہونے لگی تو سب لڑکیوں کو کمرے سے باہر جانے کا حکم ملا۔

حیدر علی اور آسیہ بیگم اس کے کمرے میں آئے۔

حیدر علی اپنی بیٹی سے مخاطب ہوئے۔

تاج بیٹی ہمیں سب ادراک ہے کہ چند دن پہلے تمہارے دل و دماغ پر کیسا سانحہ گزار۔ مگر اب آپ نیا سفر طے کرنے جا رہی ہیں۔ اپنے شوہر کی عزت کیجیے گا۔ اور پرانی سب باتوں کو بھول جایئے گا اور اپنے سسرال میں یوں رہنا کہ والدین کی عزت پر حرف نہ آئے ہمیں آپ سے اچھی امیدیں وابستہ ہیں ہمیں یقین ہے کہ آپ ہماری امیدوں پر ضرور پورا اتریں گی آپ ایک سمجھدار اور بہادر لڑکی ہیں۔

"جی ابا جی آپ کبھی پریشان نہیں ہوں گے میں آپ کا سر ہمیشہ فخر سے بلند ہی رکھوں گی۔"

تاج کی مضبوط آواز کمرے میں گونجی تھی۔

"شاباش تاج۔"

حیدر علی نے بیٹی کو سینے سے لگایا۔ اور رخصت کر دیا۔ اسد شاہ کے ساتھ وہ رخصت ہو کر ایک حویلی سے نکل کر دوسری حویلی میں آگئی۔

******

میراں اور زیب عالم گاؤں واپس آگے مگر کسی نے ان کا خیر مقدم نہ کیا کسی نے میراں کو عزت نہ دی۔وہ اپنے کمرے میں آگئی۔رات کا وقت تھا زیب عالم کچن کی طرف بڑھے نوراں مائی وہیں موجود تھی۔

"نوراں مائی کھانا ہمارے کمرے میں پہنچا دیں اور باقی گھر والے کہاں ہیں۔"

"زیب میاں رات کے دو بج رہے ہیں سب اپنے کمروں میں سو رہے ہیں میں تو آپ لوگوں کا انتظار کر رہی تھی۔صبح تڑکے آپ کا ٹیلی فون آیا تھا۔"

زیب عالم سر ہلاتے اپنے کمرے کی طرف آگئے۔میراں ہاتھ منہ دھو کر فریش بیٹھی تھی۔نوارں مائی کھانا لائی تو میراں اسی کا منہ دیکھتی رہ گی بڑے دنوں بعد کوئی شناسا چہرہ دیکھنے کو جو ملا تھا۔نوارں مائی اسے بہت بڑا سہارا محسوس ہوئی۔

میراں آہستہ آہستہ کھانا کھانے لگی۔

"میراں یہاں تمہیں کوئی بھی خوش آمدید نہیں کہے گا تمہیں اپنی جگہ خود بنانی ہوگی گھر والے تمہیں قبول نہیں کر پائے مگر تم ہمت نہیں ہاروگی میں تمہارے ساتھ ہوں۔کوئی بھی بات مجھ سے چھپانے کی ضرورت نہیں حالات اور وقت کی بے رحمی کا اندازہ مجھے ہے۔"

"آپ کی محبت آپکا ساتھ ہے تو سب کچھ میں ہنس کر قبول کر لوں گی آپ پریشان نہ ہوں ہمارا اٹھایا ہوا قدم کس نوعیت کا ہے میں اچھی طرح جانتی ہوں۔"

وہ مسکرائے۔

"بہت اچھا مجھے تم سے یہی امید تھی۔"

****

تاج نے اپنی زندگی پورے کمپرومائز سے شروع کی تھی مگر میراں کی دھوکہ دہی اور زیب عالم کی بے وفائی وہ کبھی نہیں بھول پائے گی۔ تاج کے دل میں میراں اور زیب عالم کے لیے انتقام کی آگ آہستہ آہستہ بھڑکتی رہتی جسے وہ تھپک تھپک کر سلا دیتی وہ وقت کا انتظار کر رہی تھی۔

تاج اپنے اندر بہت کچھ سمانے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ اسد شاہ کے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں تھا تاج کے دل میں کیا ہے انھیں تاج تک پوری رسائی تھی مگر تاج کے ذہن تک کی رسائی نہیں ہو سکتی تھی۔ تاج نے ان کو ایسی مطمئن زندگی دی ہوئی تھی۔ کہ وہ آج کل اپنے آپ کو ہواوں میں اڑتا ہوا محسوس کرتے۔ پھر گھر بھر تاج پر نثار تھا۔ تاج کی ساس اور نند تاج کے واری صدقے تھی۔

نواکرانیاں تاج کے آگے پیچھے رہتیں۔

اسد شاہ من پسند بیوی پا کر خوش تھے۔ تاج اب شرم کو بالائے طاق رکھ کر کمرے سے باہر آجاتیں ساس کے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کرتی وہ گھر کے ماحول کو سمجھ رہی تھی۔ اپنے گھر اور اس گھر تک کے سفر میں کوئی خاص دشواری نظر نہیں آرہی تھی۔

مگر مراد شاہ کی نظریں انھیں پریشان کرتیں تھیں۔ تاج کو یوں بغور گھورے کہ جیسے انکا حق ہو۔ تاج اکثر ان کو نظرانداز کر دیتی۔

"تاج بھابھی آیئے اماں جی نے بلایا ہے آج آپ نے میٹھے میں ہاتھ ڈالنا ہے رسم ہے وہ پوری کر دیجیے۔"

تاج اپنا انچل درست کرتے ہوئے مسکرائی۔دیبہ تاج بھابھی کا ہاتھ پکڑے سبھاو سے راہداری سے چلتی نیچے آرہی تھی تو مراد شاہ راستے میں آ گئے۔

تاج کی سج دھج دیکھ کر مراد شاہ کا دل مٹھی میں آگیا گھنی مونچھوں تلے انکی مسکراہٹ گہری ہوگئ۔

"ماشاللہ ہماری بھابھی نئ نویلی دلہن ہر کسی کے دل میں اترتی جا رہی ہیں۔"

تاج کے حسین چہرے پر خودبخود سختی آگئی۔دیبہ ہنس ہنس کے بے حال ہونے لگی۔

"بھابھی صاحبہ کبھی محسوس مت کیجیے گا یہ ہمارے مراد بھائی ایسے ہی ہیں نٹ کھٹ ان کی عادت ہے شگوفے چھوڑنے کی۔"

مراد تاج کی جھیل جیسی آنکھوں میں غور سے دیکھنے لگا۔

"ایک بات ہم بتا دیں ہماری بھابھی ہنستی ہیں ان کی آنکھیں نہیں ہنستی۔"

تاج کو شدید غصہ آیا مگر ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"ہم آپ سے پھر کبھی بات کریں گے۔"

چلو دیبہ نیچے چلتے ہیں۔

مراد شاہ کا شاطر ذہن بہت کچھ جانچ رہا تھا۔

******

میراں کے ساتھ مائی نوراں آئی تھی بس وہی اسکے ساتھ ساتھ رہتی اسے اونچ نیچ بتاتی رہتی سسرال رہنے کے دل جیتنے کے رموز واقاف بتاتی رہتی۔میراں اپنی طرف سے اچھا کرنے کی کوشش کرتی رہتی۔مگر میراں کا رنگ کسی پر چڑھتے نظر نہیں آرہا تھا۔

"اماں جی آپ مجھے معاف کر دیں۔"
ایک دن ہمت کر کے میراں اپنی ساس کے قدموں میں آکر بیٹھ گئی۔
"اماں جی میرے پاس کہنے کو کچھ نہیں ہے میں صرف آپ سے معافی مانگ سکتی ہوں مجھے معاف کر دیں۔"
میراں روتے ہوئے معافی کی طلب گار بنی ہوئی تھی۔
"میراں مجھ سے کبھی یہ توقع نہ رکھنا۔تم نے ہمارے خاندان میں ہماری ناک نیچی کروادی ہے۔زیب عالم کے سر سے تمہاری محبت کا بھوت اترے تو میں سیدھے سبھاو اسکی شادی کروادوں گی ان چاہی بہو ہو تم۔میرے بیٹے کو پھانس لیا ہے تم نے۔تم نے ماں باپ کی لاج نہ رکھی تو میرے خاندان کی لاج کہاں رکھ سکو گی۔شاہجہان تو تمہیں دیکھنا نہیں چاہتے وہ شدید غصہ ہیں۔تم بہت اچھی بن کر سمجھتی ہو ہمیں جیت لوگی۔نہیں میراں بی بی ابھی تم نے وقت کو برتا نہیں ہے تم جو کر گزری ہو وہ بھلانے کے لائق نہیں ہے ہم اپنے بیٹے کے ہاتھوں مجبور ہیں۔اسی لیے تم اس گھر میں موجود ہو۔بہتر ہو گا اپنے پورشن تک محدود رہا کرو۔یوں سامنے آکر میرا سینہ جلانے کی ضرورت نہیں۔"
اماں جی نے میراں کے ہاتھوں کے نیچے سے اپنے مہندی لگے پاوں کھینچے اور چلی گئیں۔
میراں کو اپنا آپ ہواوں میں معلق محسوس ہوا تھا۔
یعنی میں کبھی اس خاندان میں عزت نہیں پاوں گی یہ شادی میرے لیے رسوائی اور ذلت بنی رہے گی۔الہی میں کیسے جی پاوں گی اور زیب عالم کی شادی کروادیں گے تو میں دو کوڑی کہ نہ ہوں گی۔

اماں جی کے سخت لفظوں نے میراں کی ساری ہمتیں سلب کر لی تھی۔میراں سوچوں کے گرداب میں پھنس جاتی۔

*****

بہت جلد تاج ماں بننے والی تھی تاج کا پاوں بھاری ہوا تو گھر بھر میں خوشیوں کا راج ہوگیا۔اسد شاہ بہت خوش تھے۔

تاج منٹ میں الٹ پلٹ جاتی ابکائیوں سے برا حال تھا۔اماں جان اپنی نگرانی میں انار کا جوس نکلوا کر تاج کو گھونٹ گھونٹ پلا رہیں تھیں۔دو نوکرانیاں ہمہ وقت تاج کے کمرے میں نگرانی کے لیے رہتیں انار کا جوس پی کر تاج بیڈ سے اترنے لگی۔

"دلہن کہاں جا رہی ہو۔"

"اماں جی نماز کا وقت نکل رہا ہے۔"

"اچھا بیٹھ کر نماز پڑھنا زیادہ مشقت نہ کرنا۔"

"جی اچھا۔"

تاج نماز کی پابند تھی شروع سے پانچ وقت نماز کی عادی تھی۔اور میراں کو اماں بیگم زبردستی نماز پڑھاتیں تو بھی کاہلی کر جاتی۔

تاج مراد شاہ کی وجہ سے کمرے ہی میں رہتی تھی مراد شاہ جان کا عذاب بنتا جا رہا تھا مگر تاج کہیں بھی اپنی بااعتماد شخصیت کو نرم پڑنے نہیں دیتی تھی۔

#دل_دھڑکن_اور_تم

#از_قلم_خدیجہ_شجاع

#قسط_4

چند ماہ میں تاج نے ایک گول مٹول بے حد پیارے بچے کو جنم دیا تھا۔سارے خاندان میں خوخوشیوں کے شادیانے بج اٹھے۔اب کے بچوں کے زین ماموں بھی پاکستان میں تھے۔

اسد شاہ خوشیوں سے مالا مال ہوگیا تھا تاج نے ان کو بہت خوشیاں دی تھیں۔

*****

اور دوسری طرف میراں ابھی خالی گود بیٹھی زندگی گزار رہی تھی۔

سال بھر ہونے کو آیا ہے کوئی خوشخبری نہیں ہے اماں جی نے بیٹے کو آلیا۔

اماں جی یہ سب تو اوپر والے کے ہاتھ میں ہے۔

اماں جی بڑی نخوت سے بولیں۔

جو بھی ہے زیب عالم ہمیں پوتے کا منہ دیکھنا ہے یا تو اسی سال اللہ کی رحمت ہو جائے ورنہ میں زیادہ انتظار نہیں کروں گی۔

کیا مطلب اماں جی۔

مطلب یہ کے تم بچے نہیں ہو زیب عالم میں تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں اپنی پسند اور مرضی سے۔

زیب عالم ماں کی ہٹ دھرمی پر مسکرائے۔

اماں جی آپ للہ پر یقین رکھیں انشاللہ کوئی خوشخبری ضرور ملے گی۔اس طرح ہتھیلی پر سرسوں نہ جمائیں۔

بیٹا مجھے سبق نہ پڑھاو یا مجھے پوتا دے دو یا شادی کر لو۔بس یہی میرا فیصلہ ہے۔

زیب عالم خاموش رہ گے۔

برآمدے کے ستوں کے ساتھ ٹیک لگائے میراں دنیا و مافیہا سے بے گانی کھڑی تھی۔جب زیب عالم نے اس کی کمر میں اپنا بازو حمائل کیا۔

میراں تھوڑا چونکی۔

میری جان کن سوچوں میں گم رہتی ہو؟

آپ کی سوچوں میں گم رہتی ہوں۔

جھوٹ سراسر جھوٹ۔

للہ آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں۔

اعتماد تو ہے مگر تم مجھے نہیں سوچ رہی تھی یہ میں اعتماد سے کہہ سکتا ہوں۔

جی نہیں آپ کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی۔

میراں خفا ہونے لگی۔

سنا ہے تاج ماں بن گی ہے للہ نے اسکو بڑا پیارا بیٹا دیا ہے۔

تمہیں کس نے بتایا۔

نوراں مائی بتا رہی تھی۔

نوراں مائی کو کس نے بتایا۔

نوراں مائی کی بیٹیاں ہماری حویلی میں کام کرتی ہیں انھوں نے بتایا اور یوں بھی تاج نے نوراں مائی کو بہت سے کپڑے اور پیسے دینے تھے اس لیے نوراں مائی تاج کی حویلی گی تھی۔

میراں نوراں مائی کا تاج سے رابطے میں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔

کیوں۔

میراں کا معصوم ذہن سمجھ نہیں پایا۔

زیب عالم کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

اس طرح اس گھر کے راز گھر سے باہر بھی جاسکتے ہیں۔

میں نوراں مائی کو منع کردوں گی۔مگر وہ اپنی بیٹیوں سے ملنا تو نہیں چھوڑ سکتی۔

زیب عالم نے کوئی جواب نہ دیا۔

*****

ابھی نومولود تین ماہ کا نہیں ہوا تھا تاج کا پھر پاؤں بھاری ہوگیا گھر بھر ویسے ہی تاج پر سایہ بن گیا۔ تاج کی خوراک کا پورا پورا خیال رکھا جاتا۔جلد ہی تاج نے حویلی کو کبیر شاہ کی نوید سنائی۔ننھے فرشتے حویلی میں اترے تو پوری حویلی میں رونق اتر آئی۔

دوسری طرف میراں پر زندگی تنگ ہونے لگی۔اب عموماً مہینے میں ایک دو بار اماں جی میراں کو اپنے کمرے میں بلواتی اور خوب بے نقط سناتیں اور اس سے پوچھتی میرے بیٹے کا پیچھا کیسے چھوڑو گی۔کب تمہیں دفعہ ہونا ہے۔میراں بڑی مجبور اور دکھی ہوجاتی ایک زیب عالم کی محبت تھی جو اسے جکڑے

ہوئے تھی۔زیب عالم پہلے دن کی دلہن کی طرح ورفتہ رہتے۔میراں کے بتانے پر کے اماں جی کیا کہتی ہیں۔وہ ایک کان سے سنتے اور دوسرے کان سے نکال دیتے۔میراں سب کچھ برداشت کرتی رہی لیکن اسے یونہی لگتا جیسے کوئی بھی گھڑی اس کی اس گھر میں آخری گھڑی ہو۔

زیب عالم نے بہت بار اماں جی کو سمجھایا لیکن وہ تو جیسے ٹھان کے بیٹھی تھیں۔بہر حال زیب عالم ثابت قدم رہے۔آخر کار اپنے ابا جان سے بات کرنے کے لیے تیار ہوگے۔

اباجان آپ اماں جان کو سمجھائیں ہر وقت دوسری شادی کا تذکرہ کرتی رہتی ہیں۔

ہاں برخردار ماوں کے بڑے شوق اور بڑے ارمان ہوتے ہیں تمہاری شادی جن حالات میں ہوئی ہے وہ تمہیں بھی پتا ہے کوئی شوق کوئی ارمان ان کا پورا نہیں ہوااور اب خیر سے دو سال کا عرصہ ہوگیا ہے۔کوئی اگلی صورتحال بھی سامنے نہیں آرہی تو پھر کچھ سوچنا تو پڑے گا۔

اباجان للہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے یہ تو ویسے بھی کفر ہے۔

بیٹا جی آپ مجھے سبق مت پڑھائیں ہم سب جانتے ہیں۔

ابا جی آپ محبوب عالم کی شادی کر دیں اماں جی کے شوق اور ارمان بھی پورے ہوجائیں گے۔

شاجہان ہنس دیے۔

اچھا اپنی جان بچانے کا بڑا اچھا حل ڈھونڈا ہے چلو تمہاری خاطر تمہاری ماں کی توجہ میں بٹا دیتا ہوں۔ مگر تم اپنی بیوی کا ڈاکڑی معائینہ کرواو اور تاخیر ہوگی تو میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گا۔

شکریہ اباجان شکریہ۔

زیب عالم جان بچ جانے پر شکرہ کرتے ہوئے اپنے پورشن کی طرف آگے۔

دو سال مزید گزر گے جب سے تاج کا دوسرا بیٹا ہوا تھا نوراں کا تاج کی حویلی میں آنا جانا بڑھ گیا تھا۔میراں کے گھر انے کی ہر بات تاج کے علم میں تھی۔میراں کی زندگی کتنی حقیرانہ انداز میں گزر رہی تھی تاج ایک ایک راز سے واقف تھی۔نوراں مائی کے چھے بچے تھے۔اور تاج اسکی بڑے پیمانے پر مدد کرتی تو بدلے میں نوراں مائی کا کیا جاتا تھا ادھر کی باتیں ادھر ہی تو آکر بتانی تھیں اور ویسے بھی تاج اور میراں سگی بہنیں ہی تو تھیں۔میراں نوراں مائی کا تاج کی حویلی جانا برا سمجھتی تھی اس لیے نوراں مائی میراں کو بتاتی ہی نہیں تھی۔

یوں وہ آرام سے اپنا کام کرتی رہی۔میراں کی بے کل زندگی کے بارے میں سن کر تاج کو ایک گونہ خوشی اور مسرت کا احساس ہوتا۔اسی احساس کے زیر اثر اپنی زندگی کو رنگین بنائے ہوئے تھی۔

آخری کار للہ کے حکم سے میراں کا پاوں بھی بھاری ہوگیا۔پورے چارسال بعد یہ نوید مسرت سننے کو ملی۔تو جیسے اماں جی پر گھڑوں پڑگیا۔جو ان کے دل تھا وہ ان کے دل میں ہی رہ گیا۔میراں جڑواں بچیوں کی ماں بننے والی تھی۔تاج نماز پڑھ پر جائے نماز طے لگا رہی تھی جب نوراں مائی نے اسے یہ خبر سنائی۔تاج کا کلیجہ جل کر رہ گیا۔

بے اولاد ہی رہتی تو اچھا تھا۔تاحیات کانٹوں پر چلتی تو بھی میری روح کو قرار نہ آتا۔

تاج دل ہی دل میں بہت کچھ سوچ کر محفوظ کر چکی تھی۔

ارے(اوندی ساس فیر وی استوں قربان نہیں ہوندی) اسکی ساس پھر بھی اس پر قربان نہیں ہوتی۔

وہ دن بھی آگیا۔جب شہر کے بڑے ہوسپٹل میں میراں نے دو جڑواں لڑکیوں کو جنم دیا۔اور دونوں بچیاں نرسری روم میں بھیجی گی تھی۔پانچ منٹ بعد بچوں کی ڈاکٹر نرسری میں آئیں تو ایک بچی موجود تھی دوسری کہاں تھیسرمد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سرمد۔

وہ وارڈ بوائے کو آوازیں دینے لگیں۔

جی میڈم۔

ایک بچی یہاں موجود ہے دیکھو دوسری بچی لواحقین کے پاس ہے لے آو۔

وارڈ بوائے انھیں پیروں پر واپس آیا۔

میڈم دوسری بچی ان کے پاس نہیں ہے۔

وارڈ بوائے گھبرایا ہوا تھا۔

کیوں نہیں ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے۔سرمد پوری ذمہ داری سے دیکھو نرس سے پوچھو۔

نرس بھی لاعلم تھی۔

نرس دو منٹ پہلے بچیاں خود اپنے ہاتھوں سے کاٹ میں لٹا کر گی تھی۔جیسے ہی ڈاکٹر صبا نرسری میں آنے لگیں تو نرس سینئر ڈاکٹر کی ہدایت سننے کے لیے وہیں کھڑی ہوگی۔

ڈاکٹر صبا نرسری میں آئی تو ایک بچی کا نام ونشان نہیں تھا۔زیب عالم نے زمین آسمان ایک کردیا تھا پورے ہسپتال میں کھلبلی مچ گی۔ہسپتال کے اندر لیکر باہر گردونواں تک ڈھونڈیا مچ گی مگر ندارد بچی کو نہیں ملنا تھا نہیں ملی۔

ہسپتال کا عملہ سخت پریشان تھا۔اس طرح پہلی بار ہوا تھا آج سے پہلے کبھی کوئی بچہ نہیں گما تھا۔
ہسپتال کا ہر فرد آن ڈیوٹی تھا کسی پر شک کی گنجائش نہ نکل سکی۔
زیب عالم اور شاجہان ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے مگر وہ ننھی پری کہیں سے نہ ملی کسی نے بھی ابھی اس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔میراں کو بار بار بے ہوشی کے دورے پڑ رہے تھے۔دوسری بچی کو سخت نگہداشت میں رکھا گیا۔ہر کوشش بے سود ثابت ہوئی۔
میراں دو کی بجائے ایک بچی گود میں لیے اپنے گھر آئی۔اماں جی نے کہا
بہو رانی تم منحوس ہو پہلے تو اتنی تاخیر سے ماں بنی اور اگر ماں بن گی تو ادھوری دو بچوں کی ماں ایک بچہ گوا دیا۔اب روتی رہو نصیبوں کو تمھیں للہ نے تمہارے کیے کی سزا دی ہے۔ہاتھ ملتی رہو تمہارے ساتھ ایسا ہی ہونا تھا نصیب کا لکھا سمجھ کر قبول کرو۔
ساس صاحبہ نے اولاد کی پیدائش پر لفظوں کا یہ تحفہ نوازا اور اٹھ کر چلی گی۔
میراں اپنی دوسری بچی کے لیے اللہ سے دعا گو رہتی اور جو اس کی گود میں تھی اسے سینے سے لگا کر پالنے لگی۔میراں بہت بدل گی تھی۔اسنے بچے کے ساتھ اپنا دل لگا لیا تھا۔زیب عالم بھی للہ کی مرضی کے آگے سر نگوں ہوگے بے بس تھے کچھ بھی کر سکے۔

*****

تاج بہت شاد آباد تھی بہت دنوں سے اسد شاہ سے گزارش کر رہی تھی کہ اسے شہر لے جائیں وہ حویلی نہیں رہ سکتی۔وہ اپنی زندگی میں جدت اور چینج چاہتی ہے۔اپنے بچوں کو مختلف ماحول دینا چاہتی ہے۔در حقیقت وہ مراد شاہ سے بہت تنگ تھی۔اسد شاہ کا زیادہ وقت شہر گزرتا تھا۔سیاست میں

دلچسپی بہت تھی۔شہر اپنے علاقے کے ایم این اے تھے۔شہر میں رہائشی کچھ ایسی مشکل بھی نہیں تھی اماں ابا جان سے مشورہ کر کے وہ شہر میں ماڈل ٹاؤن میں زرتار ہاوس میں آبسے۔بچے ابھی چھوٹے تھے۔

مگر وہ تاج کی ضد کے آگے مجبور تھے۔تاج روایتی ماحول سے نکل کر پر سکون محسوس کرنے لگی۔اب مسئلہ تھا کے بچوں کی نگرانی کیسے ہو تاج کے بس والی بات نہیں تھی۔اسد شاہ نے ایک پڑھی لکھی آیا کا انتظام کر دیا۔آیا نے آتے ہی ہولڈ سنبھال لیا۔وہ بچوں سے انگریزی میں بات کرتی۔اس کا ماڈرن سٹائل تاج کو اٹریکشن دیتا۔

سارا گھر نوکرور کے رحم وکرم پر تھا۔تاج بہت کمفٹ محسوس کرنے لگی۔اسد شاہ تو بڑا معروف آدمی تھا۔ہاں جب گاوں میں ہوتے تو مکمل طور پر اس کے ہوتے۔ظاہر سی بات ہے مصروفیت شہر میں چھوڑ جاتے۔پھر تاج نے اپنے آپ کا شہر کی عورتوں سے موازنہ کرنے شروع کیا۔اسے اپنا آپ بڑا پرانا سا محسوس ہونے لگا۔وہ گھر میں بور ہونے لگی۔اس نے دل کی باتیں اسد شاہ سے کہہ دیں تو وہ بہت ہنسے۔

بھئ بیگم صاحبہ آپ بیوٹی پارلر جاسکتی ہیں۔آپ اپنی پسند سے ہر طرح سے اپنی مرضی کے طور طریقے اپنا سکتی ہیں آپ کو کس نے روکا ہے یہ آپ کا گھر ہے آپ کی مرضی ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

تاج کا تو پاوں زمین پر نہیں ٹک رہا تھا۔آہستہ آہستہ اپنی جھجک ختم کرنے لگیں بیوٹی پارلر گئ۔آئی بروز کو خم بنا دیا بہترین فیشل دیا مینی کیور پیڈی کیور لمبے بالوں کا خوبصورت ہیر کٹ کیا بلو ڈرائی کر

کے خوبصورت ہیر سٹال کے ساتھ تاج تو کسی اور ہی دنیا کی لگنے لگیں۔وہ حیران تھی کے اب تک وہ کہاں تھی۔لیکن ہمیشہ کی طرح وہ بظاہر ذرا بھی انسپائر نظر نہ آئیں۔کاونٹر پیمنٹ کرنے کے بعد گھر آئیں۔تو لاونج میں شاہ مراد کو بیٹھے دیکھ کر بڑی بدمزہ ہوئیں۔مراد شاہ ان کے حسن میں کھو ہی گیا۔ تاج اس کے قریب سے گزرنیں لگیں تو اس نے بڑھ کر تاج کی کلائی پکڑلی۔

کیا بدتمیزی ہے چھوڑیں ہمارا ہاتھ۔

مراد شاہ نے ایک جھٹکے سے تاج کو اپنے قریب کیا وہ ان کے سینے سے آلگی۔

خود کو کیا سمجھتی ہو ہاں تمہارے بارے میں کیا نہیں جانتا میں۔تمہارے بارے میں یہ نہیں جانتا کہ تم زیب عالم سے محبت کرتی ہو۔اور یہ نہیں جانتا کہ نوراں مائی کے ذریعے تم میراں کے گھر کی ایک ایک خبر رکھتی ہو۔اور یہ کہ تمہاری منگنی زیب عالم سے ہوگی تھی مگر تمہاری بہن تمہاری جگہ رخصت ہو کر چلی گی یہ باتیں کیسے چھپی رہ سکتی ہیں؟ بولو۔اور سب سے بڑا راز یہ کہ نوراں مائی کی مدد سے تم نے زیب عالم کی دوسری بچی غائب کروادیا دن ڈھاڑے ہوسپٹل سے فارغ ہاں بولو کیا کیا نہیں جانتا میں۔بتاو۔ہاں نہیں جانتا تو اسد شاہ کچھ نہیں جانتا اس حسین و جمیل بیوی نے اس کی مت مار دی ہے۔

تاج کے پیروں سے زمین نکل گی۔اور سر سے آسمان وہ حیران ششدر رہ گی کہ میری زندگی کے اہم راز مراد شاہ کو کیسے پتہ چلے۔

اب۔۔۔۔۔اب تم کیا چاہتے ہو۔

سلام عشق میری جاں ذرا قبول کر لو

میرا دل بے چین ہے ہمسفر کے لئے

مراہ شاہ نے گنگنا کر مدعا بیان کیا۔تاج صاحبہ ایک اور عاشق کا اضافہ ہو گیا ہے۔

مراد شاہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ابھی پروگرام کے بغیر آیا ہوں مگر اگلی دفعہ پروگرام کے مطابق ملیں گے نہ۔۔۔۔۔

نہیں مراد شاہ یہ غلط ہے۔

بس کردو تاج بہت کچھ غلط ہوتا ہے مگر ہمیں کرنا پڑتا ہے جیسے کہ میراں کی۔۔۔۔۔

مراد شاہ ہمیں پھر کب ملنا ہوگا۔

لوہے پر چوٹ پڑتے ہی مراد شاہ کا رنگ خوشی سے لال ہو گیا۔

بتادیں گے اتنی جلدی بھی کیا ہے۔

مراد شاہ اسے ہاتھ ہلاتے زن سے گاڑی لے اڑے۔

تاج غصے سے پھنکارتی اپنے بیڈروم میں آگی۔شاہ سے نمنٹنا ہم اچھے سا جانتے ہیں سمجھتا کیا ہے خود کو۔

******

ابتہاج زیدی مشہور بزنس مین ہونے کے ساتھ اچھے شوہر بھی ہیں۔حنا ان کی پیاری بیوی تھی جو ان سے بہت پیار کرتی تھی بہت کرتی تھی پچھلے سات سالوں سے دونوں ایک ساتھ تھے۔دونوں کی اولاد نہیں تھی۔کبھی کبھی دونوں اس بات سے اداس ہو جاتے۔

ابتہاج ہمارے اس خوبصورت گھر میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے صرف ایک چیز کی کمی ہے۔

اچھا جلدی سے کھانا لگاو اور جو کمی ہے اسکے بارے میں میں ابھی کوئی بات کرنے والا نہیں۔

ابتہاج نے ہری جھنڈی دکھائی۔

حد ہوتی ہے ابتہاج۔

وہ دھپ دھپ پاوں زمین پر مارتی کھانا لگانے چلی گی۔

دونوں نے اپنی زندگیوں کو آپس میں پر رونق بنایا ہوا تھا۔وہ دونوں ایک دوسرے کو اولاد کی کمی محسوس نہ ہونے دیتے۔

ابھی وہ کھانے کے دوران ایک دوسرے سے چھیڑ چھاڑ ہی کر رہے تھے کہ ابتہاج کی بہن کا فون آگیا۔

جی آپی ٹھیک ہوں۔آپ سنائیں۔

میں بھی ٹھیک، تم رات کو ابتہاج کے ساتھ میری طرف آ جانا ایک ضروری بات بھی کرنی ہے اور اکھٹے ڈنر بھی کریں گے۔

اوکے آپی بائے۔

کہہ کر حنا نے فون رکھ دیا۔

ہاں کس کا فون تھا۔

آپی کا فون تھا ہمیں ڈنر پر انوائٹ کیا ہے اور آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔

کیا بات کرنی ہے۔

یہ تو جا کر پتہ چلے گا۔
رات کے کھانے پر وہ آپی کی طرف بیٹھے تھے آپی بھی بہت خوش تھیں۔
بھئی بغیر لگی لپٹی کے میں تم لوگوں سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں میری دوست عبیرہ ہے نہ اس کے ادارے میں ایک نومولود بچی آئی ہے جو بالکل بے سہارا ہے۔اگر تم لوگ اڈاپٹ کرنا چاہو تو بات کروں۔
تھوڑی سی پس پشت کے بعد ابتہاج اور حنا مان گئے آپی بھی خوش ہو گئی اور وہ دونوں بھی اگلے دن بچی کو لے کر آپی ابتہاج کے گھر گی چلی گئی۔
ارے آپی اتنی جلدی بچی کو لے آئیں اور کوئی کوائف وغیرہ بھرنا یا کچھ پیپر وغیرہ
ارے نہیں بات یہ ہے کہ یہ گھر والی بات ہے اور ضروری معلومات میں نے لے لی ہیں اور اڈوپشن پیپر بھی سائن کر دیے ہیں۔
دیکھو کتنی پیاری بچی ہے۔
مگر حنا یہ بہت چھوٹی ہے تمہیں اس کا بہت خیال رکھنا ہو گا آپی نے اپنے بیگ میں سے نکال کر کچھ چیزیں ان کو دکھائیں یہ دیکھو یہ والا دودھ ابھی دو ماہ تک پیلانا ہے پھر کسی ڈاکٹر سے مشورہ کر کے منتخب کریں گے اور یہ پیمپر ڈائپرز ہیں تو گود میں لو اب یہ تمہاری ہوئی۔
حنا کو یوں لگا جیسے کسی بڑے نے اسے گڑیا ہی لا کر دے دیں ہو لو اپنا کھلونا اب تم کھیلو۔

حنا ایک نئے تجربے سے گزرنے لگی وہ دونوں سچ مچ اپنے آپ کو نئی بچی کے ماں باپ سمجھنے لگے پہلے گڑیا اور منی کر کے بلانے لگے اور پھر دل آویز نام تجویز کر دیا اب دل آویز ان کے ہاتھوں میں پرورش پانے لگی دل آویز دونوں کی ہتھیلیوں کا چھالا بن کر رہ گئی۔

****

دوسری طرف میراں نے اپنی دوسری بیٹی کا نام جھوم رکھا ہمیشہ ماتھے پر سجا رہے۔رفتہ رفتہ دوسری بچی کی یادوں دی میں گم ہونے لگی تھی مگر جھومر اپنی پیاری پیاری حرکتوں سے سب
کچھ بھلا دیتی مگر میراں کی حیثیت وہی رہی اپنے ماں باپ کی شکلیں دیکھیں عرصہ بیت گیا تھا اپنا گھر اپنی بہن سب خواب سا لگتا زیب عالم بھی بیوی اور بچی کی محبت میں کھو جاتے اماں جی کی باتوں کی بالکل پروا نہ کرتے میراں کی چھوٹی سی دنیا بس گئی تھی وہ بھی اس دنیا میں محو ہونے لگی اور کچھ عرصے بعد ایک بیٹے کی ماں بھی بن گئی۔

****

تاج مراد شاہ بات کر رہا ہوں۔

ہوں بولو۔

آج شام ڈنر میرے ساتھ کرو گی۔

آواز میں کتنی لگاوٹ تھی کہ تاج کو جھرجھری آ گئی۔

مراد شاہ آج ہم مصروف ہیں۔

ٹھیک ہے پھر دن تم ڈیسائڈ کر کے مجھے بتا دو۔

(کس مصیبت میں پڑ گے ہیں ہم)

دو دن بعد۔

نہیں دو دن میں بھائی اسد آجائیگا۔

تاج زچ ہو گی۔

بتاو ہمیں کہاں آنا ہے۔

میں تمہیں تمہارے گھر سے پک کر لوں گا۔

تاج نے نخوت سے فون پھینک دیا۔

مراد شاہ کو تاج کی یہ حرکت ایک آنکھ نہ بھائی تھی۔

اگلی شام سیاہ ڈریس زیب تن کیا خوبصورت بالوں کو کھلا چھوڑ دیا خوبصورت آویزے کانوں میں سجائے میک اپ کیا گڑیا سی لگنے لگی مراد شاہراہ مصیبت کا انتظار کرنے لگی۔

چھ بجے گیٹ پر ہارن ہوا تو تاج ڈھیٹ بن کر اپنی جگہ پر جمی رہی آخرکار مراد شاہ اندر آگیا تاج نے یوں ظاہر کیا جیسے وہ بڑی جلدی میں باہر آرہی تھی مراد شاہ اس کی سج دھج دیکھ کر لوٹ ہی تو گیا تاج اپنی آن بان سمیٹ کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

مراد شاہ تم جانتے ہو ہم تمہاری بھاوج ہیں۔

ساری بدل گئی ہو لب و لہجہ نہیں بدلا اور انھیں اداؤں پر ہم مر مٹے ہیں۔

مرادشاہ ہمیں پریشان نہ کرو ہم ایسا ویسا کوئی تعلق یا سلسلہ تم سے شروع نہیں کر سکتے۔

پلیز تاج مجھے اکساو مت کے میں تمہاری اصلیت بھائی کو بتا کر تمہیں واپس گاوں پھنکوا دوں۔

اب تاج اندر ہی اندر کانپ گئی۔

تھوڑی دیر وہ لونگ ڈرائیو پر رہے تاج خاموش اور سنجیدہ ہی رہی پھر کسی اچھے ریسٹورنٹ میں پر تکلف ڈنر ہوا مراد شاہ کو بھی کوئی اتنی جلدی نہیں تھی وہ بھی وقت کے انتظار میں تھا تاج کی بار عب شخصیت کا سحر اس پر اپنا وار چلاتا رہا ہاں وہ اس سے بے حد متاثر تھا۔تاج آہستہ آہستہ کھانا کھاتی رہی مراد شاہ اپنی آنکھوں کی پیاس بجھاتا رہا۔

ہو گیا ڈنر چلیں۔

تاج نے ہینڈ بیگ اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

تاج آپ اتنی سیدھی ہیں یا مجھے بیوقوف سمجھ رکھا ہے۔

آپ بے وقوف نہیں ہیں یہ تو ہم نے طے کر لیا ہے باقی ہم کتنے کے ہیں یہ آپ کو پتا چل چکا ہے۔اب چلیں۔

چلیں۔

مراد شاہ اس کی قربت میں رہی فلحال غنیمت جاننے لگا۔وہ بہت مضبوط شخصیت کی حامل تھی اس کو ہلانا اتنا آسان نہیں تھا۔وہ گھر کے گیٹ کے آگے اترنے لگی تو مراد شاہ نے اسکا مومی ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔تاج کو بے حد غصہ آیا۔مگر ضبط کرتے ہوئے اعتراض کیا۔

مراد شاہ اپنی حد میں رہیے ہمارا ہاتھ چھوڑیں۔

مراد شاہ نے آہستگی سے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا۔

پھر وہ شاپنگ کے لئے بلاتا وہ چلی جاتی مگر یوں لیے دیے انداز اپنائیے رکھتی۔ڈنر پر بلاتا تو بھی چلی جاتی تھی۔

#دل_دھڑکن_اور_تم

#از_قلم_خدیجہ_شجاع

#قسط5

اب وہ اسد شاہ کی غیر موجودگی میں مراد شاہ کے ساتھ ہوتی مراد شاہ ایک ہی انداز میں جیسے وہ چاہتی ویسے ہی اسکے مزاج کے مطابق گھوماتا پھراتا اور گھر چھوڑ دیتا۔مراد شاہ اسے اسی طرح عادی بنا رہا تھا اور وہ مراد شاہ کے ضد کرنے سے پہلے اسے راضی کررہی تھی وہ کوئی سردرد پالنا نہیں چاہتی تھی مگر مراد شاہ بری طرح اس کا اسیر ہو چکا تھا حالانکہ نہ وہ ہنستی نہ زیادہ باتیں
کرتی سختی سے اپنے گرد پہرے بیٹھائے رکھتی۔یونہی انہیں دنوں جب اسد شاہ اسلام آباد کسی کام سے گئے ہوئے تھے تو وہ دن کے گیارہ بجے آ گیا تھا وہ ابھی باتھ لے کر نکلیں تھیں کہ ملازمہ نے آکر بتایا۔

"اچھا انھیں بٹھاو میں آتی ہوں۔"

ملازمہ مراد شاہ کو بٹھا کر واپس اپنا کام کرنے چلی گئی اور مراد شاہ تاج کے بیڈ روم میں چلا گیا تاج بالوں میں برش کر رہی تھی جب مراد شاہ اس کے قریب آیا تاج نے بڑے حوصلے اور ضبط سے کام لیا۔

"مراد شاہ یہ تمہارے بھائی کا اور ہمارا بیڈ روم ہے تمہیں اس طرح نہیں آنا چاہیے تم باہر جائے۔"

تاج اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہوئی۔

مراد شاہ کی برداشت سے ہر چیز ہر بات بہت اوپر پہنچ چکی تھی اسنے بڑھ کر تاج کو اپنے بازوؤں میں بھر لیا تاج بری طرح سے کسمسائی مگر مراد شاہ کی گرفت بڑی مضبوط تھی نازک سی تاج کیا کرتی اور پھر وہ ہو گیا جس کا تاج گمان بھی نہیں کرنا چاہتی تھی مرادشاہ کو لگا پیاس بھڑک تو گئی ہے بجھی نہیں۔تاج کو نہ چاہتے ہوئے بھی اپنا آپ لٹانا پڑا ورنہ گھر میں ملازمائیں بھی تھی اگر بھید کھل جاتا تو وہ کیا کرتی۔اسدشاہ کی عزت ملیا میٹ ہوجاتی یوں بھی تو اسد شاہ کی عزت بچائی تھی ورنہ دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔

جاتے جاتے مراد شاہ نے بس اتنا کہا تھا۔

" تاج تم بہت گہری عورت ہو"۔

تاج اپناہمیشہ والا شخصی لبادہ اوڑھ چکی تھی۔

"مراد شاہ تم ابھی باہر مت آنا پہلے ہم اپنی تسلی کر لیں"

اور تھوڑی دیر بعد اس نے مراد شاہ کو باہر آنے کا اشارہ دے دیا تھا تاج نے چند آنسوؤں کے ساتھ اپنی بربادی کا سوگ منایا اور آج بھی میراں قصور وار نظر آئی۔زیب عالم اگر تم ہم سے شادی کر لیتے توہمیں یہ دن دیکھنے کو نصیب نہ ہوتا۔

مراد شاہ ہمیں اپنی اولاد کے لیے یہ زہر پینا پڑا ہم ایک ماں بھی ہیں ورنہ تمہارے بھائی اسد کو ہم کب کے چھوڑ کے جا چکے ہوتے۔

تاج اس وقت تک مراد شاہ کے ہاتھوں بلیک میل ہوتی رہیں جب تک وہ شادی کر کے امریکا نہ چلا گیا اب یہ راز تاج کے دل میں مفقود تھا کہ رائمہ شاہ کس کی بیٹی تھی۔

*****

وقت گذرتا رہا اور بچے بڑے ہوگئے جھومر بے حد ذہین اور لائق بچی تھی اس نے گاؤں کے سکول سے نمایاں کامیابی کے ساتھ میٹرک پاس کیا پورے گاؤں میدی پور میں جھومر کا رزلٹ شاندار رہا زیب عالم نے بیٹی کا شہر کے اچھے گورنمنٹ کالج میں داخلہ کروایا۔ جھومر چند دنوں میں اچھے ہوسٹل میں سیٹ ہو گئی کالج شہر کا ماحول سب کچھ نیا تھا۔

شروع میں جھومر بوکھلا گی مگر آہستہ آہستہ ایڈجسٹ ہونے لگی جھومر کی تمام توجہ پڑھائی کی طرف مبذول تھی وہ بالکل اپنی ماں میراں کی کاپی تھی مگر طبیعت اماں سے مختلف تھی شام کو ہاسٹل کے پارک میں بیڈ منٹن کھیلتی موٹی لمبی چٹیاں دائیں بائیں جھومتی تو لڑکیاں اس کے بالوں پر فدا ہو جاتیں سب میری ماں کی محنت ہے وہ فخر سے اپنی چٹیاں گھما کر پیچھے پھینک دیتی تو لڑکیاں بھنویں اچکا کر رہ جاتی۔ جھومر لڑکیوں کے قصے سنتی تو کانوں کو ہاتھ لگاتی وہ ذاتی طور پر صاف ستھری عادات کی لڑکی تھی غلطی کرنے پر کسی کے پیچھے پڑ جاتی تو پیچھا نہیں چھوڑتی میراں اور زیب عالم کی جان تھی ان کی بیٹی میں۔

******

گھر میں اب صرف دل آویز نہیں تھی اب اس کے دو بھائی بھی تھے ابتہاج اور حنا نے دل آویز کو اتنا چاہا اتنا پیار کیا کہ اللہ تعالی کو شاید ان کی یہی ادا پسند آگی کہ وہ چند سالوں میں دو بچوں کے ماں

باپ بن گئے۔حنا کبھی کبھی دل آویز کو بڑے غور سے دیکھتی اتنی حسین اور نرم چہرے والی لڑکی تھی کہ وہ سوچتی نہ جانے کس ماں کی بیٹی ہوگی اس کا باپ کیسا ہوگا انہوں نے عام لوگوں کی طرح دلآویز سے چھپایا نہیں تھا۔شعور سنبھالتے ہی بتا دیا تھا کہ ہم تمہارے ماں باپ نہیں ہیں تم ہمیں کس طرح ملی تھی سارے حالات بتا دیے تھے دل آویز بڑی حساس لڑکی تھی جو سوچ چکی تھی جب وہ بڑی ہوگئی تو اپنے ماما پاپا کو ضرور ڈھونڈے گی۔

ویسے اپنے بابا ابتہاج اور حنا کے ساتھ اور دونوں بھائیوں جنید جواد کے ساتھ خوش نظر آتی تھی۔اب دل آویز کالج کی سٹوڈنٹ تھی ابتہاج اور حنا نے اس کی پرورش اس کی تربیت بڑی ایمانداری سے کی تھی۔

"بابا اپنے بیٹے کو سنبھالے مجھے تنگ کر رہا ہے۔"

"بیٹا جانی یہ آپ کا بھائی بھی ہے"۔

تو دل آویز کھسیاتے ہوئے کہتی۔

"بابا مجھے پتا ہے۔"

اکثر دل آویز کی زبان پر سچ آ ہی جاتا تھا۔

*****

تاج کے بچے بھی زیر تعلیم تھے۔تاج آج بھی اسد شاہ کی سر چڑھی بیوی تھی۔اور وہ آج بھی تاج کے لیے وہی محبت اور بے چینیاں محسوس کرتے تھے۔مگر تاج کی مغرور طبیعت پر کبھی کبھی حیران

ہوتے کہ وہ اپنی خوبیوں خامیوں سمیت انکے دل میں براجمان رہی۔تاج اپنا بہت خیال رکھتی آج بھی تازہ دم نظر آتی۔

بچوں کے لیے ایک قدرے سنجیدہ اور محتاط قسم کی ماں ثابت ہوئی تھی۔شاید ہی کبھی بچوں کو مسکرا کر دیکھتی اور اب بچے اتنے بڑے ہوگے تھے کہ ماں کے اس رویے کے جیسے عادی ہوگے تھے۔تاج کی بجائے اسد شاہ بڑے فرینڈلی تھے۔

مراد شاہ کے بھی تین بچے تھے ہر دو تین سال بعد پاکستان اپنی فیملی کے ساتھ آتا تھا مگر اب مکمل وائینڈاپ کر کے پاکستان اپنی پوری فیملی کے ساتھ آنے والا تھا۔تاج کافی پریشان تھی۔وہ مراد شاہ کو بالکل برداشت کرنے والی نہ تھی۔

"اسد شاہ آپ کے بھائی فیملی کے ساتھ آرہے ہیں۔"

"جی بالکل فیملی کے ساتھ آرہے ہیں"۔

"کہاں رکیں گے۔ہمارا مطلب ہے گاؤں میں یا پھر۔۔۔۔۔"

ہمارے پاس یہی رکیں گے پھر کوئی گھر وغیرہ خرید لے گا وہ۔تو اپنے گھر اپنی فیملی کو لے کر چلا جائے گا۔

وہ تاج کی ریزرو طبیعت سے واقف تھے۔

اسی لیے مصلحتاً تفصیل بتادی۔

******

"زیب عالم میں بہت اداس ہوگی ہوں"۔

"میں یہاں ہوں تم کیوں اداس ہو گی ہو"

"آپ سے نہیں اپنی بیٹی سے اداس ہوں"

"ارے تم اپنے منان میں دل لگالو اداس کیوں ہوتی ہو۔"

"قسم سے زیب میں سچ کہہ رہی ہوں۔ جھومر کو گاوں بلوائیں میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے بھئ اس ویک اینڈ پر بلوا لیں گے اب خوش۔"

"جی بہت خوش"۔

*****

اور وہ دن بھی آگیا جب مراد شاہ پاکستان آگیا۔ بمعہ اہل وعیال زتار ہاوس میں موجود تھا۔ مراد شاہ اکیلا ہوتا تو الگ بات تھی اب اس کے بیوی بچے بھی تھے تو مناسب نہیں تھا کہ تاج کمرے میں موجود رہتیں۔ اس لیے باہر آئیں بچوں کو سر کی جنبش سے ہائے ہیلو کہا۔ اور رسماً اس کی بیوی رباب سے ملیں۔

"اور آپ سب کیسے ہیں بڑا رسماً سا پوچھا گیا۔"

"ٹھیک ہیں بھابھی آپ سنائیں کیسی ہیں۔"

"شکر ہے ﷲ کا۔"

"آپ اس وقت چائے یا کافی لیں گے۔"

"سب کے لیے چائے بنوا لیں۔"

تاج نے ملازمہ سے کہہ کر چائے کے ساتھ پر تکلف انتظام کروا لیا۔

ملازمائیں آگے پیچھے تین ٹرالیوں سمیت ڈرائنگ روم میں موجود تھیں مراد شاہ کی فطرت موقع ملتے ہی تاج کہ چہرے کا احاطہ کرلیتی مگر تاج نظرانداز کر گئی۔سب کے آگے چائے پیش کر کے کھانے پینے کی اشیا میزوں پر چن دیں۔مراد شاہ کی بیوی رباب کافی معروب سی ہو گئی اور وہ تاج کی شخصیت سے تو شروع دن سے متاثر تھی بڑے دھیان سے سوچ سوچ کر تاج کے سامنے بات کرتی چائے سے فارغ ہو کر تاج نے فہمیدہ سے کہہ کر انہیں ان کے بیڈ رومز تک پہنچا دیا قصداًسب کو اوپر کی منزل میں ہی سیٹ کروایا تھا تاج کے ذہن پر ٹھیک ٹھاک برڈن تھا وہ آزاد اکیلی رہنے کی عادی تھی اس کا بس چلتا تو ناشتے سے لے کر رات کے کھانے تک انہیں اوپر کی منزل میں پہنچا دیتی مگر مجبوری تھی ایسا کر نہیں سکتی تھی صبح اپنے وسیع لان میں واک کر رہی تھی جب مراد شاہ جاگنگ کرتا اس کے قریب آ گیا۔

"تاج تم آج بھی ویسی ہی ہو تازہ گلاب جیسی۔"

"مرادشاہ کسی خوش فہمی کو دل میں جگہ نہ دینا"۔

"حقیقت یہ ہے کہ صرف اور صرف تاجدار سے محبت۔کی ہے تم یقین کرو یا نہ کرو۔"

"مراد شاہ شرم کرو اولادیں جوان ہو چکی ہیں اور تم ابھی تک محبت جیسے احمق رشتے کا ذکر کرتے ہو۔"

"آج بھی تم ہنستی ہو تمہاری آنکھیں کیوں نہیں ہنستی کیونکہ تم۔۔۔۔۔۔۔"

"پلیز مرادشاہ ہم آگے ایک لفظ نہیں سنیں گے"۔

"سنو گی ہمیشہ سنوں گی میں تمہیں سناتا رہوں گا مراد شاہ شرارتاً ہنستا ہوا آگے نکل گیا۔"

تاج پاؤں پٹختی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

وقت دھوپ چھاؤں ہو کر گزرتا رہا۔ تاج نے اسد شاہ کے پیچھے لگ کر جلد ہی ان کا دوسرا ٹھکانہ متعین کر دیا۔

"مراد شاہ تمہیں پتہ تو ہے اپنی بھرجائی کا اس کی طبیعت کس طرح کی ہے۔"

"جی جی بھائی جان۔"

"تو میں یہ کہہ رہا تھا کوئی ذاتی گھر لے لو۔"

"بھائی جان یہاں کا اندازہ اب مجھے نہیں رہا آپ خود ہی پسند کر کے خرید لیں میں فیملی کے ساتھ خود بھی جلد شفٹ ہونا چاہتا ہوں۔"

اسد شاہ یوں ہی شرمندگی سی محسوس کرنے لگے۔

پھر جلدی ہی اسد شاہ نے اچھا سا گھر ڈھونڈ لیا جب تک مراد شاہ گاؤں اپنے والدین سے ملنے چلا گیا فیملی بھی ساتھ گئی تھی تاج نے سکون کا سانس لیا اسے اپنی زندگی میں شیئر کرنا تو کبھی آیا ہی نہیں تھا۔

*****

مراد شاہ کے بچوں کے ایڈمیشن کروانے تھے نئے گھر میں فرنیچر سیٹ کروانا کا بہت کام تھے۔

"اماں جی آپ ہمارے ساتھ چلے وہیں رہیں رباب نے بڑے لاڈ سے ساس کو پیشکش کی۔"

"نہیں رباب دلہن ہمارا گاؤں میں رہنا بہت ضروری ہے ہمارے یہاں رہنے سے کئی مزاروں کے گھر بستے ہیں اور پھر جرگے کے فیصلے بھی کرنے ہوتے ہیں۔ سارا گاؤں تمہارے سسر پر انحصار کرتا۔ اور پھر میرے بزرگوں نے یہاں زندگیاں گزاریں ہیں میرا بچپن یہاں گزرا ہے میری یادیں ہیں ادھر۔"

تین دن بعد ہی مراد شاہ جانے کا قصد کرنے لگا۔

"اماں جی گھر دیکھنا ہے پھر بچوں کے ایڈمیشن ہے بڑے کام کرنے ہیں۔"

ہاں تم ٹھیک کہتے ہو بیٹا میں تم دونوں بھائیوں کی ترقی دیکھ کر دن رات خوش رہتی ہوں یہاں ہوں پھر بھی پر تمھارے بال بچوں کی خیر ہو میں بہت راضی ہوں۔

مراد شاہ نے ماں کی گود میں سر رکھ دیا ماں جی اس کے بالوں میں محبت سے ہاتھ پھیرنے لگی۔ وقت سرکنے لگا تو تین ساڑھے تین سالوں کا پتہ ہی نہ چلا۔ کہاں پر لگا کر اڑ گئے۔

*****

جھومر یونیورسٹی جانے کے قابل ہوئی تو بابا نے بڑے لاڈ سے ایک ایک فرمائش پوری کر دی زیب عالم نے اپنی بیٹی کی کوئی بات کبھی بھی رد نہیں کی تھی۔

"بابا اب میں بڑی ہو گئی ہوں اچھے برے کی تمیز کرنے لگی ہوں۔"

"اچھا جی ہمیں تو پتہ ہی نہیں چلا"۔

زیب عالم نے بیٹی کو چھیڑا۔

"بابا پلیز میری بات تو سن لیں ہاں"۔

"بولو بابا کی جان سن رہا ہوں"۔

"بابا آپ مجھے شہر میں اپارٹمنٹ لے دیں ہوسٹل کی زندگی سے تنگ آ چکی ہوں رومیٹس ہوتی ہیں بیڈروم شیئر کرنے کو میرا دل نہیں کرتا۔"

زیب عالم سنجیدگی سے بیٹی کو دیکھنے لگے۔

واقعی اب تو آپ سمجھدار ہو گئی ہو لیکن بیٹا بات یہ ہے کہ آپ کی دادی کی مرضی کے بغیر میں آپ کو تعلیم دلوا رہا ہوں آپ میری مجبوری کو سمجھو بس یہی دو سال تو ہیں کسی طرح سے ایڈجسٹ کر لو۔ آپ کی شادی کر دیں گے اپارٹمنٹ تو کیا پھر آپ کو شہر میں بہت بڑا گھر مل جائے گا۔"""

جھومر شرما گئی۔

"بابا پلیز ایسی گفتگو نہ کیا کریں کہ میں کچھ بول بھی نہ سکوں۔"

زیب عالم ہنسنے لگے۔

"بھئی باپ بیٹی بڑے خوش نظر آ رہے ہیں۔"

"آپ کیوں جیلس ہو رہی ہیں"۔

زیب عالم تنک کر بولے۔

"میں اپنی اتنی پیاری بیٹی سے کیوں جلوں گی۔ بھلا کیسی باتیں کرتے ہیں۔"

"دیکھا آپ نے اماں جانی بابا جانی کتنے وہ ہیں۔"

زیب عالم اور میراں ہنس ہنس کر بے حال ہوگئے۔

"یہ۔۔۔۔۔۔وہ ہیں کیا ہوتا ہے ہاں"۔

جھومر کھسیانی سی ہوگی۔

اماں بابا کی ساری توجہ اور محبت جھومر اور منان پر ہوتی تھی۔ منان بھی پڑھائی سے لگاو رکھتا تھا۔ اسکا ایڈمشن لندن آکسفورڈ یونیورسٹی میں ہوگیا تھا۔ پچھلے سال سے وہ لندن پڑھنے گیا ہوا تھا۔ میراں اپنے بچوں سے جنون کی حد تک محبت کرتی تھی۔ اس کا بیٹا منان ہی تو تھا جس کی پیدائش کے بعد ساس اور سسر کے دل میں جگہ بن پائی تھی۔ آج ساری حویلی کی مالکن بنی ہوئیتھی۔

*****

اس کا یونیورسٹی میں آج پہلا دن تھا۔ عجیب سی گھبراہٹ تھی۔ ہر طرف سٹوڈنٹ نظر آرہے تھے بہت سی لڑکیاں لڑکے اپنے ڈیپاٹمنٹ ڈھونڈنے میں مصروف نظر آتے تھے۔ جھومر نے نوٹیس بورڈ سے تفصیلات لے کر موڑنا چاہا تو کسی سے ٹکرا گی۔ کتابیں نیچے گر گئیں۔

اس نے خود ہی جھک کر کتابیں اٹھائیں۔ سیدھی کھڑی ہو کر مد مقابل کو دیکھا تو تھوڑا کانفیڈینس ملنے لگا۔ مگر جلد ہی سنھلتے ہوئے بولی۔

"ائی ایم ویری سوری۔"

"آپ کو چوٹ تو نہیں لگی"۔

انتہائی طنزیہ لب ولہجہ تھا۔

کبیر کی غلطی تھی اس لیے تھوڑا شرمندہ نظر آیا۔ مگر بولا کچھ نہیں۔

بڑا جانا شناسا سا چہرہ لگا جیسے کبھی پہلے بھی دیکھا ہو۔ مگر کچھ یاد نہ آیا۔

کبیر شاہ سینیر سٹوڈنٹ تھا آخری سال تھا اس کا۔

جھومر لڑکیوں کے جھرمٹ ہی میں کہیں غائب ہوگی۔ وہ بھی اپنی کلاس لینے کے لیے آگے بڑھ گیا۔

آج وہ اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے دوستوں کے ساتھ باتیں کرنے میں مصروف تھا کہ جھومر پنک ڈریس میں تازہ گلاب بنی قریب سے گزر گی۔

"ہیلو فریشر۔۔۔۔۔۔کیسی ہو۔"

ریحان نے سینیر ہونے کا فرض نبھاتے ہوئے پوچھا۔

وہ ایک نگاہ غلط ان تینوں پر ڈالتی ہوئی آگے نکل گی۔

"واہ بھئ بڑا نخرہ ہے"۔

ریحان بد مزہ ہوا۔

کبیر کو وہ اپنے نازک سراپے سمیت ازبر ہو گی۔

******

دل آویز کے عجیب سے احساسات تھے کبھی کبھی اس کا دل کرتا ہے وہ اپنے گھر کی نوکرانی سے جھاڑو لے کر زور زور سے سے بڑے سے دلان میں پھیرے اور کبھی دل کرتا سلائی والی آنٹی کی مشین خود زور زور سے چلائے اور کبھی دل کرتا ہے بڑی بڑی دیگچیاں نزیران کے ہاتھ سے لے کر خود دھوئے۔اب بی اے بھی مکمل ہوا تو یونیورسٹی میں آنا جانا ہو گیا کچھ آزادی بھی میسر آگئ کبھی کبھی سہیلیوں کے ساتھ شاپنگ کرنے جاتی اور کبھی شام کو لائبریری جانا ہوتا اب وہ سمجھدار تھی پڑھی لکھی تھی اور ابتہاج اور حنا اس پر اعتماد کرتے تھے۔

ایک روز بازار میں مٹی کے برتن دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی۔

"ثانیہ مجھے مٹی سے بہت پیار ہے مجھے مٹی کی سوندی سوندی خوشبو بہت پسند ہے یوں جیسے یہ مٹی ہمارے وجود کا ہی حصہ ہو میں یہ بیل اور صراحی لونگی۔"

"انکل یہ سب چیزیں کیسے بنتی ہیں"۔

دل آویز بہت ایکسائٹڈ ہو رہی تھی۔

"اسے کمہار بناتا ہے"۔

لڑکی کی حیرت پر دکاندار ہنسنے لگا۔

" دل آویز بہت ہوگیا بھئی مجھے ان برتنوں میں کوئی بات نظر نہیں آرہی اور تم ہو کہ جان نثار کرنے پر تلی ہو۔"

شمشیر اپنی فراری لے کر عجیب سے روڈ پر آگیا تھا کتنی دیر سے دو لڑکیاں گاڑی کے آگے کھڑی دکاندار سے بات چیت میں مصروف تھی ایک لڑکی کے سر پر صراحی تھی اور ہاتھ میں بھی کچھ ایسے ہی برتن تھے۔

"دل آویز کتنی آکوڈ لگ رہی ہو اتارو اسے سر سے"۔

شمشیر نے ہارن پر ہارن دینا شروع کر دیا۔

"ہائے اللہ ساری انجوائمنٹ کا ستیاناس کر دیا گاڑی والا تو لگتا ہے کہیں آگ بجھانے جانے والا ہے"۔

دلاویز بڑبڑانے لگی گاڑی والا باہر نکل آیا۔

"ہیلو مس پلیز ایک سائیڈ پر ہو کر جائیں راہ گیروں کے لئے راستہ تو چھوڑ دیں۔"

دلآویز نے خون برساتی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا مگر کہا کچھ نہیں غلطی بھی تو ان دونوں کی تھی بیچ بازار میں کھڑی مٹی کے برتنوں والے دکاندار سے باتیں شروع کر دی تھیں۔

(دیکھتی کیسے ہے جیسے کچاچبا جائے گی)

شمشیر کو منہ بنا کر اس کا گھورنا زرا نہ بھایا۔

اجنبی ہے ورنہ رکھ کر ایک منہ پر دیتا شمشیر جذبذ ہوتا گاڑی میں بیٹھ گیا راستہ ملتے ہی گاڑی نکال کر لے گیا۔

ثانیہ کا معاملہ بہت گھیر تھا وہ اندرون شہر کی رہائشی تھی اس نے اپنے بارے میں بہت کچھ چھپایا ہوا تھا اور صرف تعلیم پر فوکس کرتی تھی مگر دل آویز کو تو ایڈوینچر کے سوا کچھ سوجھتا نہیں تھا رنگوں سے پیار کرتی مٹی کی دیوانی تھی ثانیہ تو اس کے شوق دیکھ کر حیران ہوتی۔

"ہائے ثانیہ میرا تو دل کرتا ہے میں میکڈونل پر یونیفارم پہن کر کاونٹر پر جلدی جلدی چپس اور برگر سرو کروں بالکل ہمارا کوئی خواب خواب نہیں رہنا چاہیے میں سمسٹر کے بعد چند دنوں کے لیے میکڈونل میں جوب کروں گی تم آنا سب لڑکیوں کو لے کر۔"

"دل آویز تم شہزادیوں جیسی آن بان رکھنے والی لگتی ہو مگر تمہاری سوچ کتنی مختلف ہے مجھے تو حیرانگی ہوتی ہے۔"

"تم ہوتی رہو حیران اور میری بس آگئی ہے میں جارہی ہوں بائے۔"

دلآویز بس میں سوار ہوگئی ساتھ میں صراحی اور بل اور چھوٹے چھوٹے برتن شاپرز اٹھائے ہوئے تھے ۔کنڈکٹر کو کافی برا لگا۔

"دیکھیں میم آپ کو بس میں سوار کرنا ہماری ڈیوٹی ہے مگر آپ کا سامان لادنا ہماری ڈیوٹی نہیں۔"

"اچھا لیکن انسانیت بھی تو کوئی چیز ہے کہ نہیں۔"

"جی بڑی مہربانی ہے ڈیوٹی ڈیوٹی ہے۔"

مسافر عورتیں معنی خیز مسکرانے لگی۔

******

جھومر کو عادت تھی گلاب کے پھول اپنی کتابوں میں رکھ لیتی وہ پڑے پڑے سوکھتے رہتے کہیں بھی گلاب دیکھتی تو دیوانی ہو جاتی گاؤں میں اپنی حویلی کے لان میں مختلف رنگوں کے گلاب لگوائے ہوئے تھے ہر روز اس کے کمرے کے گلدان میں تازہ گلاب سجے ہوتے اب چلتے چلتے گلاب کا پھول کتاب کی آخری حد پر تھا شاید اسی لیے نیچے گر گیا تھا کبیر بڑے دنوں سے سیاہ گلاسز لگا کر اس کا آتے ہوئے معائینہ کرتا تھا اب تو موقع ہاتھ آگیا تھا۔

" سنے مس آپ کا پھول۔"

"جھومر نے سر سے لے کر پاؤں تک اس کا معائینہ

کر ڈالا"۔

"میرے بالوں میں لگا دیجئے"۔

غصیلی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کاٹ کھانے کو دوڑی تھی۔

"مجھے تو کوئی اعتراض نہیں مگر پھول وہ رکھا ہوا ہے "

"شٹ آپ فضول راہ ورسم بڑھانے کی ضرورت نہیں سمجھے۔"

"بڑی خوش فہمی ہے بھئی کہاں کی حور پری ہو۔"

"جہاں کی بھی ہوں آپ سے مطلب"۔

(مجھے کیا ضرورت ہے لمبی چوڑی بحث میں پڑوں)

جھومر نے اپنی راہ لی۔تو وہ راستے میں آگیا۔

"بات مکمل کر کے جائیں"۔

"نہیں مسٹر مجھے آپ سے بات کرنی ہی نہیں ہے۔"

"یہ تو مابدولت کی انسلٹ ہے سیدھی سیدھی اور مابدولت نے کبھی اتنی بستی برداشت نہیں کی۔"

"کیا چاہتے ہیں آپ"۔

اب جھومر کچھ نرم ہوئی۔

"دوستی آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔

"توبہ توبہ--------نہ نہ نہ۔"

جھومر کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ توبہ کرنے لگی۔

جاری ہے۔

#دل_دھڑکن_اور_تم

#از_قلم_خدیجہ_شجاع

#قسط6

Longepisode#

کیا چاہتے ہیں آپ۔

اب جھومر کچھ نرم ہوئی۔

دوستی آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔

توبہ توبہ۔۔۔۔۔۔۔۔نہ نہ نہ۔

جھومر کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ توبہ کرنے لگی۔

کیا مطلب میں کچھ سمجھا نہیں۔

تو پھر سمجھ لیں ہمارے خاندان میں دوستیاں اور وہ بھی لڑکوں سے کبھی بھی نہیں۔لڑکیوں کو اس کی اجازت نہیں ہے تو اس لیے میں مجبور ہوں۔

کس کے ہاتھوں مجبور ہیں۔

خاندان کے ہاتھوں۔

جھومر نے جان بوجھ کر بڑھائی۔

تو خیر سے خاندان یہی اسی شہر میں مقیم ہو گا۔

نہیں سب گاؤں رہتے ہیں۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں کوئی نہیں۔

نہیں کوئی نہیں ہے۔

پھر تو دوستی ہو سکتی ہے۔

لیکن میرا ضمیر اور میں کیا کروں گی۔

جھومر لمبے ناخنوں سے سر کھجانے لگی۔

تو آپ ضمیر کو تھپک تھپک کر سلا دے۔

جھومر کے بلند اور خوبصورت قہقہے نے کتنے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا خود کبیر شاہ بھی ہل کر رہ گیا۔ جھومر کے پاس بلا کی خود اعتمادی تھی ہنستے ہنستے لال سرخ ہو گئی اور بینچ پر بیٹھ گئی۔اب کبیر شاہ بھی کھل کر ہنس پڑا۔

آپ کا نام۔

جھومر۔

کیا یہ کیسا نام ہے جھومر۔

کسی کو حق نہیں کہ کسی کے نام پر اعتراض کرے تو آپ ذرا۔۔۔۔

جھومر نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

میں کبیر شاہ ہو یہی اسی شہر میں رہتا ہوں آپ سچ میں مجھے اچھی لگی۔

اور جھوٹ میں ؟

ایک لمحے کو تو کبیر شاہ کچھ نہ سمجھا مگر سمجھتے ہیں ہنس پڑا کبیر شاہ اچھی پرسنیلٹی کا مالک تھا۔

اور کیا ہابیز ہیں۔

میں یہاں پڑھنے آئی ہوں تو زیادہ تر فوکس پڑھائی پر ہے ہابیز میں پالتی نہیں۔اور آپ۔۔۔۔۔

میرا ایم بی اے کا لاسٹ ائر ہے شام کو کبھی کبھار

گالف کھیلنے جاتا ہوں۔

اوکے میری کلاس کا ٹائم ہے۔

جھومر اپنا بیگ سنبھالتے ہوئے بولی۔

تھینک یو آپ
کی کمپنی اچھی لگی۔

سو نائس کہتے ہوئے جھومر آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔

دائیں بائیں سے کبیر شاہ کے دوست وارد ہوگئے۔

واہ یار۔

ریحان نے تالیاں بجائیں۔

بڑی بات ہے یار تو نے تو کبھی لڑکی کو گھاس نہیں ڈالی اب یہ کیا تھا۔

کبیر شاہ زیر لب مسکرانے لگا۔

بولتا نہیں گھامڑ کہیں کے۔

سلمان نے اسے ایک گھونسا مارا۔

جسٹ ٹائم پاس یار۔

چل یار یونیورسٹی کا آخری سال تو بھی رنگین بنا لے ورنہ تیری وجہ سے ہم نے بھی کبھی لڑکیوں سے دوستیاں ووستیاں نہیں کی۔

******

سمسٹر آف ہوا تو دلاویز نے میکڈونل میں جوب کر لی۔یونہی مارے شوق کے دوہری ہوتی رہتی۔اور گزشتہ تین دن سے یونیفارم پہنے کسٹمرز یوں اٹینڈ کر رہی تھی جیسے بڑی تجربہ کار ہو۔

شمشیر بھائی پاپا کی گاڑی ورک شاپ میں ہےاور پاپا کو ایک گھنٹے تک چاہیےاور ورک شاپ سے گاڑی بھی ایک گھنٹے بعد ملے گی اب کیا کروں۔

کرنا کیا ہے اب لنچ ٹائم ہے آو میکڈونل سے لنچ کرتے ہیں وقت بھی گزر جائے گا اور تم چاچو کی گاڑی بھی ورک شاپ سے لے لو گے۔

چلو ٹھیک ہے۔

شمشیر شاہ اپنے کام سے جارہا تھا۔جب مراد شاہ چاچو کا بیٹا واثق مل گیا۔

دونوں میکڈونلز آگے۔کاونٹر پر جانا پہچانا چہرہ دیکھ کر شمشیر شاہ متوجہ ہوا۔

سر آپ کا آرڈر۔

شمشیر شاہ پتا نہیں کس سوچ میں کھو گیا تھا۔

دلاویز اندر ہی اندر بڑی لطف اندوز ہوئی یہ وہی گاڑی والا تھا جو اس دن سڑک پر الجھنے کو تیار بیٹھا تھا۔

شمشیر شاہ اپنی نشیست پر آگیا۔دونوں نے لنچ کیا شمشیر شاہ کو بھی یاد آگیا تھا۔کہ یہ کون لڑکی تھی۔ مگر وہ ایک معروف ذہن کا لڑکا تھا اس نے زیادہ سر پر نہ لیا۔

******

آج کل مراد شاہ کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا کہ تاج اس سے ملاقات کرے جب کہ تاج بالکل خاموش تھی۔

وہ کسی اور سوچ میں تھی واثق رائمہ میں دلچسپی رکھتا تھا اور یہ بات کسی صورت بھی مناسب نہیں تھی کیوں کہ جب آخری وقت مراد شاہ ان سے ملا تھا تو ان دنوں اسد شاہ ملک سے باہر تھے اور تاج حاملہ ہو چکی تھی۔ تو یوں رائمہ مراد شاہ کی بیٹی تھی واثق کی بہن اور اب اس سارے معاملے کو ہینڈل کرنا بھی ایک کام تھا۔

اور تو اور مراد شاہ بھی دل سے راضی تھا اب وقت آگیا تھا جب وہ مراد شاہ کو سب کچھ سچ بتا دیتی تاکہ گیند اس کی کوٹ میں گر جاتی اور حالات کو وہ خود اپنے تئیں قابو میں لاتا۔ موبائل کی بپ بجنے پر تاج نے موبائل اٹھایا مراد شاہ کی کال تھی۔ وہ سنہری بال کھولے آرام دہ کرسی پر بیٹھی تھی۔

بولو کیا بات ہے؟

تاج ہمیشہ کی طرح رکھائی سے بولیں۔

تم سے ملنا چاہتا ہوں۔

کہاں؟

ہوٹل میں کمرہ بک کروا لیتا ہوں۔

نہیں ہم تمہارے ساتھ صرف ڈنر کریں گے۔

اوکے اتنا ہی بہت ہے جانو تم حکم کرو۔

آج رات انتظار کرو۔

مراد شاہ ایک دم سے خوشی سے جھوم اٹھا۔

اسد شاہ بڑی معروف ہستی بن گیا تھا سیاست میں ایک نام بنا چکا تھا اور ساتھ میں اچھا بزنس مین بھی تھا۔ کبھی کبھی ضرورت پڑتی تو ابا جان جرگے کے فیصلے کے سلسلے میں اسد شاہ کو بلا لیتے۔

*****

شمشیر انارکلی شاپنگ کے لیے آیا تھا۔ شاپنگ بیگز گاڑی میں رکھ کر وہ جیسے ہی مڑا تو وہی ہنستا مسکراتا چہرہ اسکے قریب سے گزرا۔ پتہ نہیں کس جذبے کے تحت شمشیر بھی ان دونوں لڑکیوں کے پیچھے ہولیا۔

دلاویز تم بہت ضدی لڑکی ہو تمہیں میرے گھر نہیں آنا چاہیے۔ تمہیں نہیں پتا ہم کون ہیں۔

کون ہیں کیا ہوتا ہے انسان ہی ہو۔

میں تمہیں کیسے سمجھاوں۔

شمشیر دونوں لڑکیوں کی گفتگو سن سکتا تھا۔ اس کا تجسس بھی بڑھ گیا کہ" آخر یہ کون لوگ ہیں؟"

آخر کار وہ ایک رکشے کو ہاتھ دے کر اس میں سوار ہو گی شمشیر شاہ نے تیزی سے گاڑی کی طرف حرکت کی اور گاڑی سٹارٹ کر کے پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ رکشا عجیب سے محلے میں آکر رکا۔ شمشیر کی گاڑی بھی تنگ گلیوں میں نہیں جا سکتی تھی۔ وہاں کا تو ماحول ہی نرالا تھا۔ ایک منٹ سے پہلے شمشیر کو سب سمجھ میں آگیا تھا۔ ثانیہ ابھی بھی دلاویز کو واپس جانے کا کہہ رہی تھی مگر وہ بےوقوفی کی آخری حد پر کھڑی تھی۔

چلتے چلتے وہ ایک بارونق گلی میں داخل ہوئی اور لکڑی کے مضبوط بنے داخلی دروازے میں چلی گی۔وہ سیڑھیاں چڑھ چکی تھی جس وقت شمشیر بھی ان کے پیچھے دبے پاوں آگیا۔اوپر بہت بڑا خوبصورت رنگین کمرہ تھا۔غالباً یہیں مجرا ہوتا تھا۔مگر ان لڑکیوں کا یہاں کیا کام۔

اتنے میں ایک عورت آئی جو شاید یہاں کی کام والی تھی۔شمشیر شاہ عجیب سی شش وپنج میں تھا۔ اسے یہ پتہ چل گیا تھا کے ایک لڑکی یہاں کی رہائشی ہے اور دوسری بالکل گھریلو لڑکی ہے۔اسے ہر حال میں دوسری لڑکی کو بچانا ہے۔

جی صاحب جی آپ کون؟

وہ عورت عجیب انداز میں مسکرائی۔

ہم شمشیر شاہ ہیں ہمیں تمہاری نائقہ سے ملنا ہے۔

شمشیر شاہ پورے اعتماد سے صوفے پر براجمان ہوگیا۔اس وقت شام چار بجے کا ٹائم تھا۔شمشیر شاہ بڑی بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔

دل اویز کے وہم گمان میں نہیں تھا کہ وہ کہاں آگی ہے۔مگر یہاں کا ماحول عجیب سا تھا لڑکیاں نیم عریاں کپڑوں میں تھیں۔گھر میں اتنی زیادہ لڑکیاں کون تھیں بڑی عمر کی عورتوں بنی سنوری ہوئی تھیں جیسے کسی کی شادی ہو۔۔ثانیہ اسکے لیے کولڈڈرنک اور کچھ کھانے کے لوازمات لے آئی

ثانیہ یہ تمہارا گھر کیسا ہے میرا مطلب یہ لڑکیاں کون ہیں۔

دل اویز میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ میرے گھر مت آؤ یہ کوٹھا ہے۔

کیا؟؟؟؟؟؟

دلاویز کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گی۔

دو خرانٹ عورتوں نے ثانیہ کو گھورا۔

اتنی دیر میں ایک ملازمہ نے آکر دوسری عورت کو کوئی پیغام دیا۔

لڑکیوں حسنہ بیگم تم دونوں کو بلا رہی ہیں جاو۔

ثانیہ دلاویز کو لے کر بایر والے کمرے میں آگی۔دلاویز بے حد پریشان اور ہراساں تھی۔وہ اندر سے سہم گی تھی یہ ماحول کسی صورت اس سے برداشت نہیں ہورہا تھا دلاویز کو دیکھ کر شمشیر کھڑا ہوگیا اور بڑی بے تکلفی سے بولا۔

چلیں کزن۔

تو وہ صرف سر ہی ہلا سکی۔

شمشیر شاہ سے بازو سے پکڑ کر تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگا باہر ماحول بھی کچھ اچھا نہیں تھا ہر کوئی دل کو آنکھیں نکال نکال کر دیکھ رہا تھا شمشیر نے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا اور اسے تقریبا اندر دھکا دے دیا۔اور خود فرنٹ سیٹ پر آکر بیٹھ گیااور زن سے گاڑی نکال کر لے گیا وہ دل ہی دل میں ہزار بار اللہ کا شکر کرنے لگی۔تو شمشیر نے نسبتاً کھلے ایرے میں آکر گاڑی روکی۔

میڈم آپ بتا سکتی ہیں کہ آپ کون ہیں؟

شمشیر شاہ پورے رعب سے بولا۔

میں دلاویز ہوں اقبال ٹاؤن رہتی ہوں بابا کا نام ابتہاج ہے بزنس کرتے ہیں۔

وہ ایک ہی سانس میں سب اگل گی۔

اور یہاں کیا کرنے آئی تھی۔

دل آویز خاموش تھی۔شمشیر شاہ دھاڑ کر بولا۔

میں پوچھ رہا ہوں کیا کرنے آئی تھی۔

وہ میری سہیلی ہے ہم نیورسٹی میں اکٹھے کرتی ہیں میں اس کے گھر آئی تھی۔

پھر کیسا لگا اس کا گھر۔

شمشیر نے اس سے پوچھا۔

دیکھے مجھے کچھ پتا نہیں تھا میں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں آپ بس مجھے یہی چھوڑ دیں۔

دلاویز بری طرح سے ڈر گئی تھی۔

فکر مت کرو میں تمہیں بحفاظت تمہاری منزل پر پہنچاوں گا گھر کا اڈریس بتاؤ۔

شمشیر نے گھر کا ایڈریس بتاتے ہی گاڑی اس راستے پر ڈال دی۔

اب دلاویز بے آواز رو رہی تھی حقیقت میں وہ آج بڑی ذلیل ہوئی تھی۔اس بری طرح سے احساس ندامت مار رہا تھا۔گھر کے آگے گاڑی روک کر شمشیر نے کہا۔

بلاو اپنے باپ کو ذرا اس کی بیٹی کا کارنامہ بتاؤں۔

نہیں پلیز آپ ایسا مت کریں آپ مجھے معاف کر دیں۔

میں کل ہی ثانیہ سے دوستی ختم کر دوں گی۔

شمشیر شاہ کا دل پسیج گیا اس کی منت کارگر ثابت ہوئی۔

میں سائے کی طرح تمہارے ساتھ ہوں سمجھی جہاں مجھے ایسی کوئی بات نظر آئی تو بہت بری طرح پیش آؤں گا۔

شمشیر شاہ تو یوں حق جتا رہا تھا جیسے اس کی زوجہ محترمہ ہو۔کیا میں نے کسی بے یارومدد گار لڑکی کی مدد کی ہے نہیں تو پھر ایک انجان لڑکی کا پیچھا کرنا اور اسے اتنی بڑی افتادہ سے بچا لینا یہ سب کیا ہے وہاں کی حسنہ بیگم تو اسے سنبھال چکی تھی یعنی کہ اگر بروقت میں اسے چالیس ہزار کا چیک نہ تھماتا اور دل کو اپنی کزن ظاہر نہ کرتا تو لڑکی تو کوٹھے کی زینت بن چکی تھی اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ لڑکی ثانیہ دل آویز کا پیچھا اتنی آسانی سے چھوڑ دے گی نہیں کبھی نہیں وہ ایک دو بار لازمی ٹرائے کرے گی کہ دلآویز اس کے چنگل میں پھنس جائے اس پاگل لڑکی سے تو کچھ بھی بیعد تھا۔

شمشیر شاہ اپنے بیڈ پر اڑا ترچھا لیٹا سوچ رہا تھا میں متواتر کیوں اس کے بارے میں سوچے جا رہا ہوں کہیں مجھے اس سے محبت تو نہیں ہو گی۔شٹ یار راہ چلتی سے محبت ہوتی ہے کوئی اس نے اپنے آپ کو جھٹلایا۔

*****

ریسٹورانٹ کے نیم تاریک گوشے میں مراد شاہ کے سنگ تاج دار کینڈل لائٹ ڈنر کرنے میں مصروف تھی۔پیچ اور بلیک سوٹ میں وہ آج بھی آتش حسن نظر آتی تھی۔مراد شاہ جی جان سے فدا تھا۔ڈنر کے بعد تاج نے ٹیشو سے اپنی نازک انگوٹھیوں والی انگلیاں صاف کی اس کی گوری کلائی میں نازک ہیرے کا بریسلیٹ جگمگا رہا تھا۔مراد شاہ گہری مسکراہٹ لیے اس کی ایک ایک حرکت دیکھ رہا تھا۔

مراد شاہ آج آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔

جی حکم تاج بیگم۔

مراد شاہ تم نے محسوس کیا ہے کہ تمہارا بیٹا واثق رائمہ میں دلچسپی رکھتا ہے۔

مراد شاہ کی سوچ کا زاویہ بدلا۔

نہیں ابھی تک تو میں نے ایسا کچھ محسوس نہیں کیا اور اگر ایسا ہے بھی تو یہ اچھی بات ہے اس میں برائی کیا ہے.

مراد شاہ لاسٹ ٹائم جب ہم ملے تھے تو اسد امریکہ ٹور پر گیے تھے تین ماہ سے وہیں تھے اور اسی دوران میں حاملہ ہوچکی تھی۔

مراد شاہ کے کان سائیں سائیں کرنے لگے یہ تاج کیا کہنا چاہ رہی تھی؟

اسد شاہ کے آتے آتے میں چونکہ ماں بننے والی تھی تو یوں رائمہ تمہاری اولاد ہے تمہاری بیٹی۔

مراد شاہ کا سکون تہہ و بالا ہوگیا۔

یہ تم کیا کہہ رہی ہو تاج تم ہوش میں تو ہو۔

میں ہوش میں ہوں تمہیں ہوش میں آنے کی ضرورت ہے۔

مراد شاہ بری طرح سے ڈسٹرب ہوگیا تھا۔

تاج تم سچ کہہ رہی ہو؟

مراد شاہ کسی عورت کو شوق نہیں ہوتا کہ اپنی عزت کا جنازہ خود ہی نکالتی پھرے۔

تاج سخت لہجے میں بولی۔

رائمہ شاہ مراد شاہ کی بیٹی تھی مراد شاہ یقین اور بے یقینی کے عالم میں تھا۔

تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔

اگر اب بھی ہم ضرورت محسوس نہ کرتے تو تمہیں اب بھی آگاہ نہ کرتے۔یہ راز تاج دل میں لیکر دنیا سے چلی جاتی۔

تاج نے کڑے تیوروں سے جملے ادا کیے۔

مراد شاہ بڑی تکلیف دہ کیفیت سے دوچار تھا۔اس بات کو قبول کرنا خاصا دشوار تھا۔

ہم چاہتے ہیں کے تم اپنے بیٹے کی توجہ رائمہ کی طرف سے ہٹاو۔ہم چاہتے ہیں کے تم اپنے بیٹے کی توجہ رائمہ کی طرف سے ہٹاؤ اسے سمجھاؤ کہ رائمہ ابھی بمشکل سولہ سترہ سال کی ہے کچھ بھی کہو کچھ بھی کرو۔

تمہارا کیا مطلب ہے میں اسے سچ بتا دو ؟

نہیں مرادشاہ تم پاگل ہو گئے ہو تم کوئی دوسرا راستہ اپنا لو اسے باہر بھیج دو ہم سمجھتے ہیں یہی بہتر رہے گا اور پھر رائمہ تھوڑی اور سمجھ دار ہو جائے تو ہم اسد شاہ کی توجہ رائمہ کی شادی کی طرف راغب کریں گے۔اس طرح ہی اس گھمبیر مسئلے کو حل کیا جا سکتا ہے۔

تاج اپنی بات کر کے خاموش ہو گی مراد شاہ کی آنکھوں میں تاج کی محبت کی چمک کی بجائے گہرا احساس تھا۔کئ ساعتیں خاموشی سے گزر گئی۔آخر کار تاج کی تدبیر ہی ٹھیک لگی۔

میں واثق کے سٹیٹ جانے کے انتظام کرتا ہوں اس سے بہتر حل تو اور کوئی نہیں ہے۔

تاج کے چہرے کا تناؤ کچھ کم ہوا۔

تم نے اتنی بڑی بات دل میں رکھی اس سے نبرد آزما بھی ہوئی بہت بڑا دل ہے تمہارا تاج بیگم۔

مراد واقعی میں حیران تھا۔

مرادشاہ ہم گھر جانا چاہیں گے۔

ہاں چلو۔

******

ہیلو جھومر کیسی ہیں ؟

اے ون۔

آئیں کینٹین چلتے ہیں۔

کس لئے چائے کافی کے لئے ہی کنٹین جایا جاتا ہے۔جھومر نے ہنستے ہوئے اپنی اسائنمنٹ کے کاغذ سمیٹے اور کبیر کے ساتھ چل پڑی۔

آپ بہت خوبصورت ہیں۔

جی جانتی ہوں۔

مجھے یوں لگتا ہے جیسے آپ ہر وقت میرا مذاق اڑاتی رہتی ہیں۔

ارے چھے فٹ کے اتنے بڑے آدمی کا مذاق ہماری کیا مجال ہے بھئ۔۔

کافی پیتے ہوئے کبیر شاہ نے بتایا کہ وہ اسے اچھی لگنے لگی ہے۔

مجھ سے پہلے کتنی اچھی لگیں ہیں۔

اللہ کا شکر ہے ابھی تک تو اپنا پاسٹ کلیر ہے۔

میں آپ سے کوئی کمنٹ نہیں کر سکتی۔
کیا کوئی خاص وجہ آپ انگیج ہیں۔
خاص وجہ یہ ہے کہ ہم روایتی سے لوگ ہیں ہمارے خاندان میں شادی اپنے حسب و نسب والوں میں ہوتی ہے دوسری بات یہ کہ میں سنگل ہوں۔
آپ ان روایتی اور فرسودہ قسم کی باتوں پر یقین رکھتی ہیں۔
یقین تو نہیں رکھتی مگر ہماری زندگیوں کا حصہ ہے تو پھر ہے۔اور مسٹر سیدھے سیدھے دوستی نبھانی ہے تو ٹھیک اس سے آگے کی مجھ سے توقع نہ رکھنا۔
یہ کہہ کر جھومر یہ جا وہ جا۔
اور کبیر شاہ اپنے آپ کو بڑا کچھ سمجھنے والا جھومر کی پشت پر لمبی سنہری چوٹی دائیں سے بائیں ہلتی دیکھتا رہ گیا کتنی۔
گھمنڈی لڑکی ہے کبیر شاہ بھنا کر رہ گیا۔

*****

شمشیر شاہ نے گھر کے ایک نوکر کی ڈیوٹی دلآویز کے محلے میں لگا دی تھی۔وہ ہر خبر رکھتا دلآویز کتنے بجے گھر سے نکلتی ہے کتنے بجے واپس آتی ہے وغیرہ صبح اس کے فادر ڈراپ کرتے ہیں کہ وہ تنہا آتی ہے۔اب شمشیر نے نیاز کی ڈیوٹی یونیورسٹی کے باہر لگا دی تھی آج کی رپورٹ یہ تھی کہ یونیورسٹی کے باہر ایک لڑکی کے ساتھ دل آویز الجھ رہی تھی وہ معافی تلافی چاہ رہی تھی جب کہ دل آویز اس سے قطع تعلق کر رہی تھی مگر دوسری لڑکی پر ذرا برابر بھی اثر نہیں ہو رہا تھا۔یونیورسٹی کا

پوائنٹ آیا اور دل آویز اس نے میں سوار ہوگئ گی اور دوسری لڑکی رکشے سے چلی گئ اب اس نے گھر کی بجائے یونیورسٹی کے جس گیٹ سے دلآویز نکلتی اس گیٹ پر نیاز کی ڈیوٹی لگا دی نیاز سادہ سی رپورٹ روزانہ شمشیر کو لا کر دیتا۔ آج تقریباً دو ہفتوں بعد یونیورسٹی کے گیٹ پر تھا جیسے ہی وہ باہر نکلی شمشیر گاڑی اس کے قریب لے آیا اور فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول دیا دلآویز نے ڈرتے ہوئے گاڑی میں دیکھا تو شمشیر شاہ کو دیکھ کر تیز تیز قدم اٹھانے لگی۔ شمشیر نے گاڑی کی سپیڈ بڑھائی۔

اے لڑکی سیدھی طرح گاڑی میں بیٹھو بلاوجہ کیوں تماشا بنا رہی ہو۔

میرے پیچھے آنے کا کیا مطلب ہے آپ کا۔

یہ تم اندر بیٹھ کر پوچھ سکتی ہو آجاؤ۔

اور چار و نا چار اسے فرنٹ سیٹ پر بیٹھنا پڑا۔

بتائیں میرے پیچھے آنے کا مطلب۔

اچھا یوں تو کوٹھے تک محترمہ کی رسائی ہے اور ایک شریف النفس جو وہاں تمہاری قیمت ادا کر کے باعزت رہا کروا کر لایا ہے وہ مشکوک ہوگیا شکریہ کے دو لفظ کہتے تمہاری زبان گھستی ہے یوں پیش آرہی ہو جیسے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

شمشیر نے تابڑ توڑ دلآویز کی خبر لے ڈالی دلاویز کا یہ عالم تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

اب زبان ان کو چپ لگ گئی ہے۔

شمشیر شاہ بھی خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرنے لگا دل آویز سوچوں میں گھر گئی۔ شمشیر شاہ نے کسی ریسٹورنٹ کے آگے گاڑی روکی۔

مجھے گھر جانا ہے دل آویز منمنائی۔

گھر بھی چلی جائیں گے باہر آؤ۔

وہ مقناطیسی انداز میں شمشیر کے پیچھے چلنے لگی۔دلآویز کے چہرے سے پریشانی ہویدا تھی اب شمشیر کو اس کی شکل پر بارہ بجے دیکھ کر ہنسی بھی آئی اور رحم بھی آیا۔

پلیز رلیکس ہو جاؤ ڈرنے کی یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے دراصل میں تمہیں خاص مقصد کے لئے یہاں لایا ہوں۔

دلاویز کا رنگ پیلا پڑ گیا۔

کونسا خاص مقصد۔

شمشیر اس کی حالت پر بڑا انجوائے کرنے لگا تھا۔

کھانا کھاؤ پلیز۔

وہ چاہتے نا چاہتے کھانا کھانے لگی نوالہ اندر نگلے اور وہ باہر کو آئے۔شمشیر شاہ نے کھانے کے دوران اس کی مصروفیت اور اس کے بارے میں مزید معلومات لیں اور پوچھا کہ اس لڑکی ثانیہ کے ساتھ تمہارے تعلقات کب سے تھے۔

تقریباچھ ماہ ہوئے ہیں ہم کلاس فیلوز ہیں۔

اس دن کے بعد سے اس نے تم سے رابطہ کیا۔

جی ہر دوسرے تیسرے دن وہ مجھ سے معافی مانگتی ہے۔

کسی اور لڑکی سے اس کی دوستی ہے۔

ہاں میرے بعد حبیبہ نامی لڑکی سے اس کی دوستی ہوئی ہے لیکن آپ اس کے بارے میں یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہیں۔

تمہارے لیے۔۔۔۔۔تمہارے لیے ورنہ وہ میرے ماموں کی بیٹی تو نہیں ہے نہ۔

شمشیر نے اسے اپنا کارڈ دیا۔

تمہیں اس سے کوئی خطرہ محسوس ہو تو مجھے اس نمبر پر کال کر لینا وہ طوائف ہے اور تم اس کے ساتھ طوائفوں کے کوٹھے پر چلی گئی تھی ایک دن میں نے تمہیں اس کے ساتھ بازار میں دیکھا تھا تم پتا نہیں کیا کوڑ کباڑ خرید رہی تھی تم تو ریزن ایبل لگ رہی تھی مگر وہ خاص وہی لگ رہی تھی پھر چند دن بعد تم میکڈونلڈز کے کاونٹر میں ان ڈیوٹی نظر آئی تو مجھے حیرت ہوئی۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔

#دل_دھڑکن_اور_تم

#از_قلم_خدیجہ_شجاع

#قسط7

"تقریبا چھ ماہ ہوئے ہیں ہم کلاس فیلوز ہیں۔"

"اس دن کے بعد سے اس نے تم سے رابطہ کیا۔"

"جی ہر دوسرے تیسرے دن وہ مجھ سے معافی مانگتی ہے"۔

"کسی اور لڑکی سے اس کی دوستی ہے۔"

"ہاں میرے بعد حبیبہ نامی لڑکی سے اس کی دوستی ہوئی ہے لیکن آپ اس کے بارے میں یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"تمہارے لیے۔۔۔۔۔تمہارے لیے ورنہ وہ میرے ماموں کی بیٹی تو نہیں ہے نہ"۔

شمشیر نے اسے اپنا کارڈ دیا۔

"تمہیں اس سے کوئی خطرہ محسوس ہو تو مجھے اس نمبر پر کال کر لینا وہ طوائف ہے اور تم اس کے ساتھ طوائفوں کے کوٹھے پر چلی گئیں تھیں ایک دن میں نے تمہیں اس کے ساتھ بازار میں دیکھا تھا تم پتا نہیں کیا کوڑ کباڑ خرید رہی تھی تم تو ریزن ایبل لگ رہیں تھیں مگر وہ خاص وہی لگ رہی تھی پھر چند دن بعد تم میکڈونلڈز کے کاونٹر میں ان ڈیوٹی نظر آی تو مجھے حیرت ہوئی میں نے تمہیں پہچان لیا تھا میں انارکلی۔۔۔۔شاپنگ کے لیے گیا تھا اور تم مجھے اس لڑکی ثانیہ کے ساتھ انارکلی نظر آئیں تم اپنے علاقے سے بہت دور تھی ایک تجسس مجھے تمہارے پیچھے لے گیا یا پھر اللہ نے تمہیں بچانا تھا میں نے تمہیں شاہی محلے میں اینٹر ہوتے دیکھا تو میں اور بھی چوکنا ہو گیا ثانیہ تمہیں اوپر کی منزل پر لے گئی میں تمہارا پیچھا کرتا ہوا پہنچ گیا میں بھی پہلی دفعہ ہی وہاں گیا تھا مگر پھر بھی ان کی نائقہ سے کہا کہ میں اپنی کزن کے ساتھ آیا ہوں مجھے تمہارے نام کا بھی پتہ نہیں تھا وہ بھی بڑی تیز عورت تھی اس نے مجھے ہر طرح سے جانچ لیا تھا وہ تو ایک لمحے میں تمہاری مالکن بن بیٹھی تھی جب میں نے چالیس ہزار کا چیک لکھ کر اس کے ہاتھ میں دیا تو اس نے ایک منٹ سے پہلے تمہیں میرے ساتھ بھیج دیا اور میں نے تمہیں تمہارے گھر پہنچا دیا بھلا اتنا سیدھا اور اتنا شریف آدمی تمہیں کہاں سے ملے گا۔

"جی آپ نے ٹھیک کہا۔"
وہ فورا اس کی بات سے متفق ہوئی تھی۔
اور بات سمجھ میں آتے ہی دلاویز شرمندہ سی ہوگئی۔
"آپ کا نام۔"
"شمشیر شاہ۔"
"شمشیر صاحب میں آپ کی بڑی شکرگزار ہوں مجھے ثانیہ سے اس طرح کی کوئی توقع نہیں تھی ورنہ میں اس سے دوستی ہی نہ کرتی۔"
"آپ کو صفائی دینے کی ضرورت نہیں آپ کے ہر انداز سے اتنی بیوقوفی جھلکتی ہے کہ کوئی بھی سمجھ جائے گا آپ کیا سمجھ سکتی ہیں اور کیا نہیں"۔
اب دلاویز کھل کے ہنس پڑی وہ ہنستی ہوئی اور بھی اچھی لگی۔
"چلیں اب میں آپ کو ڈراپ کردوں۔"
"چلیں"۔

*****

جھومر شاپنگ مال سے نکل رہی تھی جب کبیر شاہ اسے وہیں مل گیا۔
"ہیلو کیسی ہو۔"
"فائن۔"
"شاپنگ کرنے آئی تھی"۔

"نہیں جھک مارنے آئی تھی۔"

"جھک مار لی ہو تو آئیں ساتھ کافی پی لیتے ہیں۔"

"اگر میں کہوں کہ مجھے دیر ہو جائے گی۔"

"تو سراسر جھوٹ بولیں گیں۔"

جھومر کو غصہ تو آیا مگر اگنور کر گئی پھر اس کے ساتھ کیفے ٹیریا چلی ائی۔سردی بھی بہت تھی صبح سے بادل گرے ہوئے تھے ہر طرف دھند پھیلی ہوئی تھی۔کبیر شاہ اس کا چہرہ دیکھنے میں محو تھا۔

"مسٹر ہوش کریں۔"

جھومر نے انگلی سے ٹیبل بجائی تو کبیر مسکرایا۔

آج کل وہ پور پور جھومر کی محبت میں ڈوبا پڑا ہوا تھا مگر جھومر کی سخت مزاجی نے اسے باندھ رکھا تھا وہ اسے پٹڑی سے اترنے ہی نہیں دیتی تھی۔

"آپ کس مٹی کی بنی ہوئی ہیں۔"

"چائنہ کی مٹی کی بنی ہوئی ہوں۔"

"وہ تو ہر طرف مولڈ ہو جاتی ہے۔"

جھومر لا جواب ہوئی۔

"ہم دونوں کے بیچ فضول باتوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔"

جھومر اکتا کر بولی۔

"آپ کچھ ہونے ہی نہیں دیتی۔"

کبیر شاہ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔
"کبیر شاہ آپ مجھ سے امیدیں مت باندھیں خدارا سمجھنے کی کوشش کریں۔"
"میرے جذبے اتنے سچے ہیں کہ انشاءاللہ میں ایک نہ ایک دن آپ کو اپنا بنا لوں گا۔"
جھومر استہزایہ ہنسی۔جیسے کہہ رہی ہو
دیکھیں گے۔

*****

دلآویز شام کے ڈھلتے سائے میں اپنے ٹیرس پر تھی سورج غروب ہونے کا منظر بہت ہی خوبصورت لگ رہا تھا ایسے میں شمشیر شاہ یاد آنے گیا۔کھلی ہوئی سرخی مائل رنگت گھنے سیاہ بالوں کا خوبصورت سٹائل اور اونچا لمبا قد چوڑے شانے اور اتنا فرشتہ صفت کہ دلآویز بے حد انسپائر تھی۔
اگر وہ خطرناک عورتیں مجھے اس کوٹھے سے نیچے اترنے ہی نہ دیتی تو میں کیا کر سکتی تھی میری زندگی کیا ہوتی پہلے ہی قسمت نے عجیب سا کھیل کھیلا ہے نہ والدین کا پتہ ہے نہ کوئی کچھ بتانے والا ہے۔
بابا اور ماما کی وہ بہت عزت کرتی تھی مگر کبھی کبھی شدید خواہش جاگتی کہ اپنے سگے والدین کے متعلق معلوم کرے۔
بس میں تو ایک سوالیہ نشان ہوں۔ثانیہ کو میں نے یہ بات بتا دی تھی کہ مجھے میرے ریل پیرنٹس کا پتہ نہیں ہے کہ وہ کون ہیں شاید اسی لیے اس کے حوصلے بڑھ گئے تھے کتنی مکار نکلی۔یہ تو مالک حقیقی کا شکر ہے کہ میں واپسی اپنے گھر میں ہوں مگر اب شمشیر شاہ جو واقعی شیر جیسے ہی لگتے تھے

ان کا کیا کرو یہ تو کہیں سے بھی ٹپک جاتے ہیں۔جب میں نے ثانیہ سے دوستی ہی ختم کر دی ہے تو پھر یہ شمشیر شاہ میرے پیچھے کیوں آتے ہیں؟ اور انھیں دیکھتے ہی دل کی دھڑکن تیز ہونے لگتی ہیں۔ عجیب دل کی مریض سی ہو جاتی ہوں وہ اپنے خیالوں میں خود سے سوال کرتی رہی۔اور خود سے جواب طلب کرتی رہی۔میں ہمت کر کے اپنے والدین کو ضرور ڈھونڈوں گی۔

اس نے ہاتھ اٹھا کر صدق دل سے اللہ سے دعا مانگی۔اے میرے مالک میری صدا سن لے تو مجھے میرے والدین لوٹا دے میرے اندر کا خلا پر کر دے۔اے اللہ میرا ادھورا پن دور کر دے۔منہ پر ہاتھ پھیر کر اسے ایسا لگا جیسے سچ مچ اس کی دعا قبول ہو گئی ہو اس کو گونہ احساسِ سکون ہوا اور اگلی صبح اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا اس کے خوابوں خیالوں میں بھی نہیں تھا۔

اگلی صبح یونیورسٹی سے واپسی پر وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر سڑک کے کنارے پر چل رہی تھی جب ایک گاڑی اس کے پاس آ کر رکی اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی کسی نے کپڑا اس کے ناک پر رکھا اور وہ اپنے ہوش کھو گئی۔

دو ڈھائی گھنٹے بعد ہوش آیا تو وہ کسی کمرے میں تھی اور کمرے میں نیم تاریکی تھی وہ ہوش میں آتے ہی جلدی سے دروازے کی طرف بڑھی مگر دروازہ باہر سے بند تھا وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی دائیں طرف ایک اور دروازہ نظر آیا وہ جلدی سے اس طرف بڑی دروازہ آرام سے کھل گیا مگر وہ واش روم تھا باتھ روم میں بائیں طرف ایک کھڑکی تھی اس نے آگے بڑھ کر جھنکا دور دور تلک گھاس اُگی ہوئی تھی کوئی انسان ذی روح دکھائی نہیں دے رہا تھا۔دروازہ بند کرتی وہ واپس کمرے میں آ گئی اور ڈرتے کانپتے باہر کو کھلنے والا دروازہ ڈھڑ ڈھڑانے لگی۔منتیں کرنے لگی کہ دروازہ کھول دو۔مجھے چھوڑ

دو سب کچھ بیکار تھا وہ تھک کر بیڈ کے کونے پر بیٹھ گئی تھی انسو قطار در قطار رخسار بھیگونے لگے تھے۔"اے اللہ میری مدد فرما اے اللہ مجھے بچا لے میری عزت کی نگہبانی کرنا۔"وہ گوٹنوں میں منہ چھپاتی اللہ سے دعا گو تھی۔

اتنی دیر میں ایک ہٹا کٹا آدمی کھانے کی ٹرے لیے اندر آیا۔

"لڑکی کھانا کھا لو"۔

"بات سنیں میں کہاں ہوں۔پلیز مجھے جانے دیں میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے۔"

وہ فورا اٹھ کھڑی ہوئی۔اور اس آدمی سے کہنے لگی مگر وہ کوئی بھی جواب دیئے بغیر واپس چلا گیا۔

اسے یک دم شمشیر شاہ یاد آنے لگا کہیں مجھے شمشیر شاہ نے تو کڈنیپ نہیں کروایا اس کا ذہن جیسے ماوف ہونے لگا۔وہ دونوں ہاتھوں پر سر گرا کر بیٹھ گی غم سے نڈھال ہو رہی تھی۔

"مجھے کیا ضرورت تھی شمشیر شاہ سے تعلقات رکھنے کی غلطی تو میری اپنی ہے۔"

اگر یہ رات یہی گزر گی تو میں کیا کروں گی اگلی صبح مجھ پر کون یقین کرے گا۔رو رو کر اس کا حلق خشک ہونے لگا تو کھانے کے ساتھ رکھا پانی کا گلاس کانپتے ہاتھوں سے اٹھایا اور منہ کو لگا لیا۔وقت کتنا گزر چکا تھا اسے اندازہ نہیں تھا۔

******

پچھلے دس دنوں سے چاچو کا نیا آفس سیٹ کروانے میں لگ گے تھے آج بہت تھکاوٹ تھی۔فون سائلنٹ پر لگا کر وہ سو گیا۔دلآویز پر کیا بیت رہی تھی اس کے فرشتوں کو بھی نہیں پتہ تھا۔

نیاز نے اسے اپنی آنکھوں سے کڈنیپ ہوتے دیکھا تھا۔اس نے جلدی سے گاڑی اس کے پیچھے لگادی۔ تقریباً دو گھنٹے بعد گاڑی پھول نگر کے سنسان ایریے میں رکی اور لڑکی کو بے ہوشی کے عالم میں عمارت کے اندر لے گئے۔جگہ مقام ذہن میں رکھتے ہوئے نیاز نے شمشیر صاحب کے ساتھ پوری وفاداری نبھائی۔لڑکی کو اٹھانے والے ایک آدمی کو نیاز اچھی طرح سے جانتا تھا۔نیاز بھی سٹپٹا گیا کہ اس کو لڑکی اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔

نیاز نے راستے میں فون کیے مگر دوسری طرف مطلوبہ نمبر کے بند ہونے کی دھائی جاری تھی۔گھر آکر بیگم صاحبہ سے چھوٹے صاحب کا پوچھا تو پتہ چلا وہ سو رہے ہیں۔نیاز موقع دیکھ کر شمشیر کے بیڈروم میں چلا گیا۔

"صاحب جی۔۔۔۔۔۔۔"

ہاتھ سے ہلاتے ہوئے صاحب جی کو جگانہ بھی مصیبت کو آواز دینے والی بات تھی۔

"صاحب جی اٹھیں ایک ضروری بات کرنی ہے"۔

شمشیر نیند میں مست اس کی طرف مڑا نیاز کو اپنے بیڈ روم میں دیکھ کر حیران ہوا۔

"صاحب وہ لڑکی ہے نہ یونیورسٹی والی۔"

"ہاں کیا ہوا اسے۔"

شمشیر کی نیند بھک کرکے اڑ گی۔

"صاحب جی وہ اغواء ہو گی ہے"۔

"کیسے تمہیں کیسے پتہ۔"

"صاحب جی میں نے خود نہ صرف ان گناہ گار آنکھوں سے دیکھا ہے بلکہ گاڑی کا پیچھا بھی کیا ہے جگہ ٹھکانہ سارا پتہ ہے جی۔ایک بات اور وہ اپنا پرانا ڈرائیور ہے نہ وہ بھی ساتھ ہی تھا۔"

شمشیر فورا ہی اٹھ بیٹھا۔

"میں فریش ہو کر آتا ہوں تم میری گاڑی نکالو۔"

تھوڑی ہی دیر میں وہ انسپیکٹر خضر سے سکیورٹی کے لیے چار سپاہی ساتھ لے جا کر ٹھکانے پر اترا تقریباً گیارہ بجے اسنے پولیس سمیت پھول نگر کے ویران گھر پر دھاوا بول دیا۔صرف دو لوگ بر آمد ہوئے تھے جنھیں پولیس نے حراست میں لے لیا تھا۔

لاکڈ دروازہ کھولا گیا تو اندر دلاویز بے ہوش پڑی تھی۔شمشیر نے دلآویز کو بازوؤں میں اٹھایا اور احتیاط سے اپنی گاڑی تک لایا اور پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔لاہور آتے آتے ڈھائی گھنٹے مزید گزر گے۔ مگر دلآویز کو ہوش نہیں آیا۔

اب سوال یہ تھا کے کیا کرے اور کیا نہ کرے۔

کچھ سوچ کروہ اسے اپنے ذاتی اپاٹمنٹ میں لے گیا۔جو اس نے دوستوں کے ساتھ ہلا گلا کرنے کے لیے خریدا ہوا تھا۔دلآویز بے ہوش پڑی تھی۔رات کا ایک بج رہا تھا۔اور حالات سمجھ سے باہر تھے۔ نیاز کچھ کھانے پینے کا سامان لے آیا تھا۔

اب وہ اسے نیاز کے رحم و کرم پر بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔اگر اس کے گھر لے جاتا تو مود الزام ٹھہرایا جاتا۔عجیب مصیبت پال بیٹھا تھا۔

آخر کار یہی رکنے کا فیصلہ کرکے وہ کمرے سے باہر آگیا۔صوفے پر بیٹھے بیٹھے ہی اس کی آنکھ لگ گئی۔

صبح پانچ بجے دلآویز کی آنکھ کھلی تھی۔وہ حیران ہوئی۔یہ وہ جگہ نہیں تھی جہاں وہ پہلے تھی۔تو پھر اب کہاں تھی وہ۔

******

"ہیلو تاج بھابھی شمشیر اس لڑکی کو بازیاب کروا کر لے گیا ہے اب وہ کہاں ہے یہ میرے علم میں نہیں ہے۔"

"خضر بھائی یہ کیسے ہو سکتا ہے اس کو یہ سب کیسے پتہ چلا۔"

"سوری بھابھی مجھے اس بات کا علم نہیں ہے لیکن اب آپ کے کارندوں کا کیا کروں ؟"

"انہیں چھوڑ دیں۔"

"اول رائٹ اور کوئی ہمارے لائق خدمت۔"

"شکریہ خضر بھائی۔"

تاج نے موبائل بند کر دیا شمشیر سے دلآویز کا تعلق اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا تاج اس لڑکی کے جوان ہونے کا انتظار کر رہی تھی اس کو اغوا کروا کر اس کی عزت خراب کر کے واپس اسے اس کے گھر پہنچا کر زیب عالم اور میراں سے اپنے بدلے کا ایک قطرہ قرار حاصل کر سکتی تھی۔تاج کے اندر زہر بھرا ہوا تھا وہ خوب خبریں رکھتی تھی جھومر کون سی یونیورسٹی میں پڑتی ہے اور منان پڑھنے لندن گیا ہوا ہے میرا حویلی کی مہارانی بنی پھرتی ہے۔

"جو جیسا ہے ویسا میں رہنے نہیں دوں گی۔"

******

"مجھے پتہ تھا تم نے ہی مجھے کڈنیپ کروایا ہے تمہاری خباثت میرے سامنے آگئی ہے کیا ملا مجھے ذلیل اور رسوا کر کے وہیں کوٹھی پر ہی رہنے دیتے مجھے۔"

دلاویز کی آواز سے شمشیر کی آنکھ کھل گئی وہ اس کے سامنے سوالیہ نشان بنی کھڑی تھی اور اس کے اگلے جملے پر شمشیر نے شدید غصے میں آکر دلآویز کے گال پر تھپڑ رسید کردیا دلآویز کی آواز وہیں مفقود ہوگئی تھی۔وہ آہوں اور سسکیوں سے رونے لگی۔تو شمشیر کو اس کی ذہنی حالت کا احساس ہوا۔ کچھ دیر بعد شمشیر نے بولنا شروع کیا۔

"دل آویز میں نے نیاز کو کہا تھا تم پر نظر رکھے تمہیں کوئی مشکل پیش نہ آئے مگر وہی ہوا نیاز نے اغوا کرنے والوں کا پیچھا کیا پھر جگہ معلوم ہونے پر مجھے فون کیا۔

میں نے فون نہیں اٹھایا اس نے مجھے گھر آکر اطلاع دی تھی میں پولیس لے کر دو گھنٹوں میں تمہارے پاس پہنچا تمہیں بازیاب کروایا اور اگلے دو گھنٹوں میں واپس آیا۔اب یہ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کروں کیونکہ تم بے ہوش تھیں رات کا ایک بج رہا تھا۔کیونکہ اس شہر میں میرے والدین کی بڑی عزت ہے اس لیے تمہیں یہاں لے آیا تھکن کی وجہ سے ابھی آنکھ لگی تھی کہ تم نے چیخ و پکار شروع کر دی دلآویز ممنون سی شمشیر کو دیکھنے لگی۔وہ ایک دفعہ پھر شرمندہ تھی۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔مگر میری عزت داؤ پر لگ گئی ہے زمانے کو کیسے یقین دلاوں گی میرا ایک رات باہر رہنا میرے لیے کتنا تنگی خا باعث ہے آپ سوچ بھی نہیں سکتے"۔

"پھر اب اس مسئلے کا کیا حل ہوگا۔"

شمشیر خاصے تھکے ہوئے انداز میں بولا۔

"آپ مجھ سے نکاح کرلیں۔"

شمشیر ہونق بنا اس کا منہ دیکھنے لگا۔

"اس طرح عزت بچ جائے گی"۔

"ہاں یہ تو ہو گا لوگ کہیں گے کہ بھاگ کر شادی کر لی۔جائز تو ہو گا نا جائز کیسے جیوں گی۔"

وہ رو رو کر بے حال ہو رہی تھی۔

"میں کسی اور سے تمہارا نکاح پڑھوا دیتا ہوں مگر تم رو مت۔وہ رونا بھول کر شمشیر کی طرف دیکھنے لگی۔"

"کس سے کروائیں گے۔"

نیاز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نیاز۔

شمشیر نے بلند مردانہ آواز کا استعمال کیا۔گہری سانولی رنگت پر بڑے بال داڑھی موچھیں ایسا ڈراؤنا ہیبت ناک "نیاز" کے دلآویز کے آنسو پھر جاری ہوگئے۔

"جی صاحب جی۔"

"چائے بناؤ دو کپ۔"

"یہ نیاز ہے اس سے تمہارا نکاح پڑھوا دیتا ہوں"۔

شمشیر رخ موڑ کر ہنسی ضبط کرنے لگا۔

"آپ کا دماغ چل گیا ہے میں اس بھوت سے نکاح کروں گی"۔

"تو کیا عزت نہیں بچانی۔"

وہ نہایت معصومیت سے پوچھ رہا تھا۔

نہیں میں بے عزت ہی ٹھیک ہوں۔

دلآویز دھواں دھار رونے لگی اور شمشیر سے اپنا قہقہا قابو کرنا مشکل ہو گیا۔

"او ہو دن تو چڑ لینے دو ابھی تو مولوی صاحب نے نماز بھی ادا نہیں کی ہو گی۔"

شمشیر نے ہنستے ہنستے اسے تسلی دینے کی کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔

"نیاز چائے لے آیا ٹرالی میں بسکٹ پیزا پیسٹری سب کچھ موجود تھا اب شمشیر کو دلآویز پر بڑا پیار آیا اس کی معصوم باتیں دل کو چھو گئیں تھیں وہ سنجیدگی سے نیچے کارپٹ پر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"دل آویز ہر مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ہوتا ہے۔"

شمشیر نے اس کا چہرہ اوپر کیا رو رو کر ناک اور آنکھیں سرخ ہو گئں تھیں۔آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے۔وہ ذہنی طور پر بے حد پریشان تھی۔

"جاو فریش ہو کر آو۔"

وہ اسے واش روم تک لیا۔وہ شیشے کے آگے کھڑی بری طرح رو پڑی تھی۔ہاتھ منہ دھویا باہر آئی شمشیر نے ٹیشو دیے اور وہ سرخ متورم چہرہ لئے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"لو چائے پیو"۔

وی اسے چائے دے کر پیزے کا پیس پلیٹ میں رکھا رہا تھا چمچ کے ساتھ پلیٹ اس کے آگے بڑھائی۔اس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا۔

"تم نے کل سے کچھ کھایا نہیں ہو گا اس لیے ضد مت کرو کھالوں اور مجھ پر اعتماد کرو شمشیر تمہاری گرفت میں ہے دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے شمشیر تمہیں کبھی ہار نے نہیں دے گا بس تمھیں مجھ پر اعتماد کرنا ہو گا مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے صاف صاف لفظوں میں بتا رہا ہوں اور کل صبح دس بجے سے پہلے میں تمہیں باعزت مقام دوں گا تم سر اٹھا کر جیو گی۔"

شمشیر شاہ کا مضبوط ارادہ اس کے لہجے میں پنہاں تھا وہ اس کے انکشاف سے ذہنی طور پر جیسے بلکل خالی ہو گئی تھی۔وہ اسے خود پیزا کھلا نے لگا پہلا بائٹ لے کر دل آویز نے پلیٹ شمشیر شاہ کے ہاتھ سے لی اور آہستہ آہستہ کھانے لگی۔

"گڈ گرل۔"

شیر دل کھل کر مسکرایا۔

سورج نکلتے ہی شمشیر نے اپنے چند دوست بلوائے مولوی کو نیاز لے کر آیا اور دلاویز سے نکاح پڑھوا لیا

۔

دوست بھی شاکڈ تھے۔

"بھائی یہ اچانک کیا سین کر دیا تفصیل تو بتاؤ۔شمشیر نے سب کچھ دوستوں کو کہہ سنایا۔"

"شمشیر تم نے نیکی کی ہے مگر ایسی نیکیاں زمانہ کسی کھاتے میں نہیں لکھتا۔"

"زیادہ دن اس نکاح کو چھپانا نہیں یہ شریعت کے بھی خلاف ہے۔"

یہ ذنشان کی رائے تھی۔

مزید یہ کہ اس نکاح کو نبھانا اب تمہارا کام ہے۔

سب نے اپنی اپنی طرف کی نصیحتیں کیں اور چلے گئے۔

"دلاویز کوئی اور وقت ہوتا تو بہت کچھ اور بھی ہوتا مگر میں تو بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی تمہیں ایک عروسی جوڑا بھی نہ دلا سکا۔وقت بڑا کارگر ہوتا ہے خیر بولو اب تم کیا چاہتی ہوں اگر تمہیں میرے ساتھ میرے گھر چلنا ہے تو موسٹ ویلکم۔اگر اپنے گھر جانا چاہتی ہو تو پھر بھی بتا دو فیصلہ اب تم پر ہے۔"

دلآویز سوچ میں پڑ گئی۔شمشیر شاہ دوسرے کمرے میں چلا گیا وہ چاہتا تھا کہ دل آویز یکسوئی سے سوچ کر جواب دے۔

"شمشیر شاہ آپ مجھے میرے گھر لے کر چلیں میں اکیلی نہیں جانا چاہتی کل سے اب تک میرے ساتھ جو وقت نے کھیل کھیلا ہے وہ میں آپ کے ساتھ جا کر اپنے بابا اور مما کو بتانا چاہوں گی اگر انہیں میری باتوں پر یقین ہوا تو آپ مجھے وہی رہنے دیجئے گا پھر حالات سازگار ہو تو مجھے وہاں سے لے جایئے گا۔"

"بالفرض ابھی وہ تم پر اعتماد نہیں کرتے میری وضاحت پر انہیں یقین نہیں آتا تو"۔

"میں ایک پل ضائع کیے بغیر آپ کے ساتھ چل پڑوں گی۔"

"اپنے والدین کو چھوڑ کر سکو گی۔"

(وہ میرے سگے والدین نہیں ہیں) وہ کہنا چاہتی تھی مگر مصلحتا خاموش رہ گئی۔

*****

انہی دنوں گاؤں میں منان لندن سے تعلیم مکمل کر کے آ گیا تو جھومر خوشی سے ناچ اٹھی فون پر بضد ہو گئی۔

"بابا مجھے ابھی گاؤں آنا ہے۔"

"بیٹا جانی اپنا سمسٹر پورا کر لو پھر آجانا اب تمہارا بھائی یہی ہے بیتابی کی وجہ سے فیل نہ ہو جانا۔"

میراں نے بیٹی کو سمجھایا ماں کے یاد دلانے پر یاد آیا کہ اس کے تو پیپر ہونے والے ہیں تو مان گی۔

"اللہ حافظ کہتے ہوئے فون بیگ میں ڈالا۔ سامنے کبیر شاہ موجود تھا جھومر جذبات سے عاری اسے دیکھنے لگی وہ بھی خاموش تھا ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے تیکھی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔"

"میری بات کا جواب دے دو"۔

"ٹھیک ہے سمسٹر ختم ہوجائے پھر آپ مجھے میری فرینڈز کے ساتھ اچھا سا لنچ کروائیں گے پھر میں آپ کی بات کا جواب دوں گی۔"

"جواب مثبت ہونا چاہیے۔"

"کوئی زبردستی ہے۔"

"ہاں زبردستی ہے ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا"۔

کبیر کے ایسے جواب پر پل بھر کو جھومر کے دل کو کچھ ہوا۔ مگر پھر اس نے اپنے آپ کو سمنبھال لیا۔

"تم ریڈ سوٹ میں اچھی لگ رہی ہو"۔

وہ اس کی تعریف کرہا تھا مگر جھومر بلش بھی نہ کر سکی۔

"تم یہ پھٹیچر قسم کا رومانس جھاڑتے ہو تو مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا۔"

اچھا میں نئے قسم کا رومانس ڈھونڈوں گا ویسے میرے پھٹیچر قسم کے رومانس میں اتنا دم خم ہے کہ تم جیسی لڑکی بھی بلش کر جائے۔

جھومر نے روٹھے انداز میں رخ موڑ لیا۔

سمسٹر آخرکار مکمل ہوا آج وہ پیکنگ کر رہی تھی وہ گاؤں جلد از جلد جانا چاہتی تھی مگر کبیر شاہ کی کال نے سارا مزا کرکرا کر دیا۔

"جی فرمائیں۔"

"میں نے اچھے سے ریسٹورنٹ میں اچھا سا لنچ پلان کیا ہے اب دن اور تاریخ آپ بتا دیں۔"

"او میں تو بھول گئی تھی"۔

کبیر شاہ کا دل کیا وہ جھومر کا گلا دبا دے۔

"ہم کل چھے لڑکیاں ہوں گئی کل دوپہر دو بجے ٹھیک رہے گا۔"

اوکے اس سے پہلے کہ جھومر کوئی اور دل جلانے والی بات کرتی اس نے فون بند کر دیا۔

جاری ہے--------

#دل_دھڑکن_اور_تم

#از_قلم_خدیجہ_شجاع

#قسط9

"تمہارا نام کیا ہے؟"

مراد شاہ نے دل آویز۔

" رہائش کہاں تھی؟"

"اقبال ٹاؤن اورنگ زیب بلاک میں رہتی تھی۔"

"سنا ہے تم حقیقی والدین کے پاس نہیں رہتی تھی۔اڈپٹڈ ہو۔"

"ابتہاج صاحب میرے بابا نہیں تھے جب میں بارہ سال کی تھی تو انہوں نے مجھے بتا دیا تھا۔"

مراد شاہ اور اسد شاہ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔

ان کی اپنی اولاد ہے۔"

"جی مجھ سے چھوٹے دو بھائی ہیں"۔

"تم اغواہ کیوں ہوئی تھیں تمہیں کسی پر شک و شبہ ہے۔"

یہ لوگ اتنے سوالات کیے جائیں گے دل آویز کی سوچ سے باہر تھی یہ بات۔۔۔۔۔۔

"مجھے کس نے اغوا کیا تھا اور کیوں اغوا کروایا تھا میں کچھ نہیں جانتی"۔

ساری گفتگو کے دوران لڑکی نے نگاہیں نیچی ہی رکھی تھی۔

"لڑکی کیا نام ہے تمہارا۔۔۔۔۔۔۔۔دل آویز بات یہ ہے کہ شمشیر نے بہت کم عقلی کا مظاہرہ کیا ہے تم سے نکاح کرکے بہرحال اب شمشیر یہ سب کر چکا ہے ہمیں اس مسئلے کو حل کرنا ہے پھر اس کے لیے وقت درکار ہے جب تک تمہارے اصل خاندان کا پتہ نہیں چل جاتا یہ شادی خفیہ رہے گئی۔انشاءاللہ اس مسئلے کا حل جلد نکل آئے گا۔"

بیسیکلی اسد شاہ ایک نرم خو آدمی تھے عقل و فہم سے معاملات کو حل کرنا جانتے تھے شمشیر کی جلد بازی پر انہیں رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا شمشیر شاہ نے مراد شاہ کا اشارہ سمجھتے ہوئے دلآویز کو چلنے کے لیے کہا تو وہ اللہ حافظ کہتی ہوئی۔شمشیر شاہ کے پیچھے چلنے لگی دل آویز شکستہ اور دکھی لگ رہی تھی مسئلہ دوسرے طریقے سے بھی حل ہو سکتا تھا شمشیر شاہ نے دوسرا پہلو تو سوچا ہی نہیں تھا۔

******

بھائی صاحب شمشیر شاہ سے ایسی کم عقلی کی امید نہیں تھی۔میرا ایک اور بھی مشورہ ہے کہ تاج بھابی آئیں ان کو اعتماد میں لے کر ساری بات بتا کر ان کی رائے کے مطابق لڑکی کو قبول کیجئے گا۔
مراد شاہ یہ بعد کی باتیں ہیں تم اس لڑکی کا بائیو ڈیٹا حاصل کرو یہ بات اس وقت ضروری ہے جی بھائی صاحب میں خضر کو لے کر جاؤں گا تاکہ جلد ہی مسئلہ حل ہو جائے۔
"تم جیسے مناسب سمجھو کرو۔"

****

آج سب تیار ہو کر درگاہ جارہے تھے رائمہ نے شلوار سوٹ پہنا ہوا تھا۔دادی جان بھی ہمراہ تھیں درگاہ میں دعا مانگتے ہوئے کبیر شاہ کو جھومر نظر آئی وہ آنکھیں بند کیے دعا مانگ رہی تھی۔کبیر شاہ غور سے اسے دیکھنے لگا جھومر نے دعا کے بعد اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو سامنے کبیر شاہ کو پایا جھومر کبیر شاہ سے شرمندہ تھی اپنی اس دن والی حرکت اسے بھی اچھی نہیں لگی تھی مگر اسے کبیر شاہ سے کوئی تعلق ہی نہیں رکھنا تھا۔تو پھر معافی تلافی کی ضرورت کیا تھی یہ جھومر کے خیالات تھے منان نے دوسری دفعہ رائمہ کو دیکھا تھا وہ رائمہ میں دلچسپی لے رہا تھا۔منان رائمہ کے قریب سے گزرا۔

"اسلام علیکم! اچھی لڑکی۔"

رائمہ نے مسکراتے ہوئے اس کا جواب دیا کبیر شاہ درگاہ کے صحن میں آکر بیٹھ گیا تھا عاقب ثاقب رائمہ سب وہی اکھٹے ہو گئے۔ سردیوں کی دھوپ بھلی لگ رہی تھی تھوڑی دیر وہیں بیٹھے تھے۔ پھر لنگر تقسیم کروایا۔ جھومر بھی اپنے گروپ کے ساتھ وہیں تھی منان رائمہ کو آتے جاتے دیکھ رہا تھا۔ اور رائمہ کو پہلی بار کوئی لڑکا اتنا اچھا لگا۔

رائمہ جھومر کی طرف بڑھ گئی۔

"آپ کہاں رہتی ہیں ہم دو تین دفعہ یوں ہی اتفاق سے مل گئے ہیں تو میں نے سوچا آپ سے پوچھ لو۔"

"ہم ساتھ والے گاؤں میں رہتے ہیں یہ منان ہے میرا بھائی اور شاہین شاکر اور عمر تینوں بھائی ہیں اور ہمارے کزن ہیں۔"

"یہ جو وہ پرپل سوٹ والے ہیں بھائی کبیر ہیں اور وہ دونوں ہمارے کزن ہیں"۔

"کون سی کلاس میں پڑھتی ہیں"۔

سیکنڈ ایئر میں پڑھتی ہوں اور آپ۔

"میں ایم ایس سائیکالوجی کر رہی ہوں۔"

"اچھا یہاں اور کتنے پکنک پوائنٹ ہیں ہمارے گاؤں میدی پور میں جھیل ہے وہاں بوٹنگ وغیرہ ہوتی ہے اور جھولے بھی ہیں۔

"پھر میں کبیر بھائی سے کہوں گی ہم بھی جھیل میں بوٹنگ کرنے آئیں گے۔"

جھومر کو رائمہ اچھی لگی تھی قریب ہی منان بیٹھا تھا اس کی باتیں سن رہا تھا۔

"اچھا میں جا رہی ہوں رائمہ ہاتھ ہلاتی ہوئی واپس آ گئی"۔

"ہو گیا انٹرویو۔"

کبیر شاہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"ہاں بھائی یہ لوگ ساتھ والے گاؤں میں رہتے ہیں بتا رہی تھی کہ ان کے گاؤں میں جھیل ہے بوٹنگ وغیرہ بھی ہوتی ہے۔"

کبیر نے فورا ہی اپنا دماغ چلایا۔"دادی ماں نے صاف منع کر دیا جھیل پر کوئی نہیں جائے گا" سب جھوٹ موٹ کے انکار پر سر ہلانے لگے۔

******

شمشیر ریلیکس ہو گیا تھا۔چاچو اور بابا کو بتا کے شمشیر کو یوں لگ رہا تھا کے اس نے اپنی ذمہ داری ادا کردی ہے۔وہ بیڈ پر اڑا ترچھا لیٹا تھا سامنے صوفے پر بیٹھی دل آویز آنسو بہانے کا شغل کر رہی تھی وہ اس کے آنسو کے رکنے کا انتظار کر رہا تھا بار بار اسے چپ کروا کروا کر وہ خود بھی بور ہونے لگا تھا اس لئے فی الحال اسے اس کے حال پر چھوڑ کر ذرا دیر کو آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا تھا۔دل آویز شمشیر شاہ کے بابا اور چاچو سے مل کر کافی پریشان تھی پھر ان لوگوں کی امیرت عمارت دیکھ کر کمپلیکسیو ہو رہی تھی جب سے وہاں سے آئی تھی چپ تھی اسے لگ رہا تھا کہ اسے شمشیر شاہ سے الگ کر دیا جائے گا اور وہ اکیلے ہی جیئے گی شمشیر لیٹے لیٹے سو گیا۔دلآویز کمرے سے باہر آگئی باقاعدہ گھرداری تو شروع ہوئی نہیں تھی جس وقت کھانے کا وقت ہوتا کھانا باہر سے آ جاتا دوپہر سے سپہر

ہونے کو تھی دلآویز بھوکی تھی اور شمشیر کو زور دار نیند بھی آج ہی آئی تھی۔شام چھ بجے شمشیر شاہ کی آنکھ کھلی وقت کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔دلآویز لاونج میں بیٹھی بیٹھی تھک گئی تھی۔وہ فریش ہو کر باہر آیا دلآویز رونی صورت لیے بیٹھی تھی۔وہ اس کی صورت دیکھ کر ہنس پڑا۔اور اس کے قریب صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔

"تم ظاہر کر رہی ہو کہ تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے"۔دو آنسو لڑکھڑا گے۔

"خدا کے لیے رونا مت پلیز ورنہ میں چلا جاؤں گا۔"شمشیر نے اسے اپنے ساتھ لگایا تو وہ دل کھول کر رو پڑی وہ اس کے آنسو صاف کرنے لگا۔

"تم میری بیوی ہو مجھے ابھی تک ایسا لگا ہی نہیں کہ ہم شادی کر چکے ہیں تمہارا رونا ختم ہی نہیں ہوتا اپنے آپ کو مضبوط بناؤ اس طرح رو رو کر تو تم ختم ہو جاؤ گی۔"

دل آویز کے چہرے پر آئی سنہری بالوں کی لٹ پرے ہٹاتے ہوئے بولا۔دل آویز کے دل کو کچھ ہونے لگا۔

"مجھے بھوک لگی ہے۔"

"چلو کھانا کھانے چلتے ہیں"۔

شمشیر نے گاڑی کی چابی اٹھائی اور اسے کھانا کھلانے لے گیا۔

"کیا ہم اسی طرح ہر روز باہر سے کھانا کھاتے رہیں گے"۔

چلو میں کل سے کسی کک کا انتظام کر لوں گا تو یہ مسئلہ بھی حل ہوجائے گا۔

وہ ریسٹورینٹ پہنچ چکے تھے۔اب وہ اس سے کھانے پوچھ رہا تھا۔

"کیا پسند کرو گی"۔

"چائنیز رائس کھاؤں گی۔"

شمشیر نے چائنیز رائس اور وائٹ قورمہ کا آرڈر دیا۔

"دل آویز آج میری بہت بڑی مشکل حل ہو گئی ہے بابا اور چاچو کو ساری بات بتا کر میں ہلکا پھلکا ہو گیا ہوں تم دیکھنا سب ٹھیک ہو جائے گا"۔

کھانا کھا کر شمشیر نے بیکری کا سامان خریدا اور پھر واپسی کے لئے نکل پڑے اس نے سوچ لیا تھا جب تک دل آویز کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہو جاتی وہ اس سے بے تکلفی سے پیش نہیں آئے گا اور ابھی وہ اپنے آپ کو انسیکیور فیل کر رہی تھی۔

"دلاویز تم اپنی تعلیم مکمل کر لو"۔

"آپ کا مطلب ہے میں یونیورسٹی جانا شروع کر دو۔"

"ہاں میرا یہی مطلب ہے"۔

"میں اگلے ہفتے سے جانا شروع کر دوں گی۔"

"ویری گڈ۔"

اس کی اس عادت سے شمشیر بہت انسپائر تھا وہ بہت جلدی کہنا مان لیتی تھی۔

*****

تاج نے اپنی پرانی الماری کھولی تو ماضی کی کتنی یادیں تازہ ہونے لگی۔زیب عالم کے تحفے آج بھی جوں کے توں کہ تو رکھے تھے۔زیب عالم کے محبت بھرے خط آج بھی ویسے ہی تہیں لگے پڑے تھے ایک خط پڑھا تو تاج کا خون کھولنے لگا جلدی سے الماری بند کر دی۔

ابا جان تو آج بھی اپنے کہے پر قائم تھے البتہ اماں جان برادری کے دور کے رشتے داروں کی شادی پر میراں سے مل لیتی آخر وہ ماں تھی ان کی ممتا تڑپتی تھی۔میراں کی شکل کو وہ ترس جاتی تھی۔آج وہ سب کو لے کر اپنے آبائی حویلی میں آئیں تو اپنے بیڈروم میں آگئی ہر چیز اپنی جگہ پر ویسے ہی پڑی تھی۔اماں جی نے دونوں بیٹیوں کے کمرے سے کوئی چیز ادھر ادھر نہیں کی تھی۔تاج کے بچوں سے نانا نانی بہت پیار کرتے تھے میراں کے بچے تو دیکھے بھی نہیں تھے۔تاج آو آج مل کر کھانا کھا لیں کتنے سالوں بعد گاوں آئی ہو۔اماں جی شہر کی مصروفیت وقت تیز گام ہوگیا ہے ہم شہر کی دنیا میں کھو کر رہ گے تھے۔

"تاج تیرا کبھی دل نہیں کیا کہ تو میراں کو ملے"۔

تاج کہ نقش میں تناؤ آگیا۔

"اماں جی آپ کیا سمجھتی ہیں کہ ہم میراں کی زیادتی کو وقت گزرنے کے ساتھ بھول گئے نہیں اماں جی ہمارا دل پوری آب و تاب سے آج بھی دکھی ہے۔"

"باتوں کو زندگی کا روگ نہیں بناتے بیٹا۔"

"اماں جی آپ نہیں سمجھیں گیں"۔

اس وقت سب ہی میز پر موجود تھے۔

"بچوں کیسا لگا ہمارا گھر۔"

تاج نے چہک کے پوچھا۔

"ماما گھر کو چھوڑیں ہمیں نانو اور نانی بے حد اچھے لگے ہم بہت چھوٹے تھے جب نانو کی طرف آئے تھے مجھے تو ٹھیک طرح سے یاد بھی نہیں کبیر شاہ بولے۔"

"بیٹا تمہاری اماں کا دل سسرال میں ایسا لگا کے ہمیں بھول ہی گئیں جب آئیں کھڑے کھڑے آئیں اور چلی گئی۔اب تمہارے ماموں نے شہر میں فیملی کو رکھا ہوا ہے صدقے جاؤں ایک ہفتہ ادھر اور اگلے ہفتے ادھر ہوتا ہے فرمابردار ہے ہمیں کبھی تنگ نہیں کیا۔"

"تاج بتاؤ ذرا بھائی سے ملے کتنے سال ہو گئے تمہیں۔اماں جی نے تاج کو آڑے ہاتھوں لیا"۔

"اماں جی ہم شہر میں اس سے مل لیتے ہیں"۔

"جی نانی ماں ماما ٹھیک کہہ رہی ہیں ماموں سے اکثر ملاقات ہوتی ہیں۔"

"زین بڑا گناہ ہے بتایا نہیں"۔

"تاج مسکراتے ہوئے کھانا کھانے لگی"۔

اماں جی کی حویلی سے میری پور کا گاؤں زیادہ دور نہیں تھا تھا اس لئے سب نے یہیں سے جیل جانے کا پروگرام بنا لیا مزے کی بات یہ تھی کہ یہاں روکنے والی دادی نہیں تھی۔

چاروں تیار ہو کر چل دیے تاج گھر پر رہ گئی بچوں کی کمپنی میں کم ہی گھستی تھی رائمہ اور منان فون نمبرز کے تبادلے درگاہ پر کر چکے تھے رائمہ اور منان کی محبت موبائل پر پروان چڑھنے لگی جیل پر

جانے سے پہلے سارا پروگرام سیٹ تھا جب وہ کبیر لوگ جھیل پر پہنچے تو جھومر لوگ پہلے سے ادھر موجود تھے۔

(اسے کیسے خبر ہو جاتی ہے کہ ہم گھر سے فلاح جگہ کے لئے نکل رہے ہیں)

کبیر نے اپنے تئیں سوچا۔

پہلے وہ لوگ گھومنے پھرنے لگے۔

کبیر بھائی جھولے میں بیٹھتے ہیں۔

کبیر عاقب لے کر جھولے میں چڑھ گیا۔ جھولے نے گول گول گھوم کر کبیر کا دماغ ٹھکانے لگا دیا پندرہ منٹ بعد جب جھولا روکا تو اونچا لمبا کبیر سر پکڑ کر بیٹھ گیا جھومر کو موقع چاہیے تھا دور سے دیکھ کر ہنس ہنس پاگل ہو رہی تھی منان اور رائمہ کی میٹھی میٹھی نظریں شاہین کے دل میں آگ لگا رہی تھی اسے بلا وجہ یہ بات بری لگ رہی تھی وہ وہ آپس میں فون پر مصروف ہیں۔

"کبیر بھائی کشتی والا جھولا لیں"۔

"میں اٹھا کر تمہیں جھیل میں پھینک دوں گا اب میں جھولوں کے لیے تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔"

"بس گھبرا گیے۔اتنی ول پاور تھی۔"

"ہاں اتنی ہی ول پاور ہے۔"

کشتی رانی کرنے کے لیے عاقب اور شاہین میں نوک جھوک شروع ہو گی۔

جھومر نے شاہین کو بہت روکا پر شاہین بات چھوڑنے کو تیار ہی نہیں تھا۔

"ہم نے اسی بوٹ پر بیٹھنا ہے۔"

"بھئ ہم لوگ یہ بوٹ سلیکیٹ کر چکے ہیں ٹکٹس لے چکے ہیں آپ کو کیا پرابلم ہے"۔

کشتی والے نے بھی بیچ بچاو کروانے کی کوشش کی مگر دونوں میں سے کوئی بھی ہتھیار ڈالنے کو تیار نہ تھا۔کبیر عاقب کو لے کر ذرا دور نکل گیا تھا اتنی دیر میں شاہین نے ثاقب کو پوری قوت سے دھکا دیا۔

ثاقب پتھروں پر گرا ایک نوکیلا پتھر اس کے دماغ کے حساس حصے پر لگا اور وہ ہوش کھونے لگا تھا۔

جھومر حیران رہ گی پل بھر میں کیا ہوگیا تھا۔رائمہ چیخیں مارنے لگی تھی۔منان نے جلدی سے کبیر کو فون کیا کے جھیل کے پاس آئے لڑائی ہوگی ہے۔جب تک کبیر آیا خون بہت تیزی سے بہہ رہا تھا۔

بہت لوگ جمع تھے کبیر نے آتے ہی نبض چیک کی۔ثاقب کی نبض ڈوب رہی تھی۔

"اگر میرے بھائی کو کچھ ہوا تو میں تم لوگوں کو چھوڑوں گا نہیں"۔منان اسے جلدی سے گاڑی میں ڈالو۔

دوسرے لوگوں کی مدد سے ثاقب کو گاڑی میں ڈالا۔کبیر نے سپیڈ سے گاڑی چلائی قریبی ہاسپٹل پہنچتے ہی طبعی امداد کے لیے اپریشن تھیٹر میں لے گے۔مگر افسوس کہ دماغ کے ایسے حصے پر گہری چوٹ تھی کہ ثاقب نبرد آزما نہ ہو سکا۔کبیر ڈاکٹر کے الفاظ سن کر سکتے کی کیفیت میں چلا گیا۔رائمہ نے کبیر کا کندھا ہلایا۔

"بھائی ڈاکٹر نے کیا کہا ہے بتائیں نہ کیا ہوا ہے ثاقب کو۔"

"ثاقب مر گیا ہے"۔وہ زمین پر کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

رائمہ اور عاقب کا صدمے سے برا حال تھا۔کبیر نے اپنے حواس یکجا کرتے ہوئے گھر فون کر کے تاج کو خبر دی۔

"ماما ثاقب قتل ہوگیا ہے"۔

وہ ضبط سے کام لیتے ہوئے ماں کو بتا رہا تھا۔

"کبیر تم کیا کہہ رہے ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے۔"

"جی ماما یہ ہو چکا ہے۔"

تاج دھک کر کے وہی صوفے پر ڈھے گئی۔

"کیا ہوا تاج؟"

"اماں جی ثاقب قتل ہوگیا ہے مجھے ابھی کبیر کا فون آیا تھا۔"وہ حواس باختہ سی اماں جی مخاطب تھی۔

"ارے اچھے بھلے گھر سے گے تھے کیسے ہوگیا للہ خیر کرن"ا۔

تاج نے فورا شہر فون کیا۔

"اسد مراد شاہ کا بیٹا قتل ہوگیا ہے۔"

"تاج کیا کہہ رہی ہو۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں مراد شاہ کا بیٹا ثاقب قتل ہو گیا ہے آپ مراد شاہ اور شمشیر کو لے کر جلدی گاؤں پہنچیں۔"

اسد شاہ نے شمشیر کو بلا کر یہ دل دوز خبر سنائی۔جواں سال ثاقب کی موت کوئی بھی برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔

"مراد سے کہو گاؤں میں ایمرجنسی ہو گی ہے ہمیں فوراً گاؤں جانا ہے"۔

"دادا جان اور دادی جان اس بڑھاپے میں یہ غم سہہ نہیں پا رہے تھے۔رباب کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔"

کبیر شاہ جب میت لے کر حویلی پہنچا تو حویلی کے مناظر اس کی برداشت سے باہر تھے۔بار بار جھومر کی کال آرہی تھی کبیر نے کال آٹھائی۔دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کبیر شاہ تمہارا کزن کیسا ہے؟"

"مر گیا ہے میرا کزن جھومر میں تمہارا سارا خاندان ختم کر دوں گا کسی کو نہیں چھوڑوں۔"

کبیر شاہ کی جانب سے چیخ پکار کی آوازیں آرہی تھی۔

جھومر کا غم سے دماغ گھوم گیا۔

"بابا۔۔۔۔۔۔۔اماں۔۔۔۔۔۔۔۔منان۔"

وہ سب کو پکارنے لگی۔

"کیا ہوا جھومر"۔

"بابا دریا خان کی حویلی والوں کا لڑکا شاہین نے قتل کر دیا ہے۔"

"کیا وہ لڑکا مر گیا ہے؟"

"جی بابا۔"

جھومر رونے لگی۔

کبیر شاہ کی غم ناک آواز اس سے برداشت نہ ہورہی تھی۔

زیب عالم نے فورا ماں باپ کو خبر دی۔اپنے چھوٹے بھائی کو بتایا اور تایا زاد رحیم کو بتایا کے تمہارے بیٹے نے کیا کیا ہے۔اور اب آئندہ ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

رحیم نے بیٹے کو خوب لعن طعن کیا مگر سب بے کار تھا۔ان کا جواں سالہ بیٹا قتل ہو چکا تھا۔شاجہان بولے

"فیصلے تک رحیم تم اپنے بچوں کے ساتھ یہیں رہوگے اب تم کہیں نہیں جاو گے۔زیب عالم تم آنے والے وقت کے لیے تیار ہو جاو"۔

دریا خان کی حویلی میں میراں کی بہن بیاہی ہوئی ہے ابھی یہ نہیں پتہ کہ اس کا بیٹا تھا یا کوئی اور ہے بہرحال سب وقت کا انتظار کرو۔اور کوئی بھی ادھر جانے کی غلطی نہ کرے۔

دونوں گاؤں میں جنگل کی آگ کی طرح خبر پھیل گی تھی۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

#دل_دھڑکن_اور_تم

#از_قلم_خدیجہ_شجاع

#قسط10

کبیر شاہ قابو سے باہر تھا پسٹل لوڈ کر گئے جیپ کی طرف بھاگتے اسد شاہ اور دوسرے لوگوں نے اسے قابو کیا۔

"میں ان درندوں کو نہیں چھوڑوں گا بابا مجھے چھوڑ دیں میں ان کا خاندان ختم کر دوں گا۔"

خاندان کے لوگ کبیر کو پکڑ کر اندر مردانے میں لے کر آئے۔

بیٹا ایسی غلطی نہ کرنا کئی جوان مارے جائیں گے دشمنیاں پڑ جائیں گی۔
"کئی سالوں گزر گئے یہ طوفان دوبارہ آیا ہے ہمارے بڑے انہیں دشمنیوں کے فیصلے کرتے مر گئے۔"
خاندان کے کسی بزرگ نے کبیر کو سمجھایا۔

******

دلاویز تم گھر سے نہیں نکلنا جب تک میں آ نہیں جاتا دوسری بات یہ کہ گروسری اور دوسرا سامان نیاز دے جائے گا اور میڈ صبح آ جائے گی۔
ہزار ہزار روپے کے کئی نوٹ دلآویز کی طرف بڑھائے۔
"یہ پیسے رکھ لو ضرورت پڑ سکتی ہے میں گاؤں جارہا ہوں میرا کزن قتل ہو گیا ہے۔"
وہ دونوں ہاتھوں میں دلآویز کی موہنی صورت لیے اسے تسلیاں دے رہا تھا۔
"آپ ذرا بھی فکر مت کیجئے گا میں اپنا خیال رکھ لوں گی آپ جائیں۔"
دل آویز نے اس کی مشکل کو سمجھتے ہوئے اسے تسلی دی وہ چلا گیا صبح نیاز اسے کچن سے متعلق ایک ایک چیز دے گیا وہ مصروف ہو گئی تھی کیبنٹ میں ساری چیزیں رکھی سبزیاں گوشت فریزر میں رکھے اتنے میں ڈور بیل بج گئی دلآویز نے محتاط ہو کر دروازہ کھولا تو میڈ نے اپنا حوالہ دیا دل آویز نے اسے اندر بلا لیا اس نے ایک ڈھیڑ گھنٹے میں اپنا کام ختم کیا اور چلی گئی۔دلاویز وضو کر کے نماز پڑھنے لگی۔

******

وہ کبیر شاہ کی غم اور غصے میں ڈوبی آواز ملا نہیں پا رہی تھی جھومر کو پتا نہیں تھا اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔حقیقتاً جھومر کو بے حد افسوس تھا یہ سب بہت غلط ہوا تھا۔اسے شاہین سے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ جھومر نے میراں کو بتایا۔

"اماں کبیر شاہ میرے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتا ہے۔ثاقب اس کے چچا کا بیٹا تھا۔"

"کبیر شاہ کی ماں کا کیا نام ہے"؟

"اماں مجھے اتنا سب نہیں پتا لیکن شاہین نے ذرا سی بات کو اتنا بڑھا دیا اور اس لڑکے کو بڑی بری طرح دھکا دیا۔نوک دار پتھر لڑکے کے سر میں لگا تھا خون کا فوارا پھوٹ پڑا تھا۔"وہ پریشانی میں ماں ساری بات تفصیل سے بتا رہی تھی۔

"اماں جرگہ کیا فیصلہ سنائے گا؟

جھومر نے انجانے میں ماں سے پوچھا زیب عالم نے میراں کو سب کچھ بتا دیا تھا میراں بہت پریشان تھی مگر جھومر پر کچھ بھی ظاہر نہیں کر رہی تھی اب جھومر کے سوال پر کلیجہ دھک سے رہ گیا تھا۔

"جھومر اس حویلی میں تمہاری تاج خالا بیاہی ہوئی ہے"۔

"کون تاج خالہ جھومر۔"

اسے کسی بات کا علم نہیں تھا۔

"تاج میری سگی بہن ہے۔"

"پہلے تو آپ نے کبھی نہیں بتایا۔"

"ہم لوگ آپس میں ملتے نہیں ہیں تو کبھی ضرورت بھی نہیں سمجھی بچوں کو بتائیں۔"

"نہ ملنے کی کوئی وجہ تو ہو گی۔"

"ہاں ہے وجہ مگر میں بتا نہیں سکتی۔"

"اماں ادھوری بات نہ کیا کریں۔"

میراں نے منہ پھیر لیا۔

سوچا تھا منان آئے گا تو خوب انجوائے کریں گے پتہ نہیں یہ رحیم تایا اپنے لڑکوں کو لے کر کہاں سے ٹپک پڑے تھے۔

جرگے کے فیصلے سے پہلے نانا جان نے سب کو اپنی حویلی میں اکٹھا کر لیا تھا کیونکہ معاملہ ان کی دونوں بیٹیوں کے درمیان تھا۔پندرہ دن گزر گئے تھے سب ایک کمرے میں بیٹھے تھے رباب اور تاج اکٹھی بیٹھی تھی۔تاج رباب کی بہت دلجوئی کر رہی تھی۔

"اسد شاہ کل جرگہ بیٹھے گا تمہیں پتا ہے ہماری روایت کے مطابق فیصلہ کیا ہو گا۔"

جمال شاہ نے بیٹوں کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"اچھا جی ابا جی بتایئے ان کے ہاں سے ایک لڑکی ونی ہو کر آئے گی۔"

آنی بھی چاہیے ابا جی یہ تو کوئی سزا ہی نہیں ہے ہمارا جوان گیا ہے اب تم دیکھو کس کی ونی بنانی ہے ۔

اسد شاہ نے کبیر کا نام لیا۔

شمشیر کی ونی کیوں نہیں بناتے مجھے جی شمشیر ہو یا کبیر دونوں بھائی ہیں شمشیر نہ سہی کبیر سہی چلو کل فیصلے میں بیٹھنے کی تیاری کرو۔

****

دادا جان میرا دل تو یہ کرتا ہے کہ ہم بدلے میں قاتل کو قتل کریں بیٹا تم جوان ہو تمہارا خون جوش مارتا ہے مگر اس طرح نسل در نسل دشمنیہ منتقل ہوتی ہے۔

کبیر کے تیور اچھے نہیں تھے۔

دوسری طرف تاج گہری سوچ میں چلی گئی اسے یقین تھا کہ جھومر ونی بن کر آئے گی اور وہ بھی کبیر شاہ کی ونی۔ تاج کو کوئی اعتراض نہیں تھا اس کی انتقامی فطرت پر اچھے اثرات مرتب ہو رہے تھے وہ خاموش تھی۔

واثق کا فون آیا تو سب دوبارہ رنجیدہ ہوگئے گئے اسد شاہ نے اسے سختی سے منع کیا تھا کہ وہ اپنے مستقبل کو داؤ پر لگا کر پاکستان نہیں آئے گا مستقبل تو ایک بہانہ تھا درحقیقت واثق بڑا بھائی تھا اور بے حد گرم جوش طبیعت کا مالک تھا۔اس سے کچھ بھی امید کی جاسکتی تھی جہاں کبیر کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا اس لئے سب نے اسے آنے سے سختی سے منع کر دیا بھائی کے غم میں وہ آدھا ہو کر رہ گیا تھا۔

****

جرگے نے فیصلہ سنا دیا تھا شاہجہان اور شاہجمال دونوں کے خاندان کو مزید تحفظ اسی صورت ملتا تھا کہ شاہ جمال کے خاندان کی لڑکی خون بہا میں شاہجہان کے خاندان کے لڑکے کے ساتھ نکاح کرکے ونی کر دی جاتی اور اسی فیصلے کے زیر نگرانی اسد شاہ کے بیٹے کبیر سے زیب عالم کی بیٹی جھومر کا نکاح کرکے بطور ونی ان کے خاندان کے حوالے کر دی گئی تھی۔

جھومر نہایت بے بس اور شکستہ سی پیپرز پر سائن کر کے بیٹھی تھی جب منان غصے میں دھندھناتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اپنی پھولوں جیسی بہن کے ساتھ اس زیادتی اور ناانصافی کو برداشت نہ کر پا رہا تھا۔وہ زیب عالم کے ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا۔

"بابا۔۔۔۔۔۔۔۔بابا میری بہن کے ساتھ یہ ظلم ہو رہا ہے بابا یہ ٹھیک نہیں ہوا"۔

اس کا غصے اور غم میں اندھا ہو جانے والا حساب تھا۔

میراں صوفے پر بیٹھی کانپتی جاتی تھی اور آبشار کی طرح آنکھوں سے آنسو رواں تھے جھومر نے بھائی کا یہ حال دیکھا تو ہمت پکڑی اور اپنے بھائی کے پاس آئی۔قدرے اونچی آواز میں بولی۔

"منان میری بات سنو۔"

غصے سے بے حال تیز تیز چلتے تنفس کو قابو میں کرتے وہ جھومر کی طرف متوجہ ہوا دھان پان سی چھوٹی سی لڑکی نے اپنے اوپر خوب قابو رکھا۔

"میں ان پڑھ جاہل گوار نہیں ہوں تمام عمر مونی بن کر نہیں گزاروں گی تم بے فکر رہو اسی حویلی سے دلہن کے روپ میں رخصتی کرواؤں گی اور اسی کبیر شاہ کو مجھے دلہن بنا کر یہاں سے میری مرضی سے رخصت کروانا ہو گا وہ دن دور نہیں منان عالم یہ ایک بہن کا اپنے بھائی کے ساتھ قول ہے۔"

جھومر کے لہجے کی مضبوطی اس کا ٹھوس لب و لہجہ چٹانوں جیسی سختی اور مضبوطی لئے ہوئے تھا۔منان عالم ،بابا ، اماں چونک گئے منان کے اندر کسی حد تک صبر اترا۔

منان نے جھومر کو اپنے ساتھ لگایا تو جھومر حوصلہ ہار بیٹھی۔

"تم کبھی مجھے کمزور مت سمجھنا جھومر اپنی جان دے دے گی مگر اس روایت کی سولی پر نہیں چڑھے گی۔"

"بس تم روگی نہیں۔"

منان نے اس کے آنسو صاف کیے۔

" کبھی اپنے آپ کو اکیلی تنہا نہیں سمجھنا۔"

زیب عالم بیٹی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر شرم سار کھڑے تھے۔

پلیز بابا آپ تو میرا غرور ہیں میرا مان بس ایسے مت کریں۔

زیب عالم نے شفقت سے اس کا ماتھا چوما۔وہ میراں سے گلے لگی میراں بہت روی اولاد کا غم ایسا ہی ہوتا ہے اور جھومر چلی گئی۔

****

جھومر رخصت ہو کر خون بہا میں چلی گئی بڑی سی چادر میں لپٹی بے سرو سامان وہ کبیر اور اس کے گھر کے دیگر افراد کے ساتھ گاڑی میں آ کر بیٹھی تھی اس کے برابر میں کبیر شاہ بیٹھا تھا سب افراد خاموش تھے بس جھومر کے ٹپ ٹپ گرتے آنسو تھے اور رونے کی وجہ سے وہ بار بار شوں شوں کرتی آنسو کنٹرول کر رہی تھی۔کبیر شاہ سخت غصے میں بیٹھا تھا۔

گاڑی حویلی میں جا کر رکی اسد شاہ اور مراد شاہ گاڑی سے اترے۔اور اترتے ہی اندر کا رخ کئے ہوئے تھے۔کبیر شاہ نے گاڑی سے اترتے ایک ہی جھٹکے میں اسے نیچے کھینچ اتارا وہ بڑی مشکل سے اپنا توازن قائم رکھ پائی اس کا نقاب کھل گیا۔جھومر کی سرخ آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں کبیر شاہ

کا جیسے دماغ گھوم گیا وہ اسے گھسیٹتا ہوا لے گیا اور لا کر حویلی کے طے خانے میں دھکا دیا دروازہ بند کر کے کچھ بھی کہے بغیر واپس چلا گیا۔ جھومر کا دل لہو لہو ہو رہا تھا۔ اندھیری کوٹھری میں کچھ بھی دیکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اپنے ہی دکھ پر بکھر بکھر گئی۔

اسد شاہ اور مراد شاہ حویلی کے اندرونی حصے میں گئے جہاں اماں جان بابا جان تاج رباب سب لوگ بیٹھے تھے تاج نے سوالیاں نگاہوں سے اسد کی جانب دیکھا ان کی نگاہوں کا مفہوم سمجھتے ہوئے وہ بولے۔

"دلہن کبیر کے ساتھ ہے وہ اسے لے کر آتا ہو گا۔"

تو سب لوگ غیر ارادی طور پر دروازے کی جانب دیکھنے لگے۔ مگر کئی ساعتیں گزر گئی دلہن اور کبیر اندر نہیں آئے تو بابا جان نے بیٹوں سے پوچھا۔

" دونوں بچے کہاں ہیں"۔

اتنے میں کبیر غصے میں پھنکارتا ہوا آیا۔ اماں جی نے کبیر سے پوچھا۔

"وہ لڑکی تمہاری دلہن۔۔۔۔۔۔۔۔کہاں ہے؟"

"اب وہ میری ونی ہے میں جہاں چاہو اسے رکھوں آپ لوگ مجھ سے استفسار نہیں کر سکتے"۔

تاج کے چہرے کے نقوش جیسے پرسکون ہوئے انہیں کبیر کا جرات مندانہ انداز پسند آیا مراد شاہ بھی کبیر کا حامی تھا سو خاموش رہا۔ اسد شاہ نے موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے کیبر کو اس کے کمرے میں بھیج دیا۔ گو کے کبیر شاہ کا انداز انھیں اچھا نہیں لگا تھا۔

جاری ہے۔۔۔۔۔

#دل_دھڑکن_اور_تم

#از_قلم_خدیجہ_شجاع

#قسط11

آسیہ بیگم نے لڑکی کو کل سے اب تک ایک نظر دیکھا نہیں تھا اور لڑکی بھی ان کی نواسی تھی۔ناشتے کے بعد سے انھوں نے لڑکی کو بلوایا تو پتا چلا کہ دونوں غائب ہیں کبیر شاہ بغیر کہے سنے شہر چلا گیا تھا نوکرانی رضیہ نے بتایا کہ وہ بی بی طے خانے میں بند پڑی ہیں۔

آسیہ بیگم نے ماتھا پیٹ لیا اور جلد اسے تہہ خانے سے نکلوایا جھومر نے کل سے کچھ کھایا پیا نہیں تھا کھانا جوں کا توں پڑا تھا۔آسیہ بیگم نے اوپر کی منزل میں اسی کی ماں کے کمرے میں اسے ٹھہرا دیا وہ اپنی ماں کی نوں عمری کی تصویریں دیکھ کر حیران رہ گئ جابجا اس کی ماں کی چیزیں پڑی تھیں جوں کی توں اس کی الماری پڑی تھی اسے اس کمرے سے انسنیت کا احساس ہوا۔ابھی وہ یہ سب کا جائزہ لے ہی رہی تھی کہ نوکرانی اس کے لئے لباس اور ضرورت کی چیزیں لے آئی۔

"بی بی جی آپ تازہ دم ہو جائیں بڑی بیگم نے کہا ہے"۔

جھومر نے لباس دیکھا ہلکے گلابی رنگ کا سوٹ تھا اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس کے سائز کا تھا وہ آدھے گھنٹے میں فریش ہو کر بیٹھی تھی۔اس نے اس قید خانے سے نکل کر آنے پر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔

تھوڑی دیر میں ناشتہ اس کے کمرے ہی میں پہنچا دیا گیا جھومر نے جلدی سے ناشتہ کیا اس سے اب بھوک برداشت بھی نہیں ہو رہی تھی۔ناشتے کے بعد آسیہ بیگم نے اسے اپنے پاس بلایا جہاں خاندان

کے اور لوگ بھی موجود تھے اور تاج بیگم بھی بیٹھی تھی تاج نے جھومر کو اپنے سامنے دیکھا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔وہ خود چلتی ہوئی جھومر کے پاس آئی اور بغیر کچھ کہے سنی زناٹے سے ایک تھپڑ جھومر کے پھول سے گال پر جڑ دیا۔آسیہ بیگم نہایت غصے اور جلال میں اٹھیں جھومر کو سینے سے لگا کر بولیں۔

"تاج کچھ شرم لحاظ کرو حد ہوتی ہے بے مروتی کی بچی کا کیا قصور ہے جو تم نے اس کے گال پر تھپڑ رسید کر دیا۔یہ ہماری تربیت ہے؟ اور سنو جس طرح سے تمہارا اپنے ماں کے گھر مقام اور عزت ہے اسی طرح سے میری نواسی جھومر کا مقام اور عزت ہے۔یاد رکھنا میں آئندہ تمہاری خودسری برداشت نہیں کروں گی۔"

آسیہ بیگم نے تاج کئ اچھی خاصی عزت افضائی کر دی تھی۔

تاج کا دل چاہا جھومر کا گلا دبا دے وہ زمین پر پاؤں مارتی وہاں سے چلی گئی خاندان والوں کے لیے نئ کہانی چھوڑ گئی۔آسیہ بیگم جھومر کو گھر کے ایسے حصے میں لے آئیں جہاں کوئی نہیں تھا جھومر ہچکیوں سے رو رہی تھی اس لیے بھی اس کی کی نانی نے اس کی فیور کی تھی اور اس لیے بھی کہ وہ اپنے سگے رشتے کے اتنے قریب تھی۔آسیہ بیگم نے اس کے آنسو صاف کیے۔

"بیٹا موقع ایسا ہے کہ میں تمہارا کوئی چاو لاڈ نہیں کر سکتی مگر تم میری بیٹی میراں کی بیٹی ہونے کے ناطے سے میرے جگر کا ٹکڑا ہو جو ظلم ناحق تم پر ٹوٹا ہے اللہ کی اس میں بھی کوئی مصلحت ہو گی تاج تمہاری خالہ ہے فطرتاً جو غم دل میں پال بیٹھے اسے دل سے نکلتی نہیں ہے۔میں اس کی طرف

سے تم سے معافی مانگتی ہوں تم فکر نہیں کرو تھوڑا وقت گزر لینے دو آہستہ آہستہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔میری بچی تمہیں صبر اور تحمل سے کام لینا ہو گا"۔

آسیہ بیگم نے اسے بغور دیکھا میراں کی چھاپ تھی چہرے پر آنسوؤں کو اندر اتارتے جھومر کا ماتھا چوم لیا۔ جھومر کو قدرے بہتر محسوس ہوا۔

"جب تک تاج یہاں ہے تم اپنے کمرے ہی میں رہنا میں تمہیں وہی کھانا وانا پہنچا دوں گی۔"

جھومر نے آہستہ سے سر ہلایا۔

"تم جاؤ اپنے کمرے میں جاؤ شاباش انہوں نے جھومر کو دلاسہ دیتے ہوئے اسے اس کے کمرے میں بھیج دیا"۔

اسد شاہ نے زیب عالم کو فون کیا زیب عالم نے جلدی میں فون رسیو کیا۔

"زیب میں تم سے یہ کہنا چاہا رہا تھا کہ تم بالکل فکر نہیں کرو میں جھومر کو بیٹی بنا کر رکھوں گا جرگے کے سامنے میں تمہیں کوئی تسلی نہیں دینا چاہتا تھا تم سمجھ رہے ہو نہ۔"

"جی جی اسد صاحب میں سمجھ سکتا ہوں۔"

"تم فکر سے آزاد ہو جاؤں تمہاری بیٹی کو کوئی تکلیف نہیں ہو گی سوئم کے بعد ہم یہاں سے شہر چلے جائیں گے جھومر کے حوالے سے کچھ پوچھنا چاہو تو مجھے فون کر لینا"۔

"اسد شاہ میں آپ کا ممنون ہوں گا"۔

"کیسی باتیں کرتے ہو تمہاری بیٹی میری بیٹی جیسی ہے بس تم فکر مت کرنا۔"

اسدشاہ نے زیب عالم کو پوری تسلی دیتے ہوئے فون بند کر دیا۔

****

اور سوئم کے بعد سب شہر واپس آگئے۔ جھومر آسیہ بیگم کی بہت سی دعاوں تلے رخصت ہو کر شہر آگئی فل الحال اسد شاہ نے جھومر کو اوپر کی منزل پر بھیج دیا تھا۔

جھومر ایک بڑے بیڈ روم میں آئی جس کی کھڑکیاں لان کی طرف کھلتی تھیں کمرے کا ماحول بے حد ہوا دار اور صاف ستھرا تھا جھومر کے اعصاب پر کبیر کا غصہ اور اشتعال سوار تھا۔اس لئے وہ بالکل نارمل محسوس نہیں کر رہی تھی وہ بیڈ کے کراوں سے ٹیک لگا کر بیٹھی تھی بہت سی لایعنی سوچوں میں گم تھی پانی کی سطح پر اسکی نیت ڈال رہی تھی۔

****

تاج کی تیوڑیاں بری طرح سے چڑھی ہوئی تھی میراں کی بیٹی اس کے گھر میں موجود تھی لیکن خیالوں میں میراں پچھاڑیں مارتی دکھائی دی۔تو جیسے دل میں سکون اترنے لگا ایک بیٹی میں نے دائیں بائیں کروادی۔دوسری کو خون بہا میں لے آئی۔تاج کے خوبصورت لب مسکرائے۔

واہ میراں واہ بھگتو شب خون مارنے کا انجام تمہاری بیٹی ساری عمر تم سے نہیں مل سکی اولاد کے منہ کو ترسو گی۔

اور تاج ابھی تک یہ نہیں جانتی تھی کہ جس کو دائیں بائیں کیا تھا وہ اس کی بہو بن چکی تھی یہ تھا قدرت کا حسین فیصلہ۔

****

اتنی لمبی ڈرائیونگ کے بعد شمشیر شاہ بہت تھکا ہوا واپس آیا تھا رائمہ کو گھر ڈراپ کر کے سیدھا اپنے اپاٹمنٹ آگیا۔لاک کھولا لانج میں آیا وال کلاک رات کے گیارہ بجا رہا تھا۔وہ دلاویز کے روم میں آیا وہ بے سدھ سوئی ہوئی تھی۔ شمشیر اس کا معصوم چہرہ دیکھ کر مسکرایا۔اس نے کپڑے چینج کیے۔اور دلاویز کے پاس آکر لیٹ گیا۔مگر وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ شمشیر کو اس پر اتنا پیار آیا کے اسے اپنی آغوش میں لے لیا وہ بری طرح سے کسمسائی نیم اندھیرے میں وہ بری طرح سی ڈر گئی۔

"دلاویز میں شمشیر ہوں۔"

تو لمبی اطمینان بھری سانس لے کے وہ اس کے سینے سے لگ گی۔

شمشیر نے نام نہاد رشتے کو معتبر بنا دیا۔دلاویز نے ہر طرح کی خود سپردگی اپنے مجازی خدا کو دے دی۔دن کا اجالا ہونے سے پہلے دلاویز اٹھ گئی تھی۔ شمشیر صبح دس بجے تک سوتا رہا۔آنکھ کھلی تو پہلو میں دلاویز کو نہ پا کر شوخی سے مسکرایا۔

******

دلاویز کے لیے تنہائی تنہائی نہیں رہی تھی۔اس کی تنہائیوں میں ہر پل شمشیر اس کے ساتھ ہوتا اسکی بے ساختہ محبتیں اس کا مان بڑھا دیتی۔

******

جب حالات سازگار ہونے لگے تو اسد نے سب سے پہلے ایس پی فاخر کو ساتھ لے کر ابتہاج صاحب سے پوری انویسٹیگیشن کی۔

"ابتہاج صاحب آپ نے دلاویز کو کب اور کہاں سے اڈوپٹ کیا تھا آپ بتا سکتے ہیں"؟

ابتہاج صاحب تو حیران رہ گئے کہ وہ بے ذرر سی لڑکی کے لواحقین آکر ان سے تابڑ توڑ سوال بھی کریں گے۔

اتفاق نامی ادارے سے میری ہمشیرہ کے ذریعے ہم نے دل آویز کو اڈوپٹ کیا تھا میں نے اسے اپنی ولدیت میں لیا تھا۔

ابتہاج صاحب کے نجانے کیوں چھکے چھوٹ رہے تھے پیشانی پر پسینہ واضح تھا۔اسد نے ان کا خوب مطالعہ کیا۔

"اپنی ولدیت میں لیتے ہوئے اس کی پرورش کی اور اب اس سے لاتعلق کیوں ہو گئے"؟

"پورا دن اور ایک رات باہر رہنے کے بعد وہ اپنے شوہر کے ساتھ میرے پاس آ کر کہے کہ وہ شادی کر چکی ہے تو کیا یہ بات ایسی ریزن ایبل ہے کہ میں اسے قبول کرتا"۔

ابتہاج صاحب تاؤ کھا گئے۔

"کیا ایک پورا دن جب وہ گھر نہیں آئی تو اگلی شام تک آپ نے اپنی بیٹی کے لئے کوئی رپورٹ درج کروائی۔"

ایس پی کے سخت سوال پر ابتہاج صاحب نے اپنے ماتھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے انکار کیا۔تو ایس پی صاحب بولے۔

"آپ نے رپورٹ درج کیوں نہیں کروائی"۔اب ابتہاج صاحب کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔اسد شاہ معنی خیزی سے مسکرائے۔

"چھوڑو ایس پی بچی واقعی ان کا جگر گوشہ ہوتی تو رپورٹ بھی درج ہوتی"۔

"ابتہاج صاحب دریا خان گاؤں کے نامور گھرانے کی اعلیٰ حسب نسب رکھنے والے خاندان کی بیٹی ہے دل آویز کسی حادثے کی بنا پر ہوسپیٹل سے پیدا ہوتے ہی گم ہو گئی تھی دل آویز ایک امیر وکبیر اور عزت دار گرانے سے ہے تمہارے پاس آنے سے ایک دن قبل وہ کڈنیپ ہو گئی تھی۔دوسرے دن میرے بیٹے نے اس کے سر پر عزت کی چادر رکھتے ہوئے اس سے نکاح کر لیا۔"

ابتہاج صاحب کا یہ عالم کے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔حنا کولڈرنک کی ٹرے لے کر ڈرائنگ روم میں آئی جب تک وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

حنا ان کے آگے ہاتھ جوڑ کر رونے لگی۔

"خدا کے لئے مجھے میری بیٹی سے ملوا دیجئے گا"۔

ایس پی کچھ کہنے والا تھا جب اسد شاہ نے اسے روک دیا۔

"خاتون اب ایسا ممکن نہیں ہے"۔

کہتے ہوئے اسد شاہ باہر چلے گئے اتفاق ادارے سے پتہ چلا نوراں مائی کے ذریعے بچی ان تک پہنچی تھی سارا معاملہ ہی کلیئر ہو گیا تھا۔

****

کبیر شاہ تو بھول ہی گیا تھا کہ اس نے کسی کو عقد ثانی میں بھی لیا تھا دو ماہ قبل کچھ پلک جھپکتے گزر گئے تھے اور جھومر بھی دو ماہ سے اوپر ہی رہتی رہی تھی تاج نے تو منہ لگانا مناسب ہی نہ سمجھا تھا اور رائمہ کو بھی اس کے پاس جانے کی اجازت نہیں تھی تاج بہت خوش تھی کہ کبیر کی جھومر کی طرف کوئی توجہ نہیں تھی آج کبیر یہاں وہاں دیکھتا ہوا سیڑھیاں چڑھ گیا۔ہر بیڈروم کو دیکھتا ہوا جا

رہا تھا شروع سے لاسٹ والے میں کسی زندگی کے جینے کی نشاندہی ہو رہی تھی۔وہ اندر داخل ہوا جھومر نماز پڑھ کر جانماز طے لگاتی ہوئی مڑی۔کبیر شاہ کو اپنے سامنے دیکھ کر حیران ہوئی۔وہ تو امید چھوڑ چکی تھی کہ کبیر شاہ کبھی اس کے روبرو بھی آئے گا۔جھومر حیرت سے سٹل کھڑی اس کا منہ تکنے لگی اور وہ معنی خیز مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے اس کے قریب آیا۔

"ڈر گئی"۔

وہ مونچھوں کو تاو دیتا ہوا بولا۔

"کیوں ڈروں گی"۔

" بڑا حساب پڑا ہے تمہاری طرف جو مجھے چکتا کرنا ہے"۔

"تو ٹھیک ہے دے دو طلاق مجھے طلاق کا کلنک ماتھے پر لگوا کر چلی جاتی ہوں تمہارا میری طرف کا حساب بھی بے باک ہو جائے گا۔"

کبیر شاہ نے زناٹے دار تھپڑ اس کے گال پر رسید کیا وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور پیچھے بیڈ پر گر گئی۔

اس سے پہلے کہ وہ اٹھتی کبیر اس کے بے حد قریب تھا۔اتنا قریب کے جھومر اور وہ اپنے اپنے سانسوں کی حرارت کو محسوس کر سکتے تھے۔

"آئندہ کبھی ایسا مت سوچنا اور اگر تمہاری زبان پر ایسا لفظ آیا بھی تو تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔"

"تم اور کر بھی کیا سکتے ہو۔عورت پر ہاتھ اٹھا کر فخر محسوس کرنے والے مردوں میں سے ایک مرد ہی ہو۔"

جھومر حقارت و نفرت سے بولی۔کبیر شاہ کی پانچوں انگلیوں کے نشان اس کے رخسار پر تھے وہ شدید ذلت اور تکلیف سے گزر رہی تھی۔اس کا انداز ایسا تھا کہ کبیر شاہ کو شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے جھومر سے اتنی محبت تھی کہ جدائی کا لفظ اب اسے گوارا نہیں تھا۔

"تم مجھے تھپڑ سے یا اپنے کسی بھی ظلم اور زیادتی کی بدولت خاموش نہیں کروا سکتے یاد رکھو تمہاری ونی بن کر زندگی نہیں گزاروں گی"۔

کبیر شاہ کے چہرے کے تاثرات بدلے جھومر کے جرات مندانہ انداز نے اسے متاثر کیا تھا گھنی مونچھوں تلے اس کی مسکراہٹ واضح تھی وہ اپنی بات کہہ کر اپنا اعتماد کھونے لگی کبیر اس کے بالکل اوپر تھا۔

"پیچھے ہٹو کبیر۔"

وہ تلخی سے بولی۔کبیر شاہ ریلیکس ہو کر جیسے اس پر گر گیا تھا۔جھومر بری طرح سے کسمسائی۔اسے کبیر کی قربت زہر لگ رہی تھی۔

"کبیر شاہ پلیز مجھے چھوڑو تمہاری زبردستی کی قربت کو میں خاطر میں لانے والی نہیں۔"

"واہ شہزادی لگی ہو بپھری ہوئی چیتی"۔

جھومر کا سنجیدہ لال سرخ چہرہ دیکھتے ہوئے وہ پرے ہٹ گیا دسمبر کے مہینے میں وہ ہلکے قدرے باریک لان کے جوڑے میں تھی۔اور اسکا وجود ہلکے ہلکے کپکپا رہا تھا۔کبیر شاہ ایک دفعہ پھر شرمندہ ہوا۔اسے امید نہیں تھی اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ جھومر کو کسی چیز کی ضرورت بھی ہو سکتی ہے۔ اور وہ اس سے لاعلم اس لیے نھی رہا تھا۔کہ اس طرح سے اسے بڑی تسکین ملتی تھی مگر اب اسے

بے سر وسامان دیکھ کر دل میں تکلیف ہونے لگی تھی۔وہ اسکی محبت تھی۔اس کا عشق تھی۔اور اس کا عشق اس کے ہاتھوں رلنے لگا تھا۔اس کی طبیعت بہت بے کراں اور بھاری ہونے لگی۔مذید بغیر کچھ کہے وہ واپس چلا گیا۔وہ جلدی سے کمبل اوڑھ کر بیٹھ گئ وہ بہت پھوٹ پھوٹ کر روئی وہ کس عذاب سے گزر رہی تھی۔یہ وہی جانتی تھی میراں جھومر کی جدائی میں بڑی افسردہ اور پریشان رہتی تھی۔

زیب عالم اسے سمجھا سمجھا کر تھک گئے تھے لیکن اسے اپنی بیٹی کا درد بھولتا ہی نہیں تھا ہاتھوں پر مہندی عروسی جوڑے میں دلھن بن کر نارمل حالات میں ریجوں کے ساتھ رخصت ہوتی۔میری بیٹی گھر کے عام سے جوڑے میں رخصت ہوگئی یہ سوچ سوچ کر میراں نڈھال ہونے لگتی۔

"بابا جان کیا اماں یوں ہی روتی رہیں گی تو کیسے چلے گا وہ بیمار ہو جائیں گی میں اماں کی وجہ سے بہت پریشان ہوں بابا"۔

"بیٹا بات یوں ہے کہ مجھے اسد شاہ نے شہر بلایا ہے بے حد ضروری معاملہ ہے اس کا کہنا ہے کہ میں اس کے پاس پہنچوں تو میرے ساتھ ڈسکس کرے گا اس لیے مجھے ذرا سا اشارہ بھی نہیں دیا۔"

"بابا آپ جائیں ان سے ملیں یقینا جھومر کے متعلق کوئی مسئلہ ہو گا۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں تم اپنی ماں کا خیال رکھنا میں کل صبح ہی نکل جاؤں گا اور میرا خیال ہے کہ شہر آنا جانا رہے گا اس لئے میں لاہور والا گھر سیٹ کروا لیتا ہوں تمہارا کیا خیال ہے۔"

"بلکہ بابا جان اسے کیوں نہ کریں کہ ہم لاہور ہی میں شفٹ ہو جائیں"۔

"نہیں ابھی ایسا ممکن نہیں ہے بہرحال میں کل صبح لاہور نکل جاؤں گا۔"

"بابا آپ اپنا خیال رکھیے گا"۔

منان بہت فرمابردار اور پیارا بیٹا تھا زیب عالم اسے محبت سے دیکھتے ہوئے مسکرائے۔

******

کبیر شاہ نے ملازموں کو تمام شاپنگ بیگز تھما کر جھومر کے کمرے میں بھیج دیئے پانچ منٹ میں سارے صوفے شاپنگ بیگ سے بھر گئے وہ چپ چاپ دیکھتی رہی اسے یقین تھا کہ وہ خود بھی اس کے پاس آئے گا اور ایسا ہی ہوا جب سارا سامان بھجوایا دیا تو وہ خود بھی آ گیا۔

جھومر بیڈ پر جوں کی توں بیٹھی رہی کبیر شاہ کا آنا اس کے اعصاب پر بہت بھاری ہوتا تھا شاید اس لیے کہ وہ اس کا شوہر تھا یا اس لیے کہ وہ اپنے رویے سے اس کے اعصاب کو چٹخا دیتا تھا۔اور وہ کتنے دن بیت جانے کے بعد بھی بھول نہیں پاتی تھی۔

"میں نے تمہارے لئے شاپنگ کی ہے سراسر اپنی پسند سے دیکھو گی نہیں۔"

"وہ اوپر تک کمبل میں تھی اور شاید کمبل میں بھی اسے سردی لگ رہی تھی جھومر نے اسے ایک نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا وہ اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا"۔

جھومر کانوں کی لوؤں تک جلنے لگی اس کے پاس اکیلے کمرے میں اس کا آجانا اور اس کے قریب آ کر بیٹھنا وہ بیچاری ہاتھوں پیروں پر ہو جاتی بڑی مشکل سے اعتماد بحال رکھ پاتی تھی۔

"سوری میں نے غفلت کی تمہاری ضروریات کا خیال نہ رکھ سکا۔"

اس کا لہجہ بہت گھمبیر ہو گیا تھا۔

جھومر کے ہونٹ خشک ہونے لگے تو (کمینے کے سامنے لب گویائی کو موت آجاتی تھی اور دل تو جیسے اچھل اچھل کر سینے سے باہر آنے کو تھا۔)

کبیر شاہ کو ہونٹ کاٹتی وہ خاموش بیٹھی اچھی لگ رہی تھی وہ محویت سے اسے دیکھنے لگا آخر کار اس نے اپنی تمام ہمتیں مجتمع کی اور بولی۔

"ٹھیک ہے میں دیکھ لوں گی شوپنگ اب تم جا سکتے ہو۔"

کبیر شاہ بے ساختہ بڑی زور سے ہنس دیا۔

"گھبراؤ نہیں بیشک تمہارے جملہ حقوق میرے پاس محفوظ ہیں میں تمہیں۔۔۔۔۔۔"

اور کبیر نے اس کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبوچ لیا۔ جھومر تڑپ اٹھی۔

چھوڑو ہاتھ میرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کبیر!!!!!!

وہ تنک گئی۔ کبیر شاہ بھرپور مزہ لے رہا تھا۔

جھومر بے بس سی ہوگئی اور کبیر نے اس کا ساتھ نہ چھوڑا۔

"بہت ڈھیٹ ہو تم"۔

وہ غصہ ہو گئی تو کبیر نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اٹھ کر ایک شاپنگ بیگ میں سے مسٹرڈ میرون کلر ونٹر سٹف کا خوبصورت جدید جوڑا نکالا جو واقعی کمال تھا۔

"اٹھو کپڑے چینج کرو مجھے تو ڈر تھا کہ کہیں تم لان کے سوٹ میں اتنی سردی میں مر ہی نہ جاؤ۔"

وہ لا پرواہی سے بولا۔ وہ اس کے سامنے کمبل سے نکلنا نہیں چاہ رہی تھی۔

" کبھی میں سب دیکھ لوں گی تم یہاں سے جاؤ پلیز۔"

"بس کر دو ایک تو چوری دوسرا سینہ زوری۔"

وہ کہہ کر رکا نہیں چلا گیا وہ اس کے آخری فقرے کا مطلب سمجھتی رہ گئی وہ یقینا شرط جیتنے والی بات پر طنز کر کے گیا تھا اگلے کچھ دن وہ مصروف ہی بہت رہا ہے اور جھومر کو ہر پل لگتا کہیں وہ آ نا جائے۔

****

زیب عالم نے لاہور پہنچ کر اسد شاہ کو فون پر اطلاع دی۔اسد شاہ انہیں عالیشان ریسٹورنٹ میں لنچ پر بلایا۔اسد شاہ نے زیب عالم سے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔پر تکلف ماحول میں لنچ کیا اور ساتھ حالات اور سیاست پر بات چیت ہوتی رہی۔جس کے بعد دونوں کافی پی رہے تھے جب اسد شاہ اصل مقصد کی طرف آگیے۔

"زیب عالم صاحب آپ کی بیٹیاں ٹویز تھیں"۔

تو زیب صاحب غیر متوقع سوال پر حیران ہوئے۔

"جی بالکل ٹونز تھی"۔

"دوسری بچی کہاں ہے"؟

اسد شاہ نے جلدی سے پوچھا۔

"ہوسپٹل سے ہی غائب ہو گئی تھی کسی نے اٹھا لیا تھا اسے"۔

"آپ نے کوئی پیروی کی تھی"؟

"ہاں بالکل پولیس میں رپورٹ بھی درج کروائی تھی لیکن بچی کا کوئی سراغ نہ مل سکا تھا"۔

"تو زیب عالم صاحب آپ کو مبارک ہو سراغ مل چکا ہے۔"

زیب عالم حیران ششدر اسد شاہ کا منہ تکنے لگے۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

زیب اتنا ہی بول سکے۔

"سب ممکن ہے سب ہو سکتا ہے بس وقت مقرر ہوتا ہے۔"

پھر دلاویز کے ملنے اور دیگر واقعات کی رونمائی تک سب کچھ زیب عالم کو بتایا۔

"اب دل آویز اتفاق سے میری بہو ہے میرے بڑے بیٹے شمشیر نے اس سے شادی کر لی ہے۔"

"کیا آپ میری بیٹی سے میری ملاقات کروا سکتے ہیں"۔

زیب عالم نے یوں کہا جیسے کہ پیاسا کنویں کا راستہ پوچھتا ہو۔

"کیوں نہیں میں ایک لمحہ ضائع کیے بغیر آپ کو آپ کی بیٹی سے ملوانا چاہوں گا لیکن کیا ہی اچھا ہو کہ آپ کی دونوں بیٹیاں آپ کو اکٹھے ایک جگہ ملیں تو اس لیے آپ کو کل شام تک انتظار کرنا ہوگا۔

"

"کیوں نہیں ضرور میں انتظار کرتا ہوں۔آپ بے حد شکر گزار ہوں آپ کا احسان عظیم ہے مجھ پر ۔"زیب عالم روہانسے ہونے لگے۔

"ارے آپ کیسی باتیں کرتے ہیں یہ تو میرا فرض تھا ہے بھلا سگے باپ بیٹی کو کیسے دور رکھ سکتا ہوں ۔آپ کی ایک بیٹیجن حالات میں میری بہو بنی ہے وہ تو ہماری مجبوری تھی مگر آپ کی دوسری بیٹی کا نصیب بھی میرا بیٹا ہی تھا یہ حسین اتفاق ہے یہ بہت حیرت انگیز واقعہ ہے بہرحال اجازت دیجئے کل ملاقات ہوتی ہے"۔

اوکے۔

زیب عالم ان کے ساتھ چلتے ہوئے باہر آئے اور اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

#دل_دھڑکن_اور_تم

#از_قلم_خدیجہ_شجاع

#قسط12

جھومر نے کبیر کے کمرے سے جاتے ہیں دروازہ لوک کیا اور اللہ کا شکر کیا سر سے ٹل گیا۔جلدی جلدی ساری شاپنگ دیکھی شاپنگ میں کچھ ایسی چیزیں بھی تھی کہ جھومر کو ٹوٹ کر شرم آئی۔اس نے تمام چیزیں بیگز سے نکال کر الماری میں رکھ دیں۔کاسمیٹکس ڈریسنگ پر سجا دیا اور کبیر کے دکھائے سوٹ کو ہینگ کر دیا اور بلیک ایمبراڈری والا سوٹ نہا کر زیب تن کیا۔

کبیر شاہ نے اسے حیران کر دیا تھا خوبصورت نازک کیجول میچنگ جیولری بھی خرید کر لایا تھا۔بہت دنوں بعد کسی اچھے ڈریس کو پہن کر آئینہ دیکھا تو خود کو سراہنے لگی۔

#*****

کبیر شاہ اپنے آفس میں بہت دلجمعی سے کام کر رہا تھا اسد نے بیٹے کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہ سمجھا اور جھومر کو اپنے پاس اسٹڈی روم میں بلایا۔وہ پہلی بار اسد شاہ کے سامنے آئی تھی بہت شاندار پرسنیلٹی کے مالک تھے۔ جھومر کو پر شفقت انداز میں ملے۔

"بیٹا آپ کے والد صاحب لاہور آئے ہوئے ہیں۔"

جھومر کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے ہی رہ گیا۔

"آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں آج شام آپ تیار رہیے گا میں ملاقات کروا دوں گا"۔اسد شاہ نے بہت سی باتیں پوشیدہ رکھیں۔

شام کو وہ ایک خوبصورت سے اپارٹمنٹ کے لاؤنج میں بیٹھی تھی۔وہ شدید بے چین تھی کہ میرے بابا آجائیں تو ان کے سینے سے لگ کر سارا غم دور کر دوں۔پندرہ منٹ بعد زیب عالم بیرونی دروازے سے اندر آئے۔ جھومر کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا کہ بابا جان اس کے سامنے کھڑے ہیں۔اس سے پہلے کہ وہ دوڑ کر بابا جان کے گلے لگتی حیرت ناک واقع ہوا کہ ایک لڑکی جو اس کی ہم شکل سامنے کے دروازے سے باہر آئی اور بھاگ کر بابا کے سینے سے جا لگی۔ جھومر کے اعصاب نے ساتھ چھوڑ دیا وہ سٹریس لے کر تھک چکی تھی۔وہیں صوفے پر بے ہوش ہو کر گر گئی۔

"بابا آپ میرے بابا ہیں"۔

وہ بابا کے گلے لگی تڑپ رہی تھی اسد شاہ نے بھی کمال کر دیا۔ جھومر اور دلاویز کو ایک جگہ بابا سے ملوا دیا۔ مگر یہ نہ بتایا کہ جھومر کی بہن دلآویز ہے یا دل اویز کو بتا دیتے کہ جھومر تمہاری بہن ہے۔

زیب عالم نے دوسری لڑکی کو صوفے پر گرتے دیکھا تو کہنے لگے۔

"جھومر بیٹا دل آویز بیہوش ہو گئی ہے اسے دیکھو۔"

دل آویز نے اپنا نام جھومر سنا تو رونا بھول کر زیب عالم کو تکنے لگی۔

"بیٹا ادھر صوفے پر دلآویز کی گر گی ہے۔"

تو دل آویز نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے صوفے کی جانب دیکھا سچ میں کوئی لڑکی تھی۔اس کی جانب بڑھی اور اب باری تھی کہ دل آویز بے ہوش ہو جاتی جبکہ ایسا نہ ہوا۔وہ حیران سی کبھی اپنی ہم شکل لڑکی کو دیکھتی اور کبھی زیب عالم کو دیکھتی۔زیب عالم بھی سٹپٹا گئے۔بے ساختہ دلاویز کو جھومر سمجھ کر ہلانے لگے۔

"بیٹا اٹھو آنکھیں کھولو"۔

دلاویز جلدی سے پانی لیکر آئی۔اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے تو اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

"بابا آپ آگئے"۔

وہ ان کے سینے سے لگی رونے لگی۔

"دل آویز میری بیٹی میری پیاری بیٹی۔"

دلاویز حیران ہوئی پھر کچھ سمجھتے ہوئے بولی۔

"میری بات سنیں میں دلآویز ہوں۔"

اس نے اپنی طرف انگلی کرتے ہوئے واضح کیا۔بابا نے دلاویز کو ایک نظر دیکھا پھر اپنے ساتھ بیٹھی جھومر کو دیکھا۔ جھومر حیران پریشان دلاویز کو دیکھ رہی تھی۔

"میں میں تمہاری بہن ہوں دلاویز"۔

جھومر نے بغیر پلکیں جھپکے بابا کی طرف دیکھا۔

"اہ اچھا آپ دلاویز ہو"۔

بابا نے اپنے بازو وا کر دیئے۔

عجیب مضحکہ خیز سا سین تیار ہوگیا۔

"جھومر یہ تمہاری بہن دل آویز ہے"۔

بابا کا کہنا تھا کہ موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے دونوں ہنس باولی ہوئی جا رہی تھی۔

"بابا یہ آپ کو کہاں سے ملی۔"

جھومر کا اگلا سوال تھا۔

"یہ ایک لمبی کہانی ہے پھر سناؤں گا پہلے مجھے اپنی دونوں بیٹیوں کو دل بھر کے دیکھ لینے دو۔"

اسد شاہ نے شمشیر کو بھی آفس میں بزی رکھا ہوا تھا۔وہ چاہتے تھے تینوں باپ بیٹیاں تنہائی میں بلا تکلف دل کے بوجھ ہلکے کریں گے۔دل آویز کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے مسلسل اپنے بابا کے ہاتھ تھام کر بیٹھی تھی۔اور جھومر اسے دیکھ دیکھ کر نہال ہو رہی تھی۔جھومر کی آنکھیں کالی تھی اور اس کی بھوری آنکھیں تھیں۔جھومر کی لمبی چوٹی اور دلآویز کے بال شانوں سے نیچے تھے دونوں گوری چٹی ایک سی تھیں۔زیب عالم کو تو دنیا کی بیش بہا دولت مل گئی تھی۔

"جھومر بیٹا تم خوش ہو۔"

جھومر تھوڑا سنجیدہ ہوئی۔

"بابا اس موضوع پر پھر کبھی بات کریں گے۔ابھی مجھے اپنی بہن سے باتیں کر لینے دیں۔"

" تمہیں کیسا لگ رہا ہے اپنی بہن اور باپ سے مل کر"۔

جھومر نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"پوچھو مت میں بڑی خوش ہوں بہت خوش"۔

دل آویز کی آنکھیں بھر آئیں زیب عالم دل ہی دل میں خوش ہونے لگے۔

****

تاج کو یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ میراں کی دونوں بیٹیاں اس کی بہویں بن گئی تھی۔سچ ہے کہ زندگی میں آپ جس چیز سے بھاگتے ہیں۔وہی آپ کی زندگی میں شامل ہوتی ہے۔کیسا عجیب سا امتحان ہوتا ہے اپنی طبیعت کے برخلاف مجھے اسد شاہ کے ساتھ زندگی گزارنا پڑی۔جب کہ میرے دل میں زیب عالم کی محبت تڑپ تڑپ کر رہ گئی۔

میراں نے میرے حق پر ڈاکہ ڈالا وہ لٹیری نکلی اور اب اس کی بیٹیاں میرے گھر میں میرے سامنے رہیں گی۔تاج کے دل میں نفرت کی آگ جلنے لگی اسد شاہ کا ان کی طرف جھکاو تاج کو قطعی طور پر پسند نہیں تھا۔آج سالہا سال بعد بھی تاج کے دل میں زیب عالم کا ان سے ٹوٹا ناتا دکھ دیتا رہتا۔

اپنی قسمت پر شاکر ہونا تو جیسے انھوں نے سیکھا ہی نہیں تھا۔

*****

اپنی بہن سے ملنے کے بعد وہ کافی خوش تھی۔بابا سے مل کر بے حد خوش اور مطمئن تھی۔بابا نے کہا تھا کہ ہو سکتا ہے وہ لوگ بھی لاہور سٹیل ہو جائیں۔بہت دنوں کے بعد وہ بڑے اچھے موڈ میں تھی۔لیکن ایک بات اسے پر اسرار لگ رہی تھی نہ تو وہاں شمشیر تھا اور نہ ہی گھر میں کبیر کو کچھ معلوم تھا اسد انکل نے یہ بات مجھ پر واضح بھی کر دیں دی شاید اس لیے کہ ابھی وہ اپنے بیٹوں کو بتانا نہیں چاہتے تھے لیکن چھپانے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے ابھی وہ ان سوچوں میں گم تھی کے وہ آ گیا وہ مسٹڈ میرون کلر کا سوٹ پہنے ہوئے ڈھیلی ڈھیلی چٹیا بنائے ہلکا میک اپ کی ئے سیدھی دل میں اترتی محسوس ہوئی تھی۔وہ سوچوں میں گم تھی وہ کمرے میں آ گیا اس کے سامنے ہاتھ ہلایا۔

"کہاں گم ہو"۔

وہ چونکی بھی اور اسے کبیر کی موجودگی میں جھرجھری سی محسوس ہوئی۔اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے زاویے دیکھ کر بولا۔

"لگتا ہے میرا آنا اچھا نہیں لگا۔"

"ظاہر ہے جو لوگ اچھے لگیں انہیں کا آنا اچھا بھی لگتا ہے"۔

"خیر یہ تو رہنے ہی دوں اچھا تو میں تمہیں لگتا ہوں یونہی تو مجھے شرط لگا کر نہیں جیتا تھا تم نے۔"

کبیر ذرا تلخ سا ہو گیا وہ خاموش ہو گئی اسے شدید غصہ تھا وہ جھومر کی اس حرکت کو یاد کرتا تو نہایت کڑوا کسیلا ہو جاتا۔وہ سمجھ گئی کہ اب کبیر کا میٹر گھم گیا تھا۔

"کبیر شاہ وہ تو میری ایک بے ضرر سی شرارت تھی تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے تم مجھے اپنی ونی بنا کر لے آیئے ایک جیتی جاگتی باشعور لڑکی کو خون بہا میں اٹھا کر لے آئے جس کا قرآن و سنت میں کہیں کوئی سبق نہیں ملتا۔"

"پہلی بات تو یہ کہ تم نے مجھ پر شرط لگا کر مجھے تختہ مشق بنایا میرے لئے بھولنے کے قابل نہیں تھا ۔دوسری بات یہ کہ اسی آگ میں دن رات جلتے جلتے ہی مجھے تمہیں ونی بنا کر لانے کا موقع مل گیا۔

"

جھومر کا چہرہ غصے سے لال سرخ ہو گیا ساری شرم و حیا کو اس نے بلائے طاق رکھی اور بڑی بڑی سیاہ آنکھوں کھولے کبیر کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"تو کبیر پھر تمہارے جلتے ہوئے دل پر کوئی ٹھنڈا چھینٹا تو پڑا ہو گا۔"

کبیر شاہ نے اس کی کلائی بے دردی سے پکڑی۔

"نہیں میں غلط تھا وہ آگ شرط پر مجھے جیتنے کی نہیں وہ تمہارے عشق میں جلنے کی آگ ہے۔"

"لیکن مجھے تمہارے ساتھ بھیڑ بکری جیسی زندگی نہیں گزارنی مجھے میرے والدین کے گھر سے عزت کے ساتھ بیاہ کر لاو۔"

"تمہیں ایسا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے"۔

تم تو شرطوں پر مرد جیت لیتی ہو۔

کبیر نے نہایت گری ہوئی بات کی لیکن جھومر نے اسے اشتعال دلا دیا تھا۔وہ واپس چلا گیا۔وہ بہت غصے میں تھا۔

******

اگلے دو دن بعد کبیر شاہ کو کسی کام سے یونیورسٹی جانا تھا وہ یونیورسٹی آیا گاڑی لاک کر کے آگے بڑھنا چاہا تو اس کے تن من میں غصے سے جیسے جنگاریاں سی نکلنے لگیں۔شمشیر کے پہلو میں جھومر بیٹھی تھی۔جینز پر براون کوٹ پہنے براوان ہی سکارف لیے وہ بڑی ترو تازہ سی بیٹھی تھی۔

"اس کی ایسی کی تیسی اس کی جرات کیسے ہوئی میری اجازت کے بغیر شمشیر کے ساتھ گھومتی پھرتی ہے اور یہاں یونیورسٹی میں کیا کرنے آئی ہے۔"

شمشیر اسے ڈراپ کر کے چلا گیا۔تو وہ سیدھا اس کے پاس آیا۔

وہ آنکھوں میں حیرت سموے اسے دیکھنے لگی۔کبیر شاہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔

"کیا کرنے آئی ہو یہاں۔؟اتنا شوق تھا پڑھنے کا تو مجھے کہتی شمشیر کے ساتھ کہاں ٹامک ٹوئیاں مارتی پھر رہی ہو"۔

دلاویز کو ایک منٹ سے پہلے پتہ چل گیا کہ اسے ضرور غلط فہمی ہوئی ہے۔

"دیکھیں آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے"۔

اس کا ملائم سا لب ولہجہ سنتے ہی کبیر نے اسے گھسیٹ کر گاڑی میں ڈالا اور اسے ایک لفظ بھی کہنے سے منع کیا۔زبردستی اسے زرتار محل میں لے آیا۔اور جھومر کے کمرے لا کھڑا کیا مگر سامنے تو جھومر پہلے سے ہی موجود تھی۔

جھومر نے اپنی ہم شکل دیکھی تو مسکرائی اور اس کی مضحکہ اڑائی نظریں کبیر شاہ پر تھی۔

اور کبیر شاہ دونوں کو دیکھ کر ایسا ہوگیا جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

"یہ کیا چکر ہے"۔

اس نے جھومر سے پوچھا۔

جھومر دلاویز کے ساتھ کھڑی ہوئی تو اسے سمجھ میں آیا کہ عموماً جھومر چٹیا بناتی ہے اور دلاویز کی زلفیں کھلی ہیں۔(یعنی جھومر بال کھولے تو اتنی ہی حسین لگے۔)وہ یہ سوچ کر رہ گیا۔

"یہ میری بہن ہے میری جیٹھانی ہے اور آپ کی بھابھی ہے"۔

"دلاویز تمہیں اس نے تھپڑ وغیرہ تو نہیں دے مارا۔کیونکہ یہ اکثر عورت کا لحاظ نہیں کرتا۔"

"نہیں نہیں للہ کا شکر ہے تھپڑ شپڑ نہیں مارا۔"

دلاویز سچ میں ڈر گئی۔

"سوری آپ کو غلط فہمی میں یہاں لے آیا۔"

کبیر اس کے سامنے مہذب سا بن گیا۔

"تم نے اپنی بہن مجھ سے چھپائی ہوئی تھی۔حالانکہ کوئی فائدہ نہیں یہ ہوبہو تمہاری شکل کی ہے۔"

کبیر شاہ نے اس کو چڑھایا۔

"آئیے آپ کو واپس چھوڑ دوں۔"

"اوکے جھومر مجھے ضروری جانا ہے پھر ملیں گے۔"

وہ کیبر کے ساتھ چلتی نیچے آئی لاونج میں نیوی بلو سوٹ میں ملبوس قیمتی جیولری پہنے ایک خوبصورت ترین خاتون بیٹھیں تھیں۔کبیر اسے لے کر ماں کے پاس آیا۔

تاج نے سر سے پاوں تک اس کا جائزہ لے ڈالا۔

"اسے کہاں لے جا رہے ہو؟"

تاج نے نخوت سے پوچھا۔

"ماما یہ دلاویز ہے"۔

"کیا کہہ رہے ہو تم"۔

تاج حیرانی سے بولی۔

دلاویز بری طرح سے گھبرا رہی تھی۔اس عورت سے یعنی کے یہ تاج خالہ تھیں وہ گھبراتی ہوئی باہر آئی اور کبیر کے ساتھ واپس چلی گی۔

تو یہ دونوں بہنیں یوں میرے سینے پر مونگ دلیں گی۔

تاج نے سنجیدگی سے سوچا۔

****

"زیب آپ کہہ رہے ہیں میری دوسری بیٹی مل گی ہے۔مجھے یقین نہیں آرہا۔میں بے تاب ہوگئی ہوں اپنی بچی کو دیکھنے کے لیے۔"

"آپ اسے اپنے ساتھ یہاں لے آتے"۔

"وہ شادی شدہ ہے اور تم تاج کے عتاب سے بچ جاؤ تمہاری دونوں بیٹیاں اس کی بہوئیں بن گئیں ہیں۔"

میراں کی حیرانی کو انہوں نے ساری روداد سنا کر دور کیا۔

"تم فکر نہیں کرو منان اور ہم شہر میں سیٹل ہو رہے ہیں۔تم تیاری کرو۔"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں کیسے شہر میں سیٹل ہوں گے"۔

"اپنی اولاد کو دیکھ لو یا تم اپنا گاؤں دیکھ لو۔"

زیب عالم نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

ہم شہر چلے گے میراں بچوں کی طرح سے خوش ہو رہی تھی منان اپنے ماں باپ کی خوشی میں راضی تھا۔وہ چند دنوں میں شہر آ گئے۔

******

اسد شاہ نے کبیر شاہ کو کہہ دیا کہ وہ جھومر کو اپنے کمرے میں لائے کبیر شاہ پٹنے والا ہو گیا۔بابا جان آپ خود جھومر سے کہیں کہ میرے بیڈ روم میں شفٹ ہو جائے۔

"کیوں کوئی مسئلہ ہے"۔

اسد نے بیٹے سے پوچھا۔

"نہیں بس یوں ہی کہہ رہا ہوں"۔

اسد شاہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

****

قدموں کی چاپ سن کر جھومر ہای الرٹ ہوگئ۔وہ الماری میں سر دیے کچھ ڈھونڈ رہی تھی دروازے پر نوک ہوئی تو وہ جلدی سے متوجہ ہوئی۔(موصوف کو مینرز کیسے آ گئے۔)

لیکن اپنے کمرے میں اسد شاہ کو دیکھ کر اسے کافی حیرانی ہوئی۔

"انکل آپ مجھے بلوا لیتے آپ نے خود آنے کی زحمت کیوں کی۔"

"کوئی بات نہیں میں آپ کو ایک پیغام دینے آیا تھا۔آپ کل شام کو نیچے کبیر کے کمرے میں شفٹ ہو رہی ہیں"۔

جھومر کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی۔

"آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔"

انہوں نے بغور جھومر کے چہرے پر کچھ تلاشنے کی کوشش کی۔

"کبیر کل شام کو آپ کو لینے آئے گا۔"

جھومر کافی ڈپریس ہو گئی۔

"مجھے امید ہے کہ آپ بغیر چوں چرا کیے ہمارا کہا مانیں گی"۔

جھومر نے خاموشی سے سر جھکا دیا جب کہ کبیر کے کمرے میں شفٹ ہونے کو قطعی دل نہ چاہا رہا تھا

۔

اگلے دن ایک گرین کلر کا فینسی سوٹ اور پھول گجرے نوکرانی اس کے لئے لے آئی تھی۔

"اب اسد شاہ کی بات رکھنے کے سوا اور کوئی حل نہیں تھا اس نے بے دلی سے جوڑا پہن لیا۔جو اس پر خوب سجا اس نے جیولری پہنی اور بال کھولے پھولوں کے گہنے کو تکے جا رہی تھی۔"

اف میں کس مصیبت میں پڑ گئی ہوں۔کیوں پہنوں میں پھول گجرے اسے پہن کر دیکھاؤں وہ اپنی جیت کی خوشیاں مناتا پھرے۔جو بات بے بات مجھے ذلیل کرتا ہے۔

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔وہ کبیر شاہ کے ہاتھ اپنی کوئی بھی کمزوری لگنے نہیں دینا چاہتی تھی۔

اور پھر انھیں سوچوں کے بھنور میں ہلکورے لے رہی تھی۔کہ کبیر شاہ آ گیا۔

بلیک کلر کے شلوار سوٹ پر میرون واسکٹ پہنے سیدھا دل میں اترنے کی حد تک اچھا لگ رہا تھا۔مگر وہ خود کو کبیر کی شخصیت کے طلسم میں پھنسنے نہیں دینا چاہتی تھی۔

وہ اسے پھولوں کے گہنے میں منہمک سوچتے دیکھ کر مسکرایا۔

"یہ دیکھنے کے لیے نہیں ہیں پہننے کے لیے ہیں۔"

اس نے پھولوں کے گجرے اس کی کلائیوں میں ڈالے۔کانوں میں پھولوں کے کانٹے ڈالنے لگا دو آنسو جھومر کی گالوں پر لڑھک گے۔کبیر نے اپنے گرم ہاتھوں میں اسکے ٹھنڈے نازک ہاتھ تھام لیے۔

"جھومر جو تم نے میرے ساتھ کیا تھا وہ میرے لیے کیا تھا میں تمہیں بتا نہیں سکتا۔اور تمہیں معاف کرنے کو میرا دل نہیں چاہتا۔بابا کا حکم تھا تمہیں اپنے کمرے میں لے آوں۔اب پلیز یہ آنسو صاف کرو"۔

"میری ایک خود سر حرکت پر تم اتنے الزام تو مجھ پر لگاتے ہو کہ میں شرطیں لگا کر مرد جیت لیتی ہوں۔اس سے بڑھ کر کیا کیچڑ ہو گا جو تم میری ذات پر اچھالتے ہو۔اپنے ماں باپ اپنے بھائی اپنے دوستوں سے دور تمہارے گھر کے اس کمرے میں صبر شکر سے رہ رہی ہوں اور کیا کروں۔اور تمہیں کیا کرنا چاہیے۔تم تو سوچ بھی نہیں سکتے تمہارے سامنے پڑی ہوں بےبس بے یارومدد گار ہوں۔میرے پاس میری مرضی میرے اپنے میرے پاس ہے ہی نہیں۔میں مجبور ہوں بے حد مجبور۔ "

"تو کیا تمہیں یہیں اسی کمرے میں رہنے دوں۔"

کبیر کے لہجے میں بہت درد تھا۔

"نہیں اب تم مجھے اپنے پاؤں کی جوتی بنا لو۔"

کبیر نے بے دردی سے نچلا لب ہونٹوں تلے دبا لیا۔

"تم مجھے اپنی باتوں سے زخمی کر دیتی ہو۔تمہاری زبان میں بڑی طاقت ہے۔مار دیتی ہو کبیر شاہ کو"۔

پھر اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"کھلے بالوں میں بہت اچھی لگ رہی ہو"۔

اس نے بال اکھٹے کر کے کلپ لگانا چاہا تو کبیر نے اس کے ہاتھ سے کلپ لے لیا۔اس کا ہاتھ تھام کر اس کو بیڈ سے اٹھایا۔جھومر نے نازک گورے پیروں میں نازک نگوں والے سینڈل پہنےاور وہ اس کے خودبخود چھلکتے آنسوؤں کو صاف کر کے نیچے لے آیا۔سارا گھر خاموشیوں میں ڈبا ہوا تھا۔

اور اسی خاموشی سے وہ کبیر کے بہت بڑے کشادہ بیڈ روم میں آگئی۔جہاں جابجا اس کے اعزاز میں پھولوں کے ان گنت گل دستے پڑے تھے۔سارا بیڈ روم پھولوں سے مہک رہا تھا۔

(کیا ضرورت تھی اس طرح کے چونچلے کرنے کی۔)

وہ سوچ کر رہ گی اور یوں اوپر سے نیچے کمرے تک کا سفر طے ہوا۔

"کیسا لگا میرا بیڈ روم"؟

جھومر نے اسے شکایتی انداز میں دیکھا۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے"۔

"تمہارا کمرہ ہے اچھا ہی ہو گا"۔

"اتنی بے اعتنائی بڑے افسوس کی بات ہے"۔

"کبیر شاہ تمہارا اور میرا تعلق ایسا نہیں ہے کہ تم مجھ سے گلے شکوے کرو"۔

"تم مجھے ایک سٹیپ بھی پٹڑی سے اترنے نہیں دیتی تمہیں کیسے سمجھاوں کہ جب تک تم مجھے نہیں چاہوگی میں بھی تمہیں نہیں چاہوں گا۔"

اس کا مطلب سمجھتے ہوئے جھومر پھر سے تپنے لگی اس کی گالوں پر سرخی چھانے لگی۔کبیر شاہ اس کا ہر رنگ روپ اپنے سینے میں قید کرتا رہا۔

جھومر نے کمرے میں ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔

"اتنا اہتمام کرنے کی کیا ضرورت تھی۔یہ سب تو چاہتوں پر مبنی ہوتا ہے۔"

"میں نے یہ سنگدلی کی نذر کرنے کے لیے سجایا ہے۔"

کبیر شاہ بے گلدستہ اٹھایا اور بے دردی سے پیروں تلے روند دیا۔

"بس اب خوش۔"

وہ تلخی سے بولا۔

جھومر اس کا یہ عمل دیکھ کر شرمندہ ہوگئ۔آگے بڑھ کر گلدستہ اسکے قدموں سے اٹھا لیا۔

"پھولوں کا کیا قصور ہے"۔

"قصور ہے یہ ہمارے کمرے میں سج کیوں گۓ ہیں یہ قصور ہے ان کا۔"

جھومر نے گلدستہ سائیڈ پر رکھا۔اور بیڈ پر بیٹھ گی۔

(دل ہی دل میں کانوں کو ہاتھ لگائے منٹ میں بپھر جاتا ہے)۔

کبیر شاہ بیڈ پر لیٹنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔

"جھومر ایک بات بتاؤ تم نے تو مجھے جیت لیا بھلا میں تمہیں کیسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"پلیز کبیر بس کرو آج بہت باتیں ہو گئیں۔اب مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔"

کبیر شاہ نے جاندار قہقہہ لگایا۔

"بس تھک گیں۔اچھا چلو ڈنر کرنے چلتے ہیں"۔

جھومر کو سمجھ نہ آئی کہاں چلتے ہیں یعنی باہر یا گھر۔

مگر کبیر نے باہر اس کو ڈنر کروایا جھومر زیادہ تر خاموش رہی کبیر شاہ بہت انتہا پسند قسم کا انسان تھا۔ اس کے اچانک رد عمل اے وہ ڈرتی تھی۔

واپسی پر وہ کمرے میں آئی وہ ڈریس چینج کر کے صوفے پر آکر ڈھے سی گی۔کبیر بھی بہت تھک گیا تھا۔اس نے بھی لاپرواہی کا مظاہرہ کیا اور رخ موڑ کر لیٹ گیا۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

#دل_دھڑکن_اور_تم

#از_قلم_خدیجہ_شجاع

#قسط13

اپریل کی ہلکی ٹھنڈی رات میں وہ فون پر منان سے محبت بھری باتیں کر رہی تھی۔

"میں تمہیں چاند ستاروں میں ڈھونڈتا رہتا ہوں۔"

"تم مجھے غلط جگہ تلاش کرتے ہو میں زمین پر رہتی ہوں تم زمین پر غور کرو یونہی چاند ستاروں میں الجھتے ہو۔"

رائمہ نے مسکراہٹ لبوں میں دباتے ہوئے کہا۔

"یار میری ساری شاعرانہ حس کا تم ڈبا بجا دیتی ہو"۔

رائمہ منان کے احتجاج پر ہنسی۔

"نجانے تمہاری اماں کی اور میری مما کی آپس کی کیا کہانی ہے سمجھ میں نہیں آتا"۔

"چھوڑو تم ان کے ماضی کو مت سوچا کرو حال اور مستقبل کی تدبیریں کرو۔"

منان نے کہا۔

"حالانکہ میری دونوں بہنیں تمہاری بھابیاں ہیں لیکن تم ابھی تک بے یارومددگار ٹھہریں۔"

"مما ان کو ذرا بھی خاطر میں نہیں لاتیں۔وہ بیچاریاں کیا کریں۔"

"لیکن تمہارے منہ زور عشق نے مجھے اتنا بہادر بنا ڈالا ہے کہ میں اپنی ماں سے بات کر سکتی ہوں۔ بس تھوڑا وقت چاہیے۔"

"خالہ اتنی کٹھور دل کیوں ہیں"۔

"انھیں سے پوچھ لو تمہاری خالہ ہیں"۔

رائمہ شرارت سے بولی۔

"تاج خالہ کے کھٹور دل کا خیال آتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ تمہیں بس چاند تاروں میں ہی ڈھونڈتا رہوں۔"

رائمہ کھکھلا کر ہنسی۔

اسی طرح کی لاتعداد باتیں کرتے رہنے اور ایک دوسرے کو حوصلہ تسلیاں دیتے وقت گزر رہا تھے۔

تاج جیسے لوگ زندگی میں کبھی بھی چند لمحوں کی گرفت میں پھنس کر رہ جاتے ہیں۔زندگی آگے بڑھنے کا نام ہے اور یہ زندگی کے چند لمحوں میں قید ہو کر زندگی گزار دیتے ہیں۔ان کا اندر کوئی گہرے راز سنبھال لیتا ہے لیکن ہر کسی میں یہ حوصلہ نہیں ہوتا۔تاج کے خودسر رویے نے اس سے اس کی بہن اور دیگر رشتے چھین لیے تھے۔وہ ہر لمحہ اندر ہی اندر سلگتی رہتی تھی۔

تاج نے بظاہر ایک ایسی زندگی گزاری تھی کہ کوئی بھی دیکھ کر رشک کر سکتا تھا مگر اس کے اندر اس کے سینے میں چھڑے طوفانوں نے ہمیشہ اسکے سکون کو تہہ بالا رکھا تھا۔

زیب عالم کی محبت کا دیا اس کے سینے کے نہاں خانوں میں سلگ سلگ کر اپنی آنچ دیتا رہا۔وہ لمحہ لمحہ زیب عالم کی محبت میں گرفتار رہی۔ایک بے ایمان زندگی گزاری نہ شوہر کو مکمل طور پر اپنا سکیں نہ اس سے اس کی محبت ملنا ممکن تھا وہ اندر سے بہت تلخ ہو چکی تھی یہی وجہ تھی کہ زیب اور میراں کی بیٹیوں کو عموما اپنے عتاب کا نشانہ بنائے رکھتی۔دونوں لڑکیاں تاج سے کبیدہ خاطر ہی رہتی۔

وہ ہمیشہ اس جلن کی شکار رہی کہ میراں نے اس کی جگہ لے لی تھی اتنا وقت گزر جانے کے بعد بھی اس کے اندر چنگاریاں اڑتی رہتی اس کے چمکتے دمکتے حسن کو آج بھی کوئی دیکھتا تو دوبارہ دیکھنے کا متمنی ہوتا۔اس پر اس کی ڈریسنگ اس کا شاندار سراپا اس کا باکمال میک اپ قیمتی جیولری سٹیکنگ کروائے بال اس کے حسن کے آگے کافی لوگ مروب نظر آتے۔

وہ بہت زیرک نگاہ رکھتی تھی اور جان گئی تھی کہ اس کی بیٹی میراں کے بیٹے میں الجھ گئی تھی۔وہ دن رات اس کشمکش کی شکار تھی گو کہ ابھی تک کر رائمہ نے اس سے کوئی بات نہیں کہی تھی۔
اس نے شاندار تیاری کی وہ آج مراد شاہ سے ملنا چاہتی تھی وجہ بہت گھمبیر تھی وہ دور اندیشی سے سوچ رہی تھی۔ماضی کی غلطیاں اتنی سنگین صورت اختیار کر جائیں گی۔کبھی سوچا بھی نہ تھا۔وہ پوری آن بان کے ساتھ مراد شاہ کے سامنے بیٹھی تھی اور مراد شاہ کے دل کی کلی کھلی جا رہی تھی کہ اس کی قسمت جاگ گئی ہے۔مراد شاہ اس کے چہرے کو پڑھ نہیں سکتا تھا کیوں کہ اپنی الجھنوں کو اپنے اندر سمیٹ کر رکھنے کا ہنر تاج کو بہت اچھی طرح سے آتا تھا۔
اورنج جوس کا ایک سپ لیتے ہوئے تاج اپنے موقف پر آ گئی۔
"مراد شاہ تم کیا سمجھتے ہو کہ تم ہمیں متاثر کر چکے ہو۔"
تاج کا سوال اتنا غیر متوقع تھا کے مراد شاہ ٹھٹھک کر رہ گیا۔کچھ سنبھل کر اپنی عینک درست کرتے ہوئے بولا۔
"تمہیں کوئی بھی عام شخص متاثر کر ہی نہیں سکتا تم بہت گہری عورت ہو۔"
وہ مبہم سا مسکرائی۔
"مراد شاہ تمہاری غلطی ماضی کی سنگین غلطی اب جوان ہو گئی ہے تمہارے بیٹوں کی بہن تمہاری بیٹی۔ایک تلخ اور درد ناک ماضی آج حال کی پریشانی بننے والی ہے۔"
مراد شاہ سٹپٹا کر نہ رہ گیا انسان کی لغزش اسے گہری پاداش میں لا پھینکتی ہے۔مراد شاہ کے اندر کچھ چھناکے سے ٹوٹ گیا تھا۔

تاج نے اسے اتنی گہری نگاہ سے دیکھا کہ مراد شاہ کا کرب اس پر واضح ہو گیا۔تب تاج کے چہرے کا سکون قابل دید تھا۔

مراد شاہ جوس کے گلاس کے گرد شہادت کی انگلی سے سرکل بنانے لگا وہ سچ میں ڈپریس ہو گیا تھا۔

"تمہیں ہم یاد دلانا چاہتے ہیں کہ واثق اور رائمہ بہن بھائی ہیں لیکن بچے کیا جانے کے حقیقت کیا ہے"۔تاج نے ایک دفعہ پھر اسے گہری نظر سے جانچا۔مراد شاہ بغور اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"واثق عنقریب تم سے اپنے اور رائمہ کے رشتے کی بات کرنے والا ہے"۔مراد نے کرب سے اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنا کر کھولیں۔

تاج کے چہرے پر سرخی دوڑ گی۔آنکھوں کی چمک بڑھ گی وہ پھر سے دھیما سا مسکرائی۔

"تم نے اپنے بیٹے کو کیسے کور کرنا ہے کس طرح سے اس رشتے کی مخالفت کرنی ہے یہ تمہارا سر درد ہے۔"

"تم جلد از جلد رائمہ کا رشتہ طے کرو اس کی شادی کرو۔"

مراد شاہ گھٹے گھٹے انداز میں دانت پیستے ہوئے بولا۔

"ہتھیلی پر سرسوں نہیں جمائی جاتی۔بظاہر اس کا باپ اسد شاہ ہیں تو وہ اپنی مرضی سے اسکی بات جہان چاہیں گے طے کریں گے۔"تاج نے مسکراتے ہوئے یوں کہا جیسے مراد شاہ کے تلملانے کا بھرپور مزہ لیا ہو۔

مراد تو لمحوں کو رنگین بنانے آیا تھا مگر اسکی ماضی کی غلطی نے اسے خاردار جھاڑیوں میں دھکیل دیا۔

"ان سب باتوں کے باوجود اس نے تاج کے حسن کی پرستاری نہ چھوڑی۔"

"میں اس مسئلہ کو ہینڈل کر لوں گا۔"

"واقعی؟"۔

تاج نے یوں کہا جیسے مراد شاہ کا مذاق اڑایا ہو۔

مراد شاہ غصے سے بل کھاتے ہوئے بولا۔

"اگر میں یہ اصلیت بھائی صاحب کے سامنے کھول دوں تو یاد رکھو تم اپنے شوہر کے سامنے دو کوڑی کی ہو جاؤ گی۔"

"ہم نے تمہارے بھائی کے ساتھ زندگی دو کوڑی سے بدتر گزاری ہے ہمیں کچھ فرق نہیں پڑتا تمہیں جو بتانا ہے اپنے بھائی کو بتاتے پھرو۔ہمارے دل کے راز سے تم بہت اچھی طرح سے واقف ہو"۔

تاج کسی طور بھی مغلوب نہ ہو سکیں۔مراد شاہ کو اپنا آپ بے بس لگنے لگا۔

"تم سمجھے تھے ہم تم سے کوئی عشق بھگارنے آئے ہیں۔ہم نے تو آج سے 27 سال پہلے عشق کو کفن میں لپیٹ کر کہیں دفن کر دیا تھا اور پھر کبھی بھی ہم کسی سے بھی عشق کر ہی نہ پائے۔"

"تم بروقت فیصلہ کر لیتیں تو میں تمہیں کانچ کی گڑیا کی طرح سے رکھتا۔تمہاری پرستش کرتا۔"

"لیکن ہمیں تم سے اپنی پرستش کروانا ہی نہیں تھی ایک۔۔۔۔۔۔ایک فیصد بھی نہیں۔"

تاج یہ کہہ کر رکی نہیں غصے سے بل کھاتی اپنی گاڑی میں جا بیٹھیں۔ڈرائیور نے گاڑی سٹاٹ کر دی۔

******

رائمہ اپنی اسائمنٹ بنانے میں مصروف تھی جب موبائل کی سکرین پر اس کا نام چمکنے لگا کیا مصیبت ہے کیا کہتا ہے مجھے رائمہ نے لاپرواہی سے فون اٹینڈ کیا۔

"جی واثق بھائی"۔

وہ بھائی پر خاصا زور ڈالتے ہوئے بولی دوسری طرف بھی واثق بھائی کہنے پر جھنجھلاہٹ آشکار ہوئی تھی۔

"رائمہ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

رائمہ کے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں پیار کرتا ہوں تم سے۔"

رائمہ گنگ سی ہوگئی۔وہ چند لمحے خاموش رہا پھر خوش اسلوبی سے بولا۔

"تم تو حیران رہ گئی کوئی بات نہیں تم سوچ کر بتا دینا لیکن یاد رکھو میں واثق مراد تم سے عشق کرنے لگا ہوں۔"

(یہ تھی حالات کی ستم ظرفی کہ ایک بھائی انجانے میں بہن سے عشق کر رہا تھا۔اے اللہ ہم سب کو ایسی غلطیوں سے گناہ کبیرہ ہمیں معاف فرمانا۔)

رائمہ نے موبائل آف کر دیا وہ اچھی خاصی پریشان ہو گئی۔

"اب تو میں ماما سے لازم و ملزوم منان عالم کے بارے میں بات کروں گی میں تو مر کر بھی واثق سے شادی کا سوچ نہیں سکتی۔"وہ اپنے کمرے میں بیٹھے بیٹھے پریشانیوں میں گھرنے لگی۔گھبرا کر اپنے کمرے سے باہر آئی۔برامدوں کو عبور کر کے وہ لان میں آ گئی۔اسے جھومر بھابھی پودوں کا موازنہ کرتی دکھائی دی۔یونہی چلتے چلتے وہ اس کے قریب آئی۔بات شروع کرنے کے لئے وہ یونہی بولی تھی۔

"آپ کو پلانٹنگ کرنے کا شوق ہے۔"

جھومر نے اچانک اسے اپنے پاس دیکھا تو کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"نہیں مجھے صرف پودے پھول پتے دیکھنے کا شوق ہے"۔

"آپ جب سے ہمارے گھر آئیں ہیں آپ بہت کم کمرے سے باہر نظر آتی ہیں۔"

"وہ کیا ہے کہ بزرگوں کا خیال رکھنا چاہیے نہ دراصل تاج خالہ مجھے پسند نہیں کرتی تو میں سوچتی ہوں کہ کہیں وہ میری وجہ سے ڈسٹرب نہ ہوں اس لیے احتیاط کرتی ہوں۔"

جھومر نے بڑی خوبصورتی سے رائمہ کو بد مزہ کرنا چاہا۔

"چھوڑیں فیملی پولیٹکس میں کیا رکھا ہے آپ مجھ سے دوستی کریں۔"

"دوستی کیا چیز ہے میرے تم سے دو دو رشتے ہیں تم میری خالہ کی بیٹی میری کزن بھی ہو اور نند بھی۔"

"لیکن دوستی کا رشتہ انمول ہوتا ہے۔"

"چلو تم سے دوستی کر کے دیکھ لیتی ہوں"۔

جھومر نے مسکراتے ہوئے کہا وہ سمجھ گئی تھی کہ رائمہ کچھ ٹھان کر ہی اس کے پاس آئی ہے۔

"آپ گاؤں میں رہتی تھیں"۔

رائمہ نے بات آگے بڑھانی چاہی۔

"ہاں گاؤں میں رہتی تھی میں میرا بھائی میرے والدین۔۔۔۔۔"

جھومر ماضی میں کھونے لگی۔

"پھر آپ کو اچانک سے دلآویز بھابی مل گئیں"۔

"ہاں دلاویز کا اضافہ بھی اچھا ہے"۔

"آپ کی اپنے بھائی سے دوستی تھی؟۔"

"دوستی کیا تھی وہ تو میرا شہزادہ بھائی ہے اللہ ہمیشہ ایسے ہی خوش رکھے"۔

رائمہ کے دل میں کچھ کچھ ہونے لگا۔

جھومر کو اسکے تاثرات عجیب سے لگے وہ سمجھ نہ سکی۔

اسی طرح خوش گپیاں کرتے کرتے چند دنوں میں رائمہ جھومر کے کافی قریب آنے لگی۔

***

"دلآویز تم جس خوبصورتی سے میری زندگی میں شامل ہوئی ہو نہ یہ بھی تمہارا آرٹ ہی تھا۔"

"شمشیر آرٹ نہیں تھا میری مجبوری تھی"۔

دلاویز تڑپ کر بولی۔

"ارے چھوڑو مجبوری میں تمہیں بہت پسند آ گیا تھا تم اتنا زبردست لڑکا ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔"

"اچھا ٹھیک ہے اگر آپ کو ایسا لگتا ہے تو ایسے ہی سہی خوش ہوجائیں۔"

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی مجھے لگتا ہے کہ جھومر اور کبیر ایک دوسرے کے ساتھ میریٹل لائف گزارتے ہوئے بھی وہ جیسے ایک دوسرے سے ناراض رہتے ہیں اور جھومر چاہتی ہے کہ وہ بھی اپنے والدین کے ہاں سے رخصت ہو کر آئے۔"

"یہ کیا بکواس ہے یہاں چھ ماہ سے رہتے رہتے اسے اب یاد آیا ہے۔"

"اول دن سے اس کی کبیر بھائی سے یہی لڑائی چل رہی ہے آپ ہی اس سلسلے میں کچھ کیجئے"۔دلاویز منت بھرے انداز میں بولی۔

"تمہیں ان معاملات میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں مما بابا جیسے درست سمجھیں گے وہ ہینڈل کریں گے اور اب اس موضوع پر کوئی بات نہیں سنوں گا۔"

شمشیر نے تو دو ٹوک فیصلہ سنا دیا۔دلآویز تو شمشیر کو بہت آسان سمجھتی تھی لیکن جیسے اس نے دل آویز کو چپ کروانے کے لئے فل اسٹاپ لگایا وہ خاصی حیران ہوئی دل ہی دل میں بولی (سیدھا ماں پر ہی گئے ہیں)۔

****

واثق رائمہ سے ملنے کے لیے مصر تھا۔اور رائمہ کو اس سے اپنا دامن بچانا مشکل ہو رہا تھا اس لئے آج وہ ماں کے روبرو بیٹھی تھی اپنے بارے میں ہر بات سچ کہنا چاہتی تھی۔تاج کو اپنی بیٹی بہت عزیز تھی لیکن وہ اپنی بیٹی پر کبھی اپنی محبت ظاہر نہیں کرتی تھی اس کی وہی وجہ تھی کہ کبھی مراد شاہ کسی دوسرے ہتھکنڈے کو نہ آزمانے لگے اس سے اس کی بیٹی نہ چھین لی جائے۔بظاہر تو ایسا کچھ ہونے والا نہیں تھا لیکن وہ اپنی کمزوری اپنی بیٹی پر ظاہر ہی نہیں کرتی تھی۔

"کہو رائمہ کیا ہوا ہے"؟

تاج کو اس کے چہرے پر پریشانی کے بادل منڈلاتے نظر آرہے تھے۔

"مما میں۔۔۔۔۔میں آپ سے ایک اہم بات کرنا چاہتی ہوں۔"

رائمہ کی جھجک کو محسوس کرتے ہوئے تاج نے کہا۔
"تم کھل کر کہو جھجھکنے یا ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"
"رائمہ کا دل تھوڑا بڑا ہوا مما میں جھومر بھابھی کے بھائی سے شادی کرنا چاہتی ہوں اس نے مجھے پرپوز کیا ہے۔"
تاج کے اندر دھڑام سے کچھ گرا لیکن بظاہر وہ ایک مضبوط عورت تھی۔یعنی کہ ہماری تیسری اولاد بھی میراں کے آنگن کا پھول بنے گی۔تو یہ ہے قدرت کے فیصلے۔فیصلے تو سارے قدرت ہی کہ ہوتے ہیں پھر ہم کیوں گناہگار ٹھہرے کیوں قدرت کے فیصلے کو تقدیر نہ سمجھ سکے کیوں میراں کے لئے ہمارا دل تنگ ہونے لگا کیوں ہم زیب عالم کی ایک جھلک آج تک بھول نہ سکے۔
تاج اسد شاہ کے اس انکشاف میں کھو گئی۔وہ گہری سوچ میں تھی۔
"تاج آپ کے بیٹے نے شادی کر لی ہے آپ جانتی ہیں۔"
"کیا کہہ رہے ہیں اسد آپ اگر کبیر کی بات کر رہے ہیں تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"
"نہیں کبیر نہیں شمشیر نے شادی کر لی ہے"۔
تاج اپنے حواس کھونے لگی۔
"اسد پلیز آپ ہمیں پہیلیاں مت بجھوائیں۔شمشیر نے کب؟ کیسے؟ کس سے؟ شادی کی ہے۔"
تاج بے بسی سے بولی۔
"میراں کی دوسری بیٹی دلآویز جسے نہ جانے کس نے ہاسپٹل سے غائب کروا کر ایک معصوم جان پر ظلم توڑا تھا"۔

تاج کو دلی اور ذہنی طور پر شدید سٹریس آیا۔

"شمشیر ایسے کیسے کر سکتا ہے اس کی اتنی جرات کے ہم والدین کو اس نے کوئی ترجیح ہی نہیں دی۔کیا ہم آپ اس کے والد نہیں کیا ہماری کوئی اہمیت نہیں اور پھر میراں کی بیٹی سے کیوں اسد شاہ کیوں ۔ایک پہلے ہی سر پر لا کر بیٹھا دی اور اب دوسری بھی یہاں اس گھر میں۔میں اسے یہاں گھسنے نہیں دوں گی۔شمشیر اس لڑکی کو طلاق دے ورنہ روزے محشر کو کو اسے دودھ نہیں بخشوں گی"۔اسد اس کو دیکھتے رہ گئے۔

اور اب جب اسے یہ پتہ چلا کہ اس کی بیٹی میراں کے بیٹے کے ساتھ انوالو ہے تو اسے دلاویز کے خلاف زبان بند کرنا پڑی انسان کتنے امتحانوں سے گزرتا ہے وہ اپنے تیئں کونسی بساط بچھاتا ہے اور رب انسان کی چلنے والی چالوں سے کہیں زیادہ آگے کی چال چلتا ہے۔

"اور مزید کوئی پریشانی کوئی بات۔"

تاج رائمہ کی گھبرائی صورت دیکھ کر نرمی سے بولیں۔

" مما واثق بھائی نے الگ تنگ کیا ہوا ہے مجھ سے شادی کرنے پر بضد ہیں میں نے انہیں منع کیا ہے مگر ان کی سمجھ میں میری بات آ نہیں رہی"۔

"رائمہ زندگی میں زندگی کے کچھ اہم راز ہوتے ہیں میں تمہیں تمہاری زندگی کا اہم راز بتانا چاہوں گی کیوں کہ یہ راز جاننا تمہارے لئے بے حد ضروری ہے لیکن وعدہ کرو تم کبھی بھی یہ راز فاش نہیں کرو گی۔"

رائمہ خاصی مضطرب نظر آئی کہ آخر ایسا کیا راز ہے۔

"زندگی میں بہت سے دوراہے ایسے بھی آتے ہیں ہمارا مطلب ہے کہ آج تمہیں واثق کا پرپوز کرنا اچھا نہیں لگ رہا کبھی زندگی میں ایسا بھی کچھ ہو جاتا ہے کہ تم اسی واثق کو قبول کرنے کو تیار ہو جاتی ہو۔"

تاج نے ایک لمحے کے لیے رائمہ کی شکل دیکھی رائمہ کچھ سمجھتے ہوئے سر ہلا رہی تھی۔

"ہم تمہیں یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ تم اسد شاہ کی بیٹی نہیں ہو۔"رائمہ کے لیے یہ چند لفظ سننا ایسا ہی تھا جیسے اس کی کے سامنے کتنی ہی عمارتیں مسمار ہو گئی ہوں۔

"تم مراد شاہ کی بیٹی ہو۔"

حیرت سے رائمہ کی آنکھیں پھٹنے کو تھی۔

"مراد شاہ نے شب خون مارا تھا بھائی کی عزت کی دھجیاں اڑائیں تھیں۔یہ بات تمہارے لئے جاننا بے حد ضروری تھا"۔

تاج اپنی بات کہہ کر خاموش ہوئی۔رائمہ تو عجیب شوکڈ کیفیت میں چلی گئی اور اٹھ کر تاج کے قریب آئی۔روتے ہوئے تاج کا چہرہ جا بجا چومنے لگی۔

"میری ماں اتنی بڑی اذیت میں مبتلا رہی میری ماں نے اپنے اندر اتنا گہرا راز چھپایا ہوا تھا شکر ہے کہ میں واثق کی باتوں میں نہیں آ گئی۔"

"ریلیکس رائمہ ریلیکس بیٹا یہ زندگی کی تلخ حقیقتیں ہیں تمہیں یہ راز اپنے سینے میں دفن رکھنا ہے ورنہ بہت سی زندگیاں جل کر بھسم ہوں گی۔"

رائمہ کو اپنی ماں بے حد معتبر نظر آئی وہ لڑکھڑاتی ہوئی تاج کے کمرے سے باہر آئی۔

کئی دن وہ اسی غم میں مبتلا رہی وہ یونیورسٹی بھی نہیں جا رہی تھی۔جیسے ساری دنیا سے کٹ جانا چاہتی تھی اس کی سیدھی سادی چلتی زندگی میں کیسا ہولناک ارتعاش ہوا تھا۔

وہ کئی دن تک اپنا فون کہیں رکھ کر جیسے بھول جانا چاہتی تھی۔تاج اسے اس غم سے نبرد آزما ہو لینے دینا چاہتی تھی کہ ان کی بیٹی اندر سے پائیدار اور با اعتماد ہو جائے وہ ٹوٹے بکھرے گی تو اپنے آپ کو بہتر طریقے سے جوڑ لے گی۔

اس کا بس نہ چلتا تھا کسی بھی طرح سے منان کے نکاح میں آ جائے اور وہ واثق سے ہمیشہ کے لئے پیچھا چھوٹ جائے۔سوچوں کی ان گھڑیوں میں جھومر۔جھومر کی دوستی یاد آئی۔اسے جھومر سایہ دار درخت جیسی معلوم ہوئی۔

وہ جھومر کے کمرے میں پہلی دفعہ آئی تھی۔وہ اپنی کبڈ درست کر رہی تھی۔رائمہ کو بہت دنوں بعد دیکھا تھا۔وہ اسے بیمار سی محسوس ہو رہی تھی۔

"کیا ہوا طبیعت ٹھیک ہے"؟

"جی ٹھیک ہوں آپ سے ملی نہیں تھی تو میں نے سوچا آپ سے مل لوں لیکن میرا خیال ہے کہ آپ بزی ہیں۔"

"نہیں بالکل بھی نہیں"۔

اپنے آخری تین جوڑے الماری میں رکھتے ہوئے اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آؤ بیٹھو"۔

جھومر نے اسے صوفے پر بٹھایا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"رائمہ تم مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی کتنی کمزور ہو گئی ہو"۔
جھومر اسے دیکھ کر متفکر سی ہو گئی۔
رائمہ بہت کمزور تھی اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ بے طرح رونے لگی جھومر اس کی کیفیت دیکھ کر حیران ہوئی۔

۔

"رائمہ تم رونے لگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیا ہوگیا ہے"۔
جھومر نے جگ سے پانی لے کر اسے پلایا۔
"لو پانی پیو۔کیا ہوگیا تمہیں۔۔۔۔۔۔کیوں رونے لگی"۔
اس نے رائمہ کو تھوڑا محبت سے ٹریٹ کیا یوں جیسے رائمہ اس کی چھوٹی بہن ہو۔اور یہی جذبات محسوس کرکے رائمہ اپنا حوصلہ سلب کر بیٹھی۔
"مجھ سے شیئر کر لو"۔
"جھومر بھابھی کچھ معاملات بہت بڑے ہیں میں شئیر نہیں کر سکتی۔"
"ہماری زندگیوں سے زیادہ بڑے تو نہیں ہو سکتے بتاؤ شاباش"۔رائمہ نے ہمت کی اور آنسو صاف کیے۔
"آپ کے بھائی منان۔۔۔۔۔رائمہ خاموش ہو گئی۔"
"ہاں کیا ہوا منان نے کیا کیا"۔
"بھابھی وہ مجھے پسند کرتا ہے"۔
جھومر ریلکیس ہوئی۔

"اچھا کب میرا مطلب ہے کیا تم اسے پسند کرتی ہو۔"

رائمہ نے نظریں جھکاتے ہوئے گردن ہلا کر اقرار کیا جھومر تھوڑا مسکرائی۔

"یہ تو ہر فریق کا حق ہوتا ہے اگر تم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو تو اس میں اتنا پریشان ہونا اس طرح ری ایکٹ کرنا تو میری سمجھ میں نہیں آیا۔:

وہ آہستہ آہستہ کہنے لگی رائمہ ہاتھوں میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔اب جھومر تو ہاتھوں پیروں پر ہونے لگی۔

"پلیز یار تم رو مت اچھا تم نارمل ہو جاؤ او پھر بتا دینا پلیز تم میری فرینڈ ہو۔"

جھومر اسے بہت خوبصورتی سے ٹریٹ کر رہی تھی۔رائمہ بہت دل ہلکہ کر چکی تو چپ ہو گئی۔

بھابھی آپ میرا نام لے کر یہ بات کسی کو نہیں بتایئے گا۔

جھومر دل میں ہنسی کسی کی تمہارے گھر کے فرد کیسے تذلیل کریں اور خود تم لوگ اتنی سی بات بھی اپنے اوپر حرف سمجھو کتنا تضاد ہے۔جھومر کو اپنے ہونے کا غم کھائے جانے لگا۔بہرحال اس نے اپنے آپ کو ائمہ کے لیے سنسیر ہی رکھا معاملہ اس کے چھپے رستم بھائی کا تھا۔بڑی شے نکلا مجھے بتایا تک نہیں جھومر خیالوں میں اسے سرزنش کرنے لگی۔

****

اور وہ دن بھی آ گیا آج واثق باپ کے سامنے کھڑا کہہ رہا تھا۔

"بابا مجھے صرف اور صرف رائمہ سے شادی کرنی ہے۔آپ تایا جان سے بات کریں"۔

مراد شاہ بھونچکا سا اس کا منہ تکنے لگا۔جوان بیٹے کے سامنے ماضی کی کمینگی ظاہر کرنے کا حوصلہ نہ ہوا

۔

"بابا آپ سن رہے ہیں۔"

"ہاں میں وقت آنے پر بھائی صاحب سے بات کروں گا۔"

مراد شاہ نے وقت کو دھکا دیا۔واثق کے جانے کے بعد اس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔اسے تاج یاد آئی جس نے کچھ دن پہلے اسی بات کو وارن کرنے کے لیے اس سے ملاقات کی تھی۔مراد شاہ غش کھاتے کھاتے رہ گیا۔

رائمہ جس دن سے اس حقیقت سے روشناس ہوئی تھی اسے مراد شاہ سے شدید نفرت ہوچکی تھی۔وہ مراد چاچو کی شکل دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔بلکہ وہ یہ چاہتی تھی کہ جلد از جلد اسکی منان کی بات طے ہو جائے۔

تاج نے کافی دنوں سے جھومر اور دلاویز سے بات نہ کی تھی۔جھومر معاملے کی نزاکت سمجھ گئی تھی لیکن دلاویز حیران تھی۔تاج کا نارمل رویہ ہضم کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

جھومر کچن میں کک کو مینیو دے رہی تھی آج دلاویز گھر آئی ہوئی تھی۔دلاویز بھی وہی آگئی جھومر کا ہاتھ پکڑ کر اس کو باہر لے آئی۔

تاج خالہ کو لگتا ہے دو چیزیں دکھائی دینا بند ہو گئی ہیں۔

جھومر نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

"یقین کرو تم اور میں ہم دکھائی نہیں دے رہیں ان کو"۔

دل آویز کا مطلب سمجھ کر جھومر کو ہنسی آگئی لیکن دل آویز کو کچھ بھی بتانے سے اپنے آپ کو روکا۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

****

#دل_دھڑکن_اور_تم

#از_قلم_خدیجہ_شجاع

#قسط14

آج کل تاج دھڑا دھڑ کبیر شاہ کے رشتے تلاش کر رہی تھی میراں کے ساتھ دشمنی کا ناگ ان کے اندر پھن پھیلائے بیٹھا تھا کبیر شاہ اور جھومر کے خراب تعلقات سے بہت اچھی طرح سے واقف تھی۔ جھومر اور کبیر شاہ کے خراب تعلقات جان کر انہیں اپنے اندر ایک تسکین کا احساس ہوتا تھا۔ کوئی یہ کہہ دے کہ تاج ظلم و ستم کرنے سے جھکتی نہیں تو انہیں کوئی اعتراض نہیں تھا۔

شیخ انور کی بیٹی مناہل ان کے عین مرضی کے مطابق تھی خوبصورت موڈ مناہل انہیں پسند تھی۔ مل آنر خالد قیوم کی بیٹی زامیہ بھی ان کے معیار پر پورا اترتی تھی۔کچھ سوچ کر کبیر کو اپنے پاس بلایا۔

"کبیر شاہ شیخ انور کی بیٹی مناہل کو میں نے تمہارے لیے پسند کر لیا ہے کیا تم ہماری خواہش کا احترام کرو گے۔

کبیر گہری سوچوں کے بھنور میں پھنسنے لگا جھوم کی بد اخلاقیاں اور ہر وقت سڑا سڑا سا انداز ہر وقت طعنے اور تشنع کرنے سے اسے فرصت ہی نہ ملتی۔"

"دیکھو کبیر تمہارے بھائی شمشیر نے بہت دل دکھایا ہے۔ جھومر کے ساتھ تمہارا نکاح جن حالات میں ہوا اس کی کوئی سولڈ ریزن تھی بیٹا لیکن شمشیر نے بیٹھے بٹھائے ہم لوگوں سے چھپ کر جھومر کی بہن سے شادی رچا لی تم بتاؤ کیا ہمارا دل نہیں دکھا شمشیر کا یہ قدم ہمارے لئے قابل قبول ہے ؟ "

"مام آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں شمشیر نے زیادتی کی ہے کم از کم آپ کو اعتماد میں لے کر فیصلہ کرتا ایسی کون سی آفت آ گئی تھی۔جو اسے جھٹ پٹ شادی کرنا پڑ گئی۔"

تاج کے ہونٹوں پر مبہم سی مسکراہٹ آئی۔

"شکر ہے کبیر تم ہمارے دکھ کو سمجھنے لگے ہو۔"

تاج کو دلی مسرت ہوئی کہ ان کا بیٹا ان کا ہم خیال ہے اب وہ جلدی سے دوبارہ اپنے پہلے والے موضوع پر آئیں۔

"کبیرہ ہمیں بتاؤ کیا تم دوسری شادی ہماری پسند سے کرو گے۔:

کبیر کو بھی جھومر کی روز روز کی تکرار سے ضد سی ہونے لگی تھی اندر سے جل کڑھ کر رہ گیا تھا۔

"مام آپ جہاں چاہیں میری شادی کروا دیں مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔

کبیر شاہ بڑی ضد اور طیش میں آتے ہوئے بولا۔تاج سمجھ گئی کہ کبیر کے اندر جھومر کے ڈالے ہوئے گھاو بولے ہیں۔

"تم ہمارے بے حد پیارے بیٹے ہو ہم تم سے بہت خوش ہیں"۔

کبیر شاہ نے ماں کو ایک نظر دیکھا اور کڑھتا ہوا وہاں سے چلا گیا ایک آخری کوشش کرنے کو دل چاہا کہ شاید وہ جھومر کو منا لے اور شاید جھومر مان جائے آخر میں اس سے محبت کرتا ہوں کسی اور سے

کیسے محبت کر پاؤں گا۔ کیسے؟ یہی سوچ کر اس نے اچھی سی ڈریسنگ کی اور اپنے اوپر کلون سپرے کیا آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ وہ خود کو کافی چارمنگ سا لگا۔

اب خیال آیا کہ مام کو غصے میں کہہ تو دیا تھا کہ آپ میری شادی کے لیے پیش رفت کریں لیکن اب اندر پچھتاوا سر اٹھانے لگا۔ خیر شادی کون سا راہ میں پڑی ہے دیکھ لوں گا اپنے آپ کو مطمئن کرتا جھومر کے پاس آیا۔

"میرے ساتھ باہر چلو گی۔"

کبیر نے نارمل لہجے میں پوچھا جھومر نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا۔ وہ جھومر کے پاس بیڈ پر آ کر بیٹھ گیا وہ اس کی نظروں کی تمازت سے اپ سیٹ ہونے کے لگی۔ وہ بیڈ سے اتر جانا چاہتی ر تھی۔

کبیر نے اس کا نرمی سے ہاتھ پکڑا جو اس نے پیچھے کھینچ لیا۔

"جھومر کبھی کہا مان بھی لیا کرتے ہیں۔ ہر وقت ناک پر غصہ دھرے بیٹھی رہتی ہو"۔

کبیر نے واضح طور پر ناراضگی کا اظہار کیا۔

"میں آپ کے ساتھ باہر جا کر کیا کروں گی۔"

اس نے فضول سی تاویل گھڑی۔

"مجھے بیوقوف بنا لینا اتنا تو تم کر سکتی ہو۔"

کبیر نے اسے کیا طنز کیا۔ جھومر کچھ دیر سوچتی رہی اور پھر بولی۔

"چلیں۔"

"ناراض ہی رہتی ہو ہر وقت منہ پر بارہ بجے رہتے ہیں۔"

"کبیر شاہ جب کوئی آپ کے روشن مستقبل کے بیچ کر آہنی دیوار بن جائے تو آپ کو کیسا لگے گا۔"

جھومر کی مترنم آواز کبیر شاہ کے دل میں اتر گئی۔

"کیا مطلب میں سمجھا نہیں کیسا روشن مستقبل ؟ "

اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"میرا سائیکولوجی کا آخری سال تھا جو تم نے برباد کر دیا"۔

کبیر شاہ کو واقع افسوس ہوا۔

"تم اتنی کبیدہ خاطر رہتی ہو ناک پر مکھی تک بیٹھنے نہیں دیتی تو کیا ہو سکتا تھا تمہارا مستقبل ہی داؤ پر لگ سکتا تھا۔"

"خیر یہ تم رہنے دو میرے تو نصیب ہی داؤ پر لگ گئے ہیں۔"

"بس کر دو ہر وقت تم مایوس کن گفتگو کرتی رہتی ہو تم دوبارہ یونیورسٹی جوائن کرو اپنی تعلیم جاری رکھو مجھے تمہارے پڑھنے پر کوئی اعتراض نہیں"۔

"اور جو میں سارا سارا دن تمہاری والدہ کی چاکری کرتی ہوں کیا ایک دفعہ بھی تمہیں اس پر کوئی اعتراض ہوا۔"

کبیر شاہ نے نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔

"تمہیں ساس تو واقع ظلم و ستم ڈھانے والی ملی ہے اب دیکھو نہ وہ میری دوسری شادی کرنے لگیں ہیں"۔

جھومر کے کلیجے کو ہاتھ پڑا لیکن اس نے بظاہر اپنے آپ کو پرسکون رکھا۔

"اور تمہیں دوسری شادی کروانے میں کوئی تامل محسوس نہیں ہوا۔"
جھومر نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔
"صبح تم پر بے تحاشا غصہ تھا جب انہوں نے دوسری شادی کا تذکرہ کیا تو میں نے جلدی سے اقرار کر لیا۔"
"یعنی تمہارے نزدیک شادی بس بچوں کے کھیل جتنی اہمیت رکھتی ہے تمہاری نظر میں"۔
جھومر نے گھور کر کبیر شاہ کو جانچنے کی کوشش کی۔
کبیر شاہ کو شدید غصہ آیا لیکن پی گیا۔اس کا غصے سے سرخ ہوتا چہرہ جھومر نے نوٹ کر لیا تھا۔
"جیسے تمہیں ابھی میری بات بلکہ میری اچھی بات پر غصہ آرہا ہے۔کبیر اس سے کہیں درجے اوپر مجھے غصہ اور طیش آیا تھا جب تم مجھے اپنی ونی بنا کر گھسیٹتے ہوئے لائے تھے اور تہہ خانے میں پھینک دیا تھا اور اس کے بعد سے اب تک محبت کے دعوے دار بنتے ہو ڈنکے کی چوٹ پر۔"
جھومر کے اندر کی خلفشاری عود کر باہر آئی۔
"وقت اور موقعے کی ڈیمانڈ تھی کیا کرتا میرا چچا کا بیٹا تھا میرا خون تھا میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی کرتا جو میں کر چکا ہوں گو کہ غلط تھا لیکن انسان ہوں فرشتہ تو نہیں ہوں"۔
یعنی وہ اپنی غلطی تسلیم کر رہا تھا۔

****

تاج نے جھومر کو دیکھا بیش قیمت جوڑا زیب تن کیے ہوئے کے قریب سے گزری۔

"کبیر تم نے جھومر کو شاپنگ کروائی ہے۔ماما اس گھر کے ملازم بھی موسم کے مطابق کپڑے پہنتے ہیں وہ تو گھر کی بہو ہے اور بحثیت انسان ہر کسی کو موسم کی ضروریات کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔"

"تم کیا جتانا چاہا رہے ہو کہ ہم جھومر کو کپڑے نہیں دیتے"۔

"میں اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتا"۔

کہتے ہوئے کبیر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

کبیر کی دوسری شادی کا سن کر جھومر کے دل کو عجیب سا دھکا لگا۔جھومر کمرے میں بیٹھی کسی سوچ میں گم تھی۔کبیر آکر جھومر کے سامنے بیٹھ گیا انٹرکام پر ملازمہ کو کافی کے دو مگ لانے کو کہا۔

"صبح میں یونیورسٹی سے معلومات لوں گا اگر تمھارا سمسٹر فریز کروانے کا ٹائم ہوا تو شاید تمھارا روشن مستقبل بچ جائے"۔

"ٹھیک ہے لیکن اس کے لیے میں تمہیں شکریہ نہیں کہوں گی۔"

جھومر معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

" نہ کہو پہلے کب تم میری شکر گزاری کرتی رہتی ہو"۔

"تم مجھے ونی بنا کر لائے ہوئے ہو"۔

اس نے یاد دلایا۔کبیر شاہ اس کے ساتھ صوفے پر آکر بیٹھ گیا اور اس کی طرف رخ موڑ کر اسکے قریب ہو کر بیٹھا۔

"ایک دن بھی میری بیوی بنی ہو۔"

اسکے کلون کی مسحور کن خوشبو جھومر کو پریشان کرنے لگی۔

"جب سے آئی ہو ونی ونی کی رٹ پکڑی ہوئی ہے حالانکہ مجھے ایک دن بھی ایسا نہیں لگا کہ تم ونی بن کر آئی ہو"۔

"جھوٹ ذرا کم بولو۔"

کبیر اس کے اور قریب ہوا۔

"پلیز پیچھے ہٹ کر بیٹھو"۔

جھومر کے دل کو کچھ ہونے لگا۔

"کیوں ڈرتی ہو کہ کہیں کبیر شاہ کے آگے پگھل ہی نہ جاوں"۔

وہ شوخ ہوا۔

"تم مجھے آزمالو میں کبھی نہیں پگھلوں گی"۔

"نہیں مجھے یہ غضب نہیں کرنا کہ تمہیں آزماؤں"۔

اسکے گرم سانس جھومر کو اپنے چہرے پر محسوس ہورہی تھی۔جب دروازے پر دستک ہوئی اور کبیر شاہ نے اپنے اور اسکے درمیان ایک فٹ کا فاصلہ قائم کیا۔

نوکرانی دو بڑے مگ گرما گرم کافی کے ٹیبل پر رکھ کر چلی گئ۔جھومر جہاں دل ہی دل میں اپنی تعلیم کے لیے خوش ہوئی تھی۔وہیں کبیر شاہ کی دوسری شادی دل میں میخ ٹھونک گئ تھی۔

دونوں کافی انجوائے کرنے لگے۔دونوں خاموش تھے۔

****

کبیر شاہ نے ٹیبل کا کونا بجا کر اپنے ہونے کا احساس جگایا۔

"بھئ کہاں گم ہو میں یہاں بیٹھا ہوں"۔

"آپ کا گھر ہے آپ جہاں مرضی بیٹھیں"۔

اس نے لٹھ مار جواب دیا۔

"تم پیدائشی بد اخلاق ہو یا میرے سامنے اس طرح ری ایکٹ کرتی ہو"۔

"پیدائشی تو خیر میں بہت بااخلاق تھی تمہیں دیکھتی ہوں تو بداخلاقی کے ریکارڈ توڑنے کو دل کرتا ہے۔"

کبیر اس کی روئی روئی آنکھوں کو دیکھنے لگا۔

"مرنے والوں کے ساتھ مرا تو نہیں جاتا دیکھا جائے تو جھومر تو اس سلسلے میں بالکل بے قصور ہے۔ ہم انسانوں کی بنائی روایتوں نے ہماری زندگیاں ہم پر تنگ کر دی ہے۔"

کبیر شاہ محبت بھرے جذبے کے زیر اثر جھومر کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

اس نے سرخ ہوتی آنکھوں سے پلکیں اٹھا کر کبیر کو دیکھا۔اسکی آنکھوں میں ایک پیغام تھا۔جو محبت کے جذبوں سے لبریز تھا۔جھومر اس پیغام کو پڑھنا تو کیا محسوس بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔بے حد دلگرفتہ تھی۔

"تمہارا حسن تمہاری جوانی کو میں رلنے کے لیے تو نہیں لایا تھا۔"

وہ ایک جذب کے عالم میں کہہ گیا۔

جھومر نے اسے تمسخر بھرے انداز میں دیکھا۔

"کیا ہوا کبیر شاہ اپنے کمرے میں ہر وقت حسین لڑکی کو دیکھ دیکھ کر تھکنے لگے ہو۔"

اس نے چھپے انداز میں اسکی مردانگی کو چوٹ کی۔

"جھومر مجھے اشتعال مت دلایا کرو۔تم سوچ بھی نہیں سکتیں تم مجھے اپنے تیئں اکساتی ہو۔"

کبیر شاہ نے شوخ ہوتے ہوئے کہا۔

"اور یہ جو تم ہر وقت بس موقع ملتے ہی آنسو بہانے بیٹھ جاتی ہو۔یہ سب کیا ہے کیوں کرتی ہو ایسا۔ کیا سمجھتی ہو بولو۔ونی ونی ختم کردو اس راگ کو مت الاپا کرو۔یہ دل تمہارے انتظار میں تڑپ جاتا ہے۔مجھے تمہارا ونی بن کر آنا یاد بھی نہیں ہے یاد ہے تو اتنا کہ تم سے محبت کرتا ہوں چاہتا ہوں تمہیں اور سرشار ہوجاتا ہوں جب سوچتا ہوں کہ تم میری منکوحہ ہو لیکن میلوں کے فاصلے پر ہو۔ سمندر کا کوئی دوسرا کنارہ۔"

کبیر شاہ مسکراتے ہوئے آہستہ آہستہ بول رہا تھا۔جھومر کے نازک دل کو کچھ ہونے لگا۔وہ کبیر سے نگاہیں نہیں ملا رہی تھی۔کبیر شاہ نے اسکا ٹھنڈا ہاتھ اپنے گرم مضبوط ہاتھ تھام لیا۔اسکے ہاتھ کی حدت جھومر کے ہاتھ میں سرائیت کرنے لگی۔اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی کبیر نے اسکا ہاتھ نہیں چھوڑا اور اس کے رخسار پر محبت کی مہر ثبت کر دی۔

"تمہیں میری محبت پر یقین نہیں ہے نہ"۔

کبیر شاہ نے بھاری اور جذبات سے مغلوب انداز میں پوچھا۔

جھومر کا چہرہ کبیر شاہ کی اس حرکت پر دہک گیا۔پلکیں حیا کے بوجھ سے بھاری ہونے لگیں آنکھوں پر لرزنے لگیں۔

"کبیر میرا ہاتھ چھوڑو۔"

وہ بوکھلانے لگی۔

تو کبیر شاہ نے اسے بانہوں میں لے لیا۔

"پلیز کبیر مجھے چھوڑو"۔

"کیسے میری محبت پر اعتبار کر پاو گی۔بتاو تو سہی کبیر شاہ بڑا بے چین ہے تمہارا رویہ مجھے مار دے گا۔"

"کبیر شاہ پلیز"۔

"کیا پلیز تمہارے جملہ حقوق میرے پاس محفوظ ہیں تم جیسے غلط سمجھ رہی ہو وہ للہ کو بے حد پسند ہے۔"

"کیا مطلب۔"

وہ حیرت سے آنکھیں پھیلائے کبیر کو دیکھنے لگی۔

"مطلب محبت۔جو شدت اختیار کر کے مجھ پر سے میرا اختیار کھونے لگی ہے۔"

کبیر نے پہ در پہ محبت کی مہریں اس کے چہرے پر ثبت کر دیں۔اور وہ ایک خاص رازدادی سے گزرنے لگے کبیر شاہ مرد تھا اس کا شوہر تھا کب تک اس سے اجتناب کرتی وہ تو ہر وقت ہر دم اس پر حق رکھتا تھا اور ان حسین لمحوں میں وہ اسکی محبت میں پگھلنے لگی اسکا غصے سے کھولتا خون محبت کے جذبے سے ٹکراتا آگ بن گیا۔کبیر شاہ کی محبت نے اسکے پیار نے اسکو ملن کی ان گھڑیوں میں بڑا معتبر بنا ڈالا۔ساری شام محبت کی نظر ہو گی کمرہ تاریک تھا۔بس خاموش سی سانسیں تھیں جو دونوں ایک دوسرے پر محسوس کر رہے تھے۔ملن کی آگہی نے دونوں کو مسحور کر دیا تھا۔

رات کا دوسرا پہر تھا جب اس نے اپنے آپ کو کبیر کی بانہوں سے جدا کیا اور آہستگی سے بیڈ سے اٹھ کر ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔اس نے آئینہ دیکھا تو اپنا ہی روپ سہار نہ سکی۔

کبیر شاہ کی بے قراریوں نے اور شدتوں نے اسے اسکی اہمیت کا خاص احساس دلایا تھا۔اب ونی ہو کر آنے کی وہ قباحت جو دل میں تھی کبیر نے لمحہ لمحہ مٹا دی تھی۔کوئی ہلکی خلش سی تھی جو گزرتے وقت کے ساتھ دور ہوجاتی۔

******

اگلی صبح کبیر شاہ مسرتوں اور خوشیوں سے بھرپور انگڑائی لے رہا تھا جب اسے قریب ہی جھومر کا عکس نظر آیا۔اسکی ریشمی زلفیں اسکی کمر کا احاطہ کئیے ہوئے تھی۔وہ اسے مسکراتا ہوا دیکھنے لگا۔بستر سے نکل کر اس کے قریب آیا۔اور اس سے پہلے کے وہ مزید قریب آتا جھومر اٹھ کر کمرے سے نکل گئی وہ اسکا سامنا نہیں کر پارہی تھی۔وہ فریش ہونے چلا گیا۔

جھومر نے خاص ناشتہ بنوایا۔ٹیبل پر ناشتہ لگوارہی تھی جب وہ جینز کی پینٹ اور میرون شرٹ پہنے فریش فریش سا مسکراتا ہوا اور آنکھوں سے بہت کچھ جتاتا ہوا اس کے سامنے آیا۔اس نے نظر انداز کرتے ہوئے جوس کا جگ ٹیبل پر رکھا وہ اس کے پیچھے کھڑا اس کی زلفوں سے اٹھتی مہک اپنے اندار اتارنے لگا۔وہ مڑی اور کبیر کے سینے سے جالگی۔سٹپٹا کر پیچھے ہٹی اس کا یہ انوکھا روپ کبیر کے دل میں اتر گیا۔

جھومر جانتی تھی کبیر اس کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں ہے۔اس نے پراٹھے اور آملیٹ کا بائٹ بنا کر جھومر کے منہ میں زبردستی ڈال دیا۔وہ اپنی مسکراہٹ روک نہ سکی۔

"صدقے جاؤں اللہ میری بیوی کے نیک نصیب کرے"۔

جھومر کو کھل کر ہنسنا پڑ گیا۔

اس کی ہنسی کی جلترنگ دیکھنے والی تھی۔

" اتنی حسین لگتی ہو ہنستی ہوئی کیوں کنجوسی سے کام لیتی ہو۔"

"بہت دکھی رہتی ہوں تم مجھے اپنی ونی بنا کر لائے ہو"۔

"تمہارے ونی کی ایسی کی تیسی مجھے کچھ یاد نہیں ہے جو یاد ہے وہ بتاؤ۔"

کبیر شاہ بے حد رومینٹک ہوا۔

"خاموشی سے ناشتہ کریں ورنہ میں اٹھ کر چلی جاؤں گی"۔

"اور میں پاگل تمہیں جانے دوں گا تم نے ایسے سوچا بھی کیوں۔"

"قسم سے کبیر شاہ تمہاری محبت میں گوڈے گوڈے نہیں ناک ناک ڈوب چکا ہے۔"

"اچھا یقین نہیں آتا۔"

جھومر شرارت سے بولی

****

کبیر شاہ کا پرانا دوست سلمان جس کے ساتھ کبھی اس نے جھومر کا دیا وہ دکھ جب اس نے اپنی سہیلیوں کے ساتھ مل کر کبیر شاہ کا مذاق اڑایا تھا شرط لگا کر کبیر شاہ کو جیت لیا تھا سلمان نے اس انداز میں استفسار کیا کہ کبیر کے دل میں وہ بات پھر سے تروتازہ ہو گئی۔

وہ آج شام چپ چپ سا فریش ہو کر صوفے پر بیٹھا موبائل میں مگن سا نظر آیا جھومر بیڈ روم میں آئی کل رات سے محبت کے نشے میں چور تھی یوں ہی بس بیوی بننے کو دل چاہنے لگا کہ کبیر نے ہلکا سا مسکرا کر جھومر کو دیکھا اور جھومر کو دیکھنے کے بعد موبائل میں دل نہ لگا۔

"یہاں آؤ میرے پاس بیٹھو۔"

وہ آہستہ سے چلتی اس کے برابر آ کر بیٹھ گئی۔

"ایک بات کہوں "؟

کبیر شاہ سنجیدہ نظر آیا۔

"جی سن رہی ہوں۔"

"تم نے کتنی دیدہ دلیری سے مجھے مذاق بنایا تھا اپنی سہیلیوں کے ساتھ مل کر میری کتنی تضحیک کی تھی تم نے۔"

کبیر شاہ افسردگی سے بات کر رہا تھا۔ جھومر نے کاجل سے سجی آنکھیں اٹھا کر کبیر شاہ کو دیکھا۔

"آج یہ بات کیسے یاد آگئی"۔

"ظاہر ہے یادیں تو ہمیشہ ہمارا پیچھا کرتی ہیں۔ ہم ان یادوں کو کیسے بھول سکتے ہیں"۔

کبیر شاہ جیسے تھوڑی تلخی سے بولا تھا۔

"ہاں تلخ یادیں بھولتی نہیں ہیں بھلائی جاتی ہیں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا میں بھلا دوں جو تم نے میرے ساتھ کیا تھا۔"

"جھومر ہنسی۔"

"تم پر جبر نہیں ہے تم یاد رکھو جتنے چاہے تازیانے لگاو مجھے تمہاری مرضی ہے"۔

ہاں تم بہت چلاک ہو۔

کبیر شاہ نے اسے اپنی بانہوں کی گرفت میں لے لیا۔

"جان گئی ہو کہ تم میری کمزوری ہو اس لیے جنگ کی کھلی دعوت دے رہی ہو"۔

"مجھے ان جنونی محبتوں پر اعتبار نہیں ہے۔"

"اچھا پھر اعتبار کی کون سی کڑی ہے"۔

"وقت.......شاید وقت گزرتا جائے اور مجھے محبتوں پر اعتبار ہونے لگے. "

"تمہیں مجھ پر اعتبار کرنا ہی پڑے گا سب کچھ تو میری محبت کے آگے ہار چکی ہو۔"

جھومر کو بہت ٹوٹ کر شرم آئی تھی۔

"جب تم نے مجھے شرط لگا کر جیتا تھا اس وقت میرا دل چاہا تھا۔۔۔۔۔۔"

کبیر شاہ نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی جھومر کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔

"ہاں کہیے کیا دل چاہا تھا۔"

کبیر شاہ نے اس کا مرجھایا چہرہ دیکھا۔

"میرا دل چاہ رہا تھا کہ اسی وقت تم سے نکاح کروں اور لا کر یہاں اپنے کمرے میں قید کر لوں اور کہوں جھومر تم نے مجھے مکمل طور پر جیت لیا ہے اب بتاؤ تمہیں کیسا محسوس ہو رہا ہے۔"

جھومر کی نگاہیں جھک گئیں۔

"تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں تب تم کسی اور ہی ترانگ میں تھی لیکن اللہ نے بہت پہلے تمہیں میرے نصیب میں لکھ دیا تھا۔تم نے مجھے بتایا نہیں کہ ابھی صرف تم نے مجھے جیتا ہے یا مجھ سے محبت بھی کرتی ہو۔"

"تم میری آنکھوں میں بڑے گہرے انداز میں دیکھتے ہو تم بتاؤ تمہیں کیسا لگتا ہے میں تم سے محبت کرتی ہو یا نہیں"۔

"چھوڑو تمہاری آنکھیں بے وفا لگتی ہیں جھوٹ بولتی ہیں"۔

کبیر شوخ ہوا۔

"یہ آنکھیں تو تمہاری قید میں ہیں تمہاری باندھی بن کر رہنے لگی ہیں۔"

"میں نے تمہیں قید کیا ہوا ہے تم نے مجھے بیس ہزار کی شرط پر جیتا ہوا ہے کتنی الم ناک کہانی ہے ہماری۔"

کبیر شاہ نے اس کی کی نازک گردن پر اپنے ہونٹ رکھ دیے۔وہ اس کے بازو میں کسمسائی۔

" میرے بازوؤں میں مت پھڑ پھڑاو۔کبیر شاہ نے تمہارے پر کاٹ دیئے ہیں۔اڑ نہیں سکتی تم۔"

اداسیوں میں ڈوبے لہجے میں بولا۔

"مجھے تمہاری زخمی محبت کی ضرورت نہیں ہے"۔

"تو کیسی محبت کی ضرورت ہے واضح کر دو"۔

"وقت کے دھارے پر چھوڑ دوں تمہیں پتا چل جائے گا"۔

"اتنا کچھ کیسے سینے میں چھپا کر رکھتی ہوں کچھ کہتی کیوں نہیں حالانکہ کل رات سے میری محبت میں بھیگی ہوئی ہو۔"

"تھکنے لگی تھی اس لیے تمھاری زخمی محبت میں گھیر کر زخمی ہوگئی"۔

"تم کتنا اچھا بولتی ہو۔تم کتنی خوبصورت ہو۔تمہاری آواز کی جلترنگ مجھے جھنجھوڑ دیتی ہے۔تمہارا لمس مجھے لوٹ لیتا ہے کبیر شاہ تمہارا فقیر بن گیا ہے۔تمہیں اتنا چاہنے لگا ہے۔"

جھومر کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگی۔

"تمہارا دل اتنی زور سے دھڑک رہا ہے مر تو نہ جاؤ گی"۔

"نہیں بہت سخت جان ہوں فکر نہ کریں"۔

جب سے کبیر شاہ کی قربت نے اسے معتبر کیا تھا تب سے جھومر کا انداز تکلم ہی بدل گیا تھا۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

#دل_دھڑکن_اور_تم

#از_قلم_خدیجہ_شجاع

#قسط15

تاج دیکھ رہی تھی کہ آج کل کبیر شاہ اور جھومر کی طرف سے راوی چین ہی چین لکھتا تھا اور کبیر شاہ کا وعدہ وفا ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ اپنے بیڈ روم میں مضطرب سی بیٹھی تھی کبیر کا انتظار کر رہی تھی اسے اس کا وعدہ یاد دلانا تھا کبیر ان کی نظروں کے سامنے تھا تاج نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھنے کو کہا کبیر صوفے پر بیٹھ گیا۔

اس وقت وہ جھومر کے احساس میں تھا اس کی سوچیں جھومر میں اٹکی تھی جب تاج نے اپنا وعدہ یاد دلایا۔

"وعدہ پورا کرنے کا وقت آگیا ہے۔سیٹھ گزار کی بیٹی سے میں تمہارا رشتہ طے کرنے والی ہوں۔"

کبیر کو جیسے سخت کرنٹ لگ گیا تھا۔ششدر سا ماں کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"مام میں دوسری شادی نہیں کر سکتا۔"

کبیر سرعت سے بولا۔

"وجہ کیوں نہیں شادی کر سکتے تم ایسے سوچ بھی کیسے سکتے ہو تم نے خود ہمارے ساتھ حامی بھری تھی کیا تمہاری یادداشت اتنی کمزور ہے بھول گئے ہو"۔

تاج کو کبیر پر غصہ آ رہا تھا۔

"مام میں جھومر کو چھوڑ نہیں سکتا اس کو کسی صورت دھوکا نہیں دوں گا۔"

یہ سننا تھا کہ تاج کی طبیعت کی نازکی پر شدید اثر پڑا ان کا نروس بریک ڈاؤن ہوگیا کرسی پر بیٹھے بیٹھے وہ ایک جانب لڑکھڑا گی۔کبیر شدید خوفزدہ ہو گیا اسی وقت تاج کو ایمبولنس بلا کر ہاسپٹل لے گیا۔پل میں نظارہ بدل گیا۔اسد شمشیر اور مراد شاہ سب ہوسپٹل میں موجود تھے۔کبیر شاہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی ماں اتنی حساس بھی ہو سکتی ہے۔

اسد تو ویسے ہی تاج کے معاملے میں بہت ٹچی تھے۔ڈاکٹرز کے عملے کے سر پر موجود تاج کی خیریت دریافت کرنے لگے۔تب انہیں یہ جان کر یک گونہ سکون ملا کے کسی وقتی پریشانی کے سبب معمولی نروس بریک ڈاؤن تھا۔اب بہتر ہیں۔اسد نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے تاج کو ڈسچارج کروا کر گھر

لائے۔کبیر قصداامام کے سامنے نہیں جا رہا تھا۔ماں کے ہوسپٹل جانے کے بعد سے وہ جھومر کے ساتھ کچھ اکھڑا اکھڑا سا تھا اور جھومر جواباخاموش تھی۔وہ پہلے بھی بے اعتبار ہی تھی اور اب بھی کبیر سے زیادہ امیدیں نہیں تھیں۔

کبیر شاہ بڑی دیر سے پریشان بیٹھا سوچوں کی گمبھیرتا میں الجھا ہوا تھا اس بات پر کہ وہ دوسری شادی نہیں کرے گا اس کی ماں اس بات کا اتنا اثر لے گی۔وہ حیران تھا جھومر اس کے روبرو بیٹھی تھیں کلائی میں بڑی چوڑیوں کو گھماتی گہری سوچ میں غرق تھی کبیر شاہ کو پرانی باتیں یاد آنے لگیں۔بت سے جھومر اس کے بیڈ روم میں تھی اور ابھی ہفتہ بھر سے اس کی قربت حاصل کر پایا تھا۔

****

کبیر شاہ کے آنے کا وقت ہو چکا تھا۔جھومر آج کل ذرا چپ چپ سی رہنے لگی تھی اور وہ آفس میں کھو جانے کی حد تک محنت کر رہا تھا تھوڑی دیر میں کبیر آگیا۔جھومر لیپ ٹوپ پر بزی تھی۔اس نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تک نہیں تھا کہ اس کا سر تاج آگیا ہے۔کبیر کا خون کھول کر رہ گیا۔واڈروب کا دروازہ کھول کر نائٹ ڈریس نکالا ذرا زور سے دروازہ بند کیا۔جھومر اپنی جگہ پر ہل گئی۔

"ڈرتی تو اس طرح سے ہو جیسے چڑیا جتنا دل ہو۔"

جھومر ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"کافی پیوں گا ہری اپ جلدی لاؤ۔"

اس نے اس کے سامنے سے لیپ ٹاپ اٹھا لیا۔جھومر اسے گھورتے ہوئے اٹھی اور باہر چلی گئی۔وقت گزرتا جا رہا ہے اور اسے ذرا احساس نہیں یونہی میں ونی بن کر زندگی گزار دوں گی۔ایک دفعہ بھی

نہیں کہا کہ اپنے اماں بابا کے گھر چلی جاؤ۔تو اس کا مطلب کیا نکلتا ہے۔ونی ہونے کی شرط ایسے ہی پوری ہوتی ہے۔جھومر نے آنسو اندر دھکیل کر بھاگ کر کافی کے دو مگ بنائے۔جناب سے اکیلے کافی نہیں پی جاتی۔وہ دونوں کپ بیڈ روم میں لے آئی۔وہ ہشاش بشاش بیڈ پر بیٹھا استراحت فرما رہا تھا۔

"لو بھلا اتنی سی دیر میں سو گیا۔"

جھومر نے سائیڈ ٹیبل پر ٹرے رکھا اور آگے ہو کر اسے جگانے لگی اگلے لمحے وہ سمجھ نہ سکی ہوا کیا ہے ایک جھٹکے سے وہ کبیر کے اوپر گری تھی۔

"کیا پرابلم ہے کبیر۔"

اس کی کہنی پر دباؤ آ گیا۔بازوں کو سہلانے لگی۔

"بازو توڑ دیا میرا اللہ نہ کرے میری جھومر کے بازو کو کچھ ہو جھومر نے اسے بھرپوری گھوری کروائی۔"

"بہت دنوں سے تم مجھے ایسے غصے سے دیکھ دیکھ کر میرا خون سکھانے لگی ہو۔"

کبیر نے اسے بانہوں میں لیتے ہوئے لاڈ سے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟ "

"مجھے ماں باپ کے گھر سے رخصت ہو کر آنا ہے یہاں سسرال میں تم نے وعدہ کیا تھا۔"

"وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا"۔

"پلیز کبیر سیریس ہو کر بات کرو"۔

"کچھ دن دے دو اس بارے میں مجھے راستہ ہموار بھی کرنا ہے سب کام اتنی آسانی سے تھوڑی ہوں گے دوسری طرف ہمارے چچا صاحب ہیں ہو سکتا ہے وہ اس سلسلے میں ہنگامہ کھڑا کریں۔"

یہ تو جھومر نے سوچا ہی نہیں تھا۔

کبیر نے محبت بھری نظروں سے جھومر کو دیکھا وہ کافی کا مگ اس کی جانب بڑھا رہی تھی۔

"اتنی سنجیدہ مت ہو جب تک تم رخصت ہو کر نہیں آ جاتی تم صوفے پر سو جایا کرو۔"

"ہاں اور تم آدھی رات کو میرا ہاتھ کھینچ کھانچ کر یہاں پر لے آیا کرو۔"

جھومر نے کبیر کی رات والی حرکت یاد دلائی۔وہ ہنس ہنس کر دوہرا ہونے لگا۔

"اچھا تو اس لیے عتاب بھری نگاہوں سے مجھے لمحہ لمحہ مار رہی ہو۔"

کبیر تو جھومر کی محبت میں پاگل ہو رہا تھا۔

"کبیر شاہ یہ گلے شکووں والی زندگی تمہیں مطمئن کر رہی ہے۔"

اب جھومر نے سختی سے پوچھا۔

"میں تمہیں جلد رخصت کروا کر لے آؤں گا اور تم نے جو میرا مذاق بنایا تھا اس کا کیا ہو گا۔"

"جب تم مجھے رخصت کروا کر لاؤ گے اسی رات تمہیں سوری کہہ دوں گی۔"

"واہ کیا خوب منطق ہے"۔

جھومر نے کافی کا مگ ہونٹوں سے لگایا۔کبیر اس کی من موہنی صورت میں کھو گیا۔

رائمہ محبت کی اتھاہ گہرائیوں میں پہنچ گئی تھی۔اسے ہر چیز میں ہر جگہ منان نظر آتا تھا۔منان کی شخصیت اس پر بہت حاوی ہوئی تھی وہ گھر میں جہاں تنہائی میں ہوتی اکیلے میں خود سے باتیں کرتی۔

اس کا مخاطب منان ہوتا۔تاج اس لئے بھی بے حد ڈپریس تھی۔اب کی بار میراں کے آگے جھکنا اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ زندگی ہار رہی ہو۔یہ سب کچھ اس کی آن بان کے خلاف تھا اسد شاہ نے اپنی لاڈلی بیگم کا گورا مرمریں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"کیا ہو گیا تھا تاج کیوں اس قدر ڈپریشن میں چلی گئیں"۔ایسا کیا سوچ لیا تھا۔

اسد اس سے پوچھ رہے تھے۔

"کبیر نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ہماری پسند سے شادی کرے گا ہمارا مطلب ہے دوسری شادی۔"

"تاج آپ سمجھدار ہیں آپ ایسی توقعات مت رکھا کریں بچوں کو ان کی زندگی جینے دیں۔اور تیاری کریں ہم دل اویز اور جھومر کو باقاعدہ رخصت کروا کر اپنے زرتار محل میں لا رہے ہیں۔"

تاج کے ماتھے کی سلوٹیں گہری ہوگئی۔

"ہمیں آپ کے یہ اچانک کے فیصلے سخت ناگوار گزرتے ہیں ہم سے مشورہ کرنا پسند نہیں کرتے بس ہمیں بتایا جاتا ہے کہ آپ کیا کرنے والے ہیں۔"

جوابا اسد خاموش رہے۔

ایک وقت میں تاج کے ذہن میں کئی باتیں چل رہی تھیں۔واثق کا رائمہ کی طرف جھکاؤ رائمہ کا منان میں الجھنا اور کبیر کی دوسری شادی جس سے وہ مکر گیا تھا۔جھومر کا جلاپہ علیحدہ ادھموا کئے جا رہا تھا۔اسد نے چند دوائیاں ہتھیلی پر رکھیں اور تاج کی جانب بڑھا دیں جو بغیر استفسار کیے وہ پانی سے نگل گئی تھی۔

آپ میری بات کو غور سے سنیں شمشیر اور دل آویز نے اپنی مرضی سے ہمیں شامل کئے بغیر شادی کر لی ہم نے بغیر کسی استفسار کے قبول کر لیا اور اب دلآویز رخصت ہو کر تو یہاں آئے گی لیکن میں جھومر کو رخصت نہیں ہونے دوں گی یہ میرا آخری فیصلہ ہے ورنہ دل آویز کی رخصتی میں تاج آپ کو نظر نہیں آئے گی۔

اسد شاہ کے دماغ کی رگوں میں خون کی روانی تیز ہوئی فش ایکوریم میں رنگ برنگی مستیاں کرتی مچھلیاں دیکھتے ہوئے اسد نے لمبی سانس خارج کی۔

تاج کا مرجھایا چہرہ اور یہ کہ دل آویز کی رخصتی کے لیے جو شرط رکھی تھی اس کو موقع کی مناسبت سے قبول کرنی پڑی۔انہوں نے فون کر کے کبیر کو بتایا تو جیسے اس کی جان نکل گئی کیوں کہ وہ اب اپنے لفظوں سے پھرنا اور وہ بھی جھومر کے سامنے اسے بہت دوبھر لگ رہا تھا۔جھومر کے چہرے کی نرمیاں اس وقت غائب ہوگئی جب کبیر شاہ نے بتایا کہ صرف دل آویز کی رخصتی ہو گی تمہاری نہیں۔

****

جھومر کو دل آویز کے گھر آنے کے سلسلہ کا فنکشن تکلیف دے رہا تھا اسے احساس ہو رہا تھا کہ ونی سے اچھی تو وہ تھی جو گھر سے بھاگی ہوئی بےنام لڑکی اس کی بہن دل آویز جس کا کچھ اتا پتا نہیں تھا وہ تو الگ بات ہے کہ دل آویز اچھے حسب و نسب کی لڑکی تھی۔خیر خوش قسمت ہے باعزت طریقے سے رخصت ہو کر زرتار محل آرہی ہے۔

"مجھے تم سے یہی امید تھی تمہیں صرف میرے سامنے شو آف کرنا آتا ہے اپنی ماں کو صحیح اور غلط بتانا تمہیں فورا سے ان کی توہین کا مقام نظر آنے لگتا ہے۔"

کبیر فوراً سے جھومر کے قریب آیا اور جھومر کو اس اچانک افتادہ پر الماری کے ساتھ کمر لگا کر کھڑے ہونا پڑا کبیر شاہ کا ایک ہاتھ الماری کے دروازے پر تھا اور دوسرے ہاتھ سے جھومر کی تھوڑی پکڑ کر اونچا کیا تھا۔

"کبیر شاہ تمہیں میری ذات کی میری شخصیت کی مجھے ایک عورت کو اعلیٰ مقام دینے کے اتنے لالے پڑ گئے ہیں کیا تم دکھا نہیں سکتے خاندان والوں کو کہ تم نے جھومر کو حاصل ہی نہیں کیا بڑی عزت و ابرو سے قبول بھی کیا ہے"۔

"لگتا ہے تمہارے ارمانوں کا خون آج بھی بہتا ہے ہاتھوں پر مہندی نہ لگنے کی تکلیف تمہیں ریزہ ریزہ کرتی رہتی ہے"۔

"تم کیا سمجھتے ہو تمہاری شبنمی محبت نے مجھے میری شخصیت کے بکھرے شیرازے کو ایک جگہ اکھٹے کر دیا ہے تم نے مسمار ہوئی جھومر کو بت بنا دیا ہے اس بت میں کوئی طاقت یا حرارت کا احساس نہیں ہے کبیر۔"

"تم اتنی کڑوی اور اتنی خودسر ہو مجھے پتہ ہوتا تو تمہیں کبھی ونی بھی بنا کر نہ لاتا۔"

کبیر شاہ غصے میں انگارے اگلنے لگا۔

"کوئی بات نہیں زیادہ وقت نہیں گزرا تم ابھی بھی مجھے زمین میں زندہ گاڑ سکتے ہو۔بڑی آسانی سے تمہاری خلاصی ہو جائے گی۔"

غصے میں لال قندھاری جھومر کو اسنے اپنے سینے میں جیسے میخ کی طرح پوست کر لیا تو جھومر غصے اور غم سے مذید تڑپی۔

"تمہاری ماں مجھے کبھی عزت سے جینے نہیں دے گی کبیر شاہ خدا کے لیے مجھے کسی گہری کھائی میں پھینکو۔"

وہ غم میں اندھی روتی جارہی تھی۔

**

"تمہیں کوئی شاپنگ وغیرہ کرنی ہے۔"

کبیر شاہ نے خشک انداز میں پوچھا۔

"کس سلسلے میں"۔

جھومر دوبدو بولی۔

"تمہاری بہن کی رخصتی کے سلسلے میں"۔

"ظاہر ہے نہ میری مایوں کی رسم ہوئی نہ رسم حنا ہوئی نہ باقاعدہ سے ارینج میرج تو ہوئی نہیں تھی تو اس حوالے سے کامدانی زرق برق لباس بھی میرے پاس نہیں ہیں"۔

جھومر کے انداز میں تیکھا پن اور گہری چوٹ تھی جو سیدھی کبیر کے دل پر لگی۔

"ہر کسی کی اپنی اپنی قسمت ہوتی ہے تمہاری قسمت میں یہی تھا جو ہو گیا کبیر نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔"

جھومر کے تن من میں آگ سی لگ گئی۔غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

کبیر جانتا تھا کہ اب وہ جھومر کے عتاب کا نشانہ بننے والا ہے۔

"کبیر تم مجھ بد قسمت کو چھوڑ دو"۔

جھومر ایک دم سے پھٹ پڑی۔کبیر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آ گیا۔

"تم ایسا سوچنا بھی مت اتنا قریب آ کر میں تمہیں چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

کبیر نے سگریٹ سلگا لیا اور دھواں اس کے دہکتے حسین چہرے پر چھوڑ دیا۔ جھومر نے اسے گھور کر دیکھا اور نفرت سے دھواں پرے ہٹانا چاہا۔کبیر مسکرایا۔

"چلو ایسا کیوں نہیں کرتی ہو تم مجھے چھوڑ دو"۔

"نہیں اب میں ونی بن کر تمہارے سر پر بیٹھی رہوں گی"۔

جھومر غصے سے بولی۔

"اور ہمیشہ آنے والے وقت میں لوگوں کو بتایا کرو گی کہ میں کبیر شاہ کی ونی ہوں۔"

یہ سن کر کبیر شاہ کے اوسان خطا ہو گئے۔یہ تو اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔کبیر شاہ حیران پریشان سگریٹ پر سگریٹ پھونکتا رہا۔

****

جب شمشیر نے اسے بازوؤں میں لے کر بری طرح سے گھمایا تو اس کی چیخیں نکل گئی۔

"شمشیر ہائے للہ میں مر جاؤں گی مجھے چھوڑ دو۔"

"ایسے کیسے مر جاؤ گی ابھی رخصتی ہے ہم دونوں کی"۔

"کیا کیا۔۔۔۔۔۔۔۔کیا کہہ رہے ہیں۔"

شمشیریر نے اسے زمین پر اتارا خوشی سے گلنار ہو رہا تھا۔

"بابا نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم دونوں کی رخصتی ہے ہم تمہارے والدین کے گھر سے رخصت ہو کر زرتار محل میں آئیں گے۔"

دلاویز کی بے ساختہ ہنسی نے شمشیر کو بوکھلا دیا۔

"ہم دونوں کی رخصتی کا کوئی مقصد نہیں ہے صرف لڑکی کی رخصتی ہوتی ہے جناب موصوف شمشیر صاحب آپ اپنے والدین اور دیگر افراد خانہ کے ساتھ مجھے لینے آئیں گے رخصت کروا کر اپنے گھر میں لائیں گے تو اس میں آپ کی رخصتی کہاں سے نکلتی ہے۔"

دلاویز نے تیکھی نگاہوں سے پوچھا تو شمشیر کھسیانا سا ہونے لگا۔

دلاویز مسکراتے ہوئے صوفے پر جا بیٹھی وہ بہت خوش تھی کہ شمشیر کے والدین کی مرضی کے مطابق اپنے والدین کے گھر سے دلہن بن کر پورے اعزاز کے ساتھ وہ اپنی سسرال میں آئے گی کمال ہی ہو گیا۔سوچ کر پھر مسکرائی۔

"شرم نہیں آتی شوہر کا مذاق اڑا رہی ہو ایکسائٹمنٹ میں کچھ غلط بول گیا اور تمہیں بار بار ہنسنے کا موقع مل گیا"۔شمشیر تو باقاعدہ ناراض ہونے لگا۔

"سوری سوری ائی ایم ویری سوری"۔

دلآویز نے جلد ہتھیار ڈال دیے۔

"اچھی سی چائے پلاؤ پھر شاپنگ کے لیے چلتے ہیں شوپنگ مکمل ہو جائیں تو تمہیں تمہارے والدین کے ہاں شفٹ کرنا ہے اور یوں تم اپنے پلان میں کامیاب ہو جاتی ہو"۔

"کیا مطلب کون سا پلان"۔

اب دلآویز کی باری تھی شمشیر نے شوخ ہوتے ہوئے اسے چھیڑا۔

"یہی ایک سیدھے سادے نوجوان کو اپنے وش میں کرنے کا پلان۔"

شمشیر یہ مجھ پر الزام ہے۔

وہ تو کھاتے ہوئے بولی۔

"ہاں پتا چلا کتنا رخصتی والی بات پر تم نے مجھے شرمندہ کیا ہے۔"

"اوکے انتقامی کارروائی پوری ہو چکی ہو تو چائے بنا کر آپ کو پیش کر دوں۔"

"اجازت ہے"۔

شمشیر نے شاہی انداز میں کہا۔

کچھ دیر بعد وہ مال میں تھے۔کتنے بہت سے ڈریسز دیکھنے کے بعد ایک سلور ڈریس چوز کیا اور مزید زرتار جوڑے خریدے مہنگی ترین گولڈ اور ڈائمنڈ کی جیولری خریدی شمشیر نے ہر چیز بڑے چاؤ سے خریدی تھی۔سارا دن شاپنگ کرنے کے بعد سیدھا میراں خالہ کی طرف جانے کا پلان تھا۔دل آویز کہ ذہن میں بہت سے سوالات قلبلانے لگے۔

"کیا ہوا بہت تھک گئی ہو"۔

شمشیر نے محبت سے پوچھا۔

"شمشیر جھومر کے دل میں خیال ضرور آئے گا کہ دلاویز کو تو اتنی شان و شوکت سے رخصت کروایا جا رہا ہے اور میرے لئے ایسا کوئی اعزاز نہیں سوچیں وہ وہ پریشان نہیں ہو گی۔"

"ہو سکتا ہے کہ ایسی کوئی بات اس کے ذہن میں نہ آئے"۔

نہیں شمشیر وہ ضرور سوچے گی۔

"کبیر اسے خود ہی ہینڈل کر لے گا تم اپنے ذہن پر زیادہ زور مت دو۔"

شمشیر نے فل الحال موضوع برخاست تو کر دیا تھا لیکن دلاویز پریشان تھی لاکھوں کی شاپنگ کر کے اپنے ماں باپ کے ہاں جا رہی تھی دل میں جھومر کے لیے سو سوال بیدار ہو رہے تھے۔میراں بابا اور منان نے انہیں بہت خوشی سے ریسیو کیا میراں نے دلاویز کو چھوٹے بچے کی طرح چومنا شروع کر دیا۔

" بس کر دیں اماں دلاویز محبتوں کی عادی نہیں ہے"۔

"میں اپنی اماں کی ممتا اور پیار کی عادی ہونا چاہتی ہوں تم پریشان مت ہوں۔"

وہ نروٹھے انداز میں بولی میراں نے اسے سینے سے لگا کر اپنے اندر اپنی روح کو تسکین دی۔دلاویز کو سینے سے لگاتی تو دل بھر آتا سالوں کی جدائی کاٹنے کا صبر کرنے کا جیسے ثمر نصیب ہو جاتا شمشیر اور منان کا آپس میں گفتگو کرتے ڈرائنگ روم میں چلے گئے۔

دلآویز کا فون بج نے لگا موبائل اٹھایا تو ٹھٹھک سی گئی۔جھومر کا فون تھا۔

"ہیلو دلآویز کیسی ہو یہ میں کیا سن رہی ہوں۔"

"ہاں تم نے ٹھیک سنا ہے۔"

ایسا کہتے ہوئے دل کا لہجہ بھاری سا ہوگیا۔

"تمہیں مبارک ہو بہت خوش قسمت ہو تم"۔

دلاویز سے بولا ہی نہیں جا رہا تھا۔

"کیا ہو گیا کچھ بولو تو سہی۔"

جھومر کی آواز آئی۔

"ہاں کیا بولوں اینجلی میرا بڑا دل تھا کہ تم بھی میرے ساتھ رخصت ہوتیں تو کتنا اچھا رہتا۔"

"ارے چھوڑو یہ دنیا ہے یہاں دل کی باتیں کب پوری ہوتی ہیں تم بھی پاگل ہو"۔

جھومر ہنسنے لگی۔

اچانک دلاویز اُس کے دل میں کوئی بات آئی۔

"ایسا ہو سکتا ہے کہ تم کل کبیر بھائی کے آفس جانے کے بعد ہمارے اپارٹمنٹ آجاؤ میرا دل چاہا رہا ہے تم سے باتیں کروں"۔

"اور تمہاری دل جوئی کروں۔" جھومر فٹ سے بولی۔

دلاویز شرمندہ سی ہوئی۔

"آ جاؤں گی میرے لئے پاستا بنا کر رکھنا بائے"۔

اس نے فون بند کر دیا۔

****

تاج کے دماغ کا خناس اسے تنگ کرنے لگا تو جھومر کو بلوا لیا وہ دروازے پر ناک کر کے ان کے روم میں آئی۔گلابی سوٹ میں تازہ گلاب کا پھول ہی دکھ رہی تھی۔جھومر کے گلے میں قیمتی چین اور کانوں میں خوبصورت گولڈ کے آویزے دیکھ کر تاج نے پہلو بدلا۔

"تمہیں پتا ہے ہم دلاویز کو رخصت کروا کر زرتار محل لارہے ہیں۔" بڑی زیرک نگاہوں سے معصوم سے مکھڑے والی جھومر کو دیکھا۔دکھی احساس جھومر کے چہرے پر آیا۔تھوک نگل کر بولی۔

"جی میں جانتی ہوں"۔

"تم ونی بن کر آئی تھی ویسی شان و شوکت سے بھرپور تمہاری رخصتی نہیں ہوئی تو اس کے لیے اب کچھ ہو بھی نہیں سکتا تو میں کہہ رہی تھی کہ تمہیں اپنی بہن سے کوئی جلن نہیں ہوتی."

"نہیں خالہ دلآویز جھومر کی بہن ہے میراں کی بہن تاج نہیں۔"

تاج نے بظاہر پر سکون سانس لیا۔جب کہ اندر کی دنیا تہہ و بالا ہو چکی تھی۔

"کیا مطلب ہے کیا کہنا چاہتی ہو واضح کرو."

"آپ جانتی ہیں خالا سالہا سال سے آپ اماں سے نہیں ملتیں تو میرا خیال ہے کہ یہ کسی جلن ہی کا نتیجہ ہے۔"

"بکواس بند کرو تمہاری زبان کھینچ کر تمہارے ہاتھ پر رکھوا دیں گے۔"

تاج غصے سے تڑخ کر بولی۔

"یہ آپ کی محض خام خیالی ہے ایسا کچھ نہیں ہونے والا"۔

وہ بھی جھومر تھی بھلا ایک میان میں دو تلواریں کیسے رہ سکتی ہیں۔

"ماتھے پر تاج سجتا ہے یا جھومر ایک وقت میں دو چیزیں تو نہیں سجتی"۔

جھومر سکون سے بولی۔

"جھومر نکلو ابھی نکلو ہمارے کمرے سے جان لے لیں گے ہم تمہاری۔"

تاج نے غصے سے آنکھیں مزید پھیلاتے ہوئے کہا تو جھومر دل ہی دل میں لطف اندوز ہوتی باہر نکل آئی۔

******

#دل_دھڑکن_اور_تم

#از_قلم_خدیجہ_شجاع

#قسط16

دل آویز نے پاستا اور لازانیا بنایا تھا کئی سال گزرنے کے بعد تو اسے اصل رشتے ملے تھے۔تو بھلا اب وہ اپنے رشتوں کی محبتوں سے فیض یاب کیوں نہ ہوتی۔ڈور بیل بجی دروازہ کھولا۔جھومر لیمن کلر کڑھتا ڈوپٹہ پہنے بے حد پیاری لگ رہی تھی۔دونوں گلے ملیں۔

"میں نے تمہارے لئے پاستا اور لازانیہ بنایا ہے۔"

"ارے اتنا تکلف کیوں لیا۔"

"جب میں تمہارے گھر آجاؤں گی تو تم سے سارے حساب بے باق کر لوں گی فکر نہ کرو"۔

"خیر تمہارے اور میرے حساب میں بہت فرق ہے تم آؤ گی رخصت ہو کر پورے جاہ جلال سے اور میں ٹھہری کم عزت والی ونی کی صورت۔"جھومر تلخی سے مسکرائی۔

"گو کہ یہ بہت بڑی تلخ حقیقت ہے لیکن وقت کے ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا ایک نہ ایک دن کبیر تمہیں بھی پوری عزت کے ساتھ رخصت کروا کر لائے گا۔مجھے یقین ہے۔"

جھومر نے اپنے امڈ آنے والے آنسو صاف کیے۔

"تم فکر نہیں کرو ایسا کچھ نہیں ہونے والا."

"چلو تمہیں کھانا کھلاتی ہوں"۔

دلاویز نے ماحول کو بدلنے کی کوشش کی۔ کھانا ٹیبل پر لگا کر جھومر کو بلایا وہ چپ چاپ کرسی پر بیٹھ گئی۔ دل آویز نے لازانیہ کی ڈش اس کے آگے بڑھائی۔ لازانیہ سے اٹھتی لاجواب خوشبو نے جھومر کو کھانے پر اکسایا۔ اس نے اپنی پلیٹ میں نکال کر پہلا بائٹ لیا۔

"دل ویری گڈ یار ویری ٹیسٹی تم کتنی اچھی لڑکی ہو مزہ آ گیا۔" پھر تو جھومر نے دل لگا کر خوب کھایا۔ دلاویز بھی اس کے ساتھ کھانے لگی لیکن جھومر کی رخصتی کا نہ ہونا یہ بات اس کے دل میں اٹک سی گئی تھی۔

"ویسے میری اتنی شان دار اتنی محنت طلب دعوت کرنے کا کیا مقصد تھا"۔

"یہی مقصد تھا کہ میں اپنی بہن کے ساتھ وقت گزاروں اس کا دکھ اس کا سکھ ذرا تفصیل سے سنوں۔"

"اچھا تو تمھیں لگتا ہے کہ میں تمھیں ہم راز بنا لوں گی ایک طرف تم بہن ہو تو دوسری طرف جیٹھانی بھی ہو سمجھیں مجھے تم سے ہر بات سوچ سمجھ کر کرنی ہوتی ہے"۔

جھومر صاف گوئی سے بولی۔

"تم بھی وہی روایتی سی ٹیپکل سی دیورانی ثابت ہو رہی ہو اپنے بارے میں کیا خیال ہے"۔

وہ بھی دلآویز تھی جھومر کے ساتھ کی ٹونز۔ جھومر کھول کر ہنسی۔

"ہائے تلوے پر لگی سر پر بجھی"۔

"بکواس بند کرو مجھے بتاؤ یہ ونی ہونا اور ونی ہو کر آنا یہ سب کیا ہے۔ میں تم سے سننا چاہتی ہوں۔"

"زیادہ اتاولی ہونے کی ضرورت نہیں جب میری طرف آؤ گی تو تمھیں لازانیہ کھلا دوں گی۔"

جھومر نے اب کی بار اسے چڑایا۔دلاویز دھپ دھپ زمین پر پاؤں مارتی کچن میں چلی گئی۔آخر کار کافی پیتے ہوئے جھومر نے کبیر کے ساتھ یونیورسٹی کے دنوں کی باتیں کس طرح سے شرط جیتی اور کبیر کو سب پتا چل گیا اور فوری افتادہ قتل کی پڑگئی اور بدلے میں کیسے جھومر کو حویلی میں لایا گیا اور کس طرح سے تاج خالہ نے دل کی جلن اپنی پانچوں انگلیوں سے اس کے گال کو سلگا کر ذرا سی کم کی تھی اور تمام مہمانوں کے سامنے اس کی تذلیل کر دی تھی۔اور تب سے اب تک اپنے گھر میں ملازمہ جیسی اہمیت دیتی تھی۔کبیر کانوں کا کچا ماں کی باتوں میں آکر دوسری شادی کا شوق پورا کرنے جانا چاہتا تھا لیکن اب بہت جلد مجھ سے شدید ترین محبت کرنے لگا ہے۔

دل آویز کو دلی دکھ ہوا وہ جھومر کے جذبات کو سمجھتی تھی۔اسے جھومر بے حد عزیز ہوگئی تھی۔

"تم نے کبیر سے کہا کہ وہ تمہاری باقاعدہ رحصتی کروائے"۔

"بہت دفعہ کہا ہے شاید یہ اس کے بس میں نہیں ہے"۔

"انسان کی نیت ہو تو سب بس میں ہو جاتا ہے۔"

دلاویز تھوڑا غصے سے بولی۔جھومر کو اپنی ہمدردی میں دل آویز کو کلستے دیکھ کر ہنسی بھی آرہی تھی اور وہ عزیز جان بھی ہونے لگی تھی۔

"اچھا یہ بتاؤ بابا تو تمہیں میرے سامنے ملے تھے اماں کیسے ملیں تھی"۔

"یار سب کو لگتا ہے جیسے میں جھومر ہوں بس تمہارے مغالطے میں اماں چٹاچٹ پیار کئے جاتی ہیں۔"

"یونہی مت بول دیا کرو اماں کی بابا کی محبت سچی اور انمول ہے وہ والدین ہیں مغالطہ تو نہیں کھا سکتے ہیں۔"

"ارے ایسے ہی کہہ رہی تھی اچھا یہ بتاؤ میری رخصتی پر کیا پہن رہی ہو؟"

"بہت اچھا ڈریس پہنوں گی تم فکر نہیں کرو"۔

گھڑی کی سوئیاں تیزی سے بھاگتی محسوس ہوئیں تو جھومر نے واپسی کا قصد کر لیا دونوں محبت بھرے جذبات ایک دوسرے پر لٹاتی جدا ہو گئیں۔

****

اگلی شام وہ کبیر شاہ کے پہلو میں بیٹھی شاپنگ کرنے جا رہی تھی وہ خاموش تھی حقیقتا وہ اس دکھ بھری آگ میں جل رہی تھی کہ کیا ہوتا۔جو کبیر اس کی بھی رخصتی کرواتا وہ بھی اپنے ماں باپ کے گھر سے رخصت ہو کر آتی۔کبیر خاموشی سے ڈرائیورنگ کر رہا تھا۔

وہ مال میں خاموشی سے گھومتی رہی کبیر نے ایک لائٹ فیروزی کلر کی میکسی اس کے لیے سلیکٹ کی جو کافی ہیوی تھی۔

"نہیں یہ نہیں پہنوں گی"۔

"کیوں"۔

کبیر نے غصے سے پوچھا۔

"میں برائیڈل نہیں ہوں مجھے فنکشن میں شرکت کرنی ہے"۔

وہ سنجیدگی سے بولی کبیر کو اس کی بات ٹھیک لگی پھر ایک ہلکے کامدار میکسی پسند کی۔جھومر کی رات والی بات کی وجہ سے کبیر بے حد ڈسٹرب تھا۔وہ یہ کبھی نہیں چاہتا تھا کہ جھومر ہمیشہ اس کی ونی بن کر آنے سے پہچانی جائے۔وہ اپنی ذات پر اس طرح کا لیبل لگوانا نہیں چاہتا تھا۔اس ہتھک سے تھی

اسے اپنی توہین محسوس ہو رہی تھی۔کیا ہوتا جو بابا جان کہتے جھومر کی بھی رخصتی کروا لیتے ہیں اس نے محسوس کیا کہ میں ایک مرد ہو کر اتنی تکلیف محسوس کر رہا ہوں تو جھومر کتنی شدید دکھ اور تکلیف سے گزری ہے۔آج اسے اندر ہی اندر جھومر بہت معتبر نظر آرہی تھی لیکن کبیر کا انداز مسلسل سوچتا ہوا تھا۔

******

رخصتی والے دن دلآویز کمال کی لگ رہی تھی میرون کلر کا کام دار شرارہ سوٹ میں آفت لگ رہی تھی۔شمشیر بار بار ایسے دیکھتا اور مسکراتا۔تاج خاموش بیٹھی سب کچھ جج کر رہی تھی۔
دلآویز کے حوالے سے شمشیر کی خوش قسمتی کے گن گائے جا رہے تھے۔دونوں حراماں حراماں چلے آ رہے تھے۔فوٹو گرافر مووی میکر ارد گرد کھڑے کیمرے کی آنکھ سے ماحول کو فوکس کر رہے تھے۔
جھومر پیچ کلر کی میکسی میں کچھ کم نہیں لگ رہی تھی بیش قیمت گولڈ کا سیٹ تھا جس میں جا بجا ڈائمنڈ جڑے تھے مگر وہ کانفیڈینٹ نظر نہیں آ رہی تھی۔اور بہت دور دور اور پیچھے تھی۔کبیر اسے ڈھونڈتا ہوا اس کے پاس آیا اس کا خوبصورت روپ دیکھ کر مبہوت سا رہ گیا۔
"تم اتنی دور کیوں ہو یہاں آؤ"۔
جھومر نہ چاہتے ہوئے بھی کبیر کے ساتھ چل دی۔
"اس طرح تمہارے ساتھ چلنے میں مجھے کوئی فخر محسوس نہیں ہو رہا۔"
کبیر نے رک کر اس کا مضمحل سا حسین چہرہ دیکھا۔
"پہلا بچہ ہونے سے پہلے پہلے تمہاری رخصتی کروادوں گا اب خوش"۔

جھومر لال قندھاری انار جیسی ہوگئ۔دل چاہے زمین پھٹے اور اس میں سما جائے۔

"اب چلو گی یا نہیں"۔

کبیر نے دوٹوک پوچھا جھومر اس کے ساتھ قدرے اعتماد سے چلنے لگی۔

کبیر کی بات نے اسے اعتماد تو دیا تھا مگر دوسری بات پر تو وہ شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی۔کبیر نے تو بری طرح سے میرا منہ بند کروایا ہے لیکن میں بھی تاج خالہ کے سینے پر مونگ دلوں گی اور کبیر سے اس کے مارے ہوئے طمانچے کا حساب بھی برابر کرو گی۔جھومر کا سنجیدہ چہرہ آنکھوں میں اداسی دیکھتے کبیر شاہ کانوں کو ہاتھ لگانے لگا۔

اپنے قول کی کتنی پکی ہے ونی ہونے کو تو اس لڑکی نے گالی بنا لیا ہے بلکہ یہ کہہ کر کے آنے والے وقت میں لوگوں کو بتائے گی کہ وہ کبیر شاہ کی ونی ہے اس نے میرے سارے کس بل نکال دیے ہیں ہیں۔جھومر جیسی لڑکی کو سر کرنا۔کبیر شاہ سوچ کر رہ گیا۔

رات گئے فنکشن جاری رہا رائمہ اور منان آنکھوں ہی آنکھوں میں پیغامِ محبت ایک دوسرے پر لٹاتے رہے۔رائمہ منان کی محبت کی سرشاری میں تھی اور منان رائمہ کے عشق میں میدان مارنے کی پلاننگ میں غرق تھا۔واثق نے منان اور رائمہ کو اکٹھے کھڑے دیکھا تو رہ نہ سکا وہ ان دونوں کے بیچ آکر کھڑا ہو گیا۔جو بے حد ایلمینڈ حرکت تھی۔

"کہاں تم ادھر ادھر ڈگمگاتی پھرتی ہو۔کچھ ہوش سے کام لو تمہارا چاہنے والا تمہارے قریب ہے۔ آنکھیں کھول کر دیکھو۔"

منان کا غصے سے خون کھول گیا۔

"یہ کیا گھٹیا گفتگو کر رہے ہو تمہیں تمیز نہیں ہے کیسے بات کرتے ہیں۔"

تو اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ منان کا گریبان پکڑ لیا رائمہ ہونق بنی سب دیکھ رہی تھی۔اب گردونواح کے لوگ متوجہ تھے۔میراں جلدی سے اپنے بیٹے کی جانب بڑھی۔

"منان پلیز بیٹا اسی پر ہاتھ مت اٹھانا"۔

میراں منان کے آگے کھڑی اسے تنبیہ کر رہی تھی اور تاج زہر بھری مسکراہٹ لیے میراں کو دیکھ رہی تھی رائمہ کا بس نہیں چل رہا تھا واثق کی خباثت بھری آنکھیں نکال دے۔

"میراں منان کا ہاتھ تھامے دور چلی گئی"۔وہ تاج کی معنی خیز مسکراہٹ اور طنزیہ انداز دیکھ کر بے حد دکھی ہو گئی تھی۔

"واثق کیا پرابلم ہے تمہارے ساتھ"۔

تاج نے سخت انداز میں اس کو گھوڑکا۔

"تائی جان وہ بھورے بالوں والا براؤن آنکھوں والا لڑکا آپ کی بیٹی پر فرشتہ نظر آ رہا تھا میں نے بھی دھاک بٹھانا چاہی اور وہ ہتھے سے اکھڑ گیا۔"

طنزیہ انداز اختیار کرتے ہوئے رائمہ کی جانب دیکھا جو بد مزہ ہو گئی تھی۔واثق کی نگاہیں کیا چغلی کھا رہی تھی تاج کے لیے نہایت پریشانی کا باعث تھا۔

"رائمہ وہاں اسٹیج کی طرف چلو"۔

تاج گرج کر بولی رائمہ سست قدموں سے دور چلی گئی تاج کافی ڈسٹرب ہوگئی تھی۔

ایک لحظے کے لیے تاج نے غور کیا جھومر نے تاج کا سیٹ پہنا ہوا تھا۔لیکن یہ سیٹ کبیر تک پہنچ نہیں سکتا تو کیا۔ جھومر ہماری تجوری تک رسائی رکھتی ہے تاج کو اختلاج قلب ہونے لگا۔

جھومر اور کبیر، دلآویز اور شمشیر کے ساتھ شوٹ کروانے لگے۔کبیر نے جھومر کے ساتھ رومینٹک سا شوٹ کروایا جو جھومر نے کروانا اپنا حق سمجھا کیوں کہ تاج خالا لہو کے گھونٹ پی رہی تھی۔

"دونوں کتنے اچھے لگ رہے ہیں۔"

دلاویز نے کہا۔

"تم اپنی طرف دھیان دو شمشیر نے روٹھنے کی ایکٹنگ کی"۔

"شمشیر وہ میری بہن ہے"۔

"اچھا تو کبیر ہمارا لے پالک ہے۔"

شمشیر بھی سیدھا ہو گیا۔

"کیا ہو گیا ہے یار آپ ایسے تو نہیں کرتے۔"

"ارے میری پیاری سی دلاویز کتنی جلدی سیریس ہو جاتی ہو مسکراؤ تا کہ تمہارے دلہناپے کے روپ کو چار چاند لگئیں"۔

کبیر اور شمشیر تو بیویوں کے پیچھے پاگل ہوئے پڑھے ہیں۔تاج بڑی بدمزہ رہیں اور جب میراں اسٹیج پر آئی تو اس کی سج دھج دیکھنے والی تھی عقب میں زیب عالم بھی تھے۔ایک گہری نظر تاج پر ڈالی آج وہ انھیں بھی ان بان اور مغرور حسین عورت چٹان جیسی لگی تھی۔

"تاج صاحبہ اللہ نے ہمیں اور آپ کو نئے رشتوں میں باندھ دیا ہے"۔تاج بے حد جذبذ ہوئی۔

"نئے رشتے تو زبردستی بھی استوار ہو جاتے ہیں یاد تو ہو گا آپ کو۔"تاج کی سبز آنکھوں میں زیب عالم کے لئے تاکید تھی۔

"پرانی باتیں جو دل آزاری کا موجب بنیں انہیں بھول جانا چاہیے۔"

"اور پرانے لوگ کیا وہ بھی بھول جانے چاہیں۔

باتیں اور یادیں تو انہی لوگوں سے جڑی ہوتی ہیں"۔

زیب عالم ذرا پھیکے پڑنے لگے۔

"ارے ہم آپ کو افسردہ نہیں کرنا چاہتے تھے ہمیں آپ کی خوشیاں عزیز رہی ہیں اسی لیے تو خوامخواہ چبھنے والے کانٹے کی طرح آپ کو چبھتے رہتے اس لیے ہٹ گئے تھے تاکہ آپ کی اور میراں کی زندگی پر ہم اثر انداز نہ ہوں"۔

بات بہت دور تک جا رہی تھی زیب عالم میراں کے ہلانے پر ہوش میں آئے اتنی پر اسرار اور مضبوط عورت کے سامنے زیب عالم کو اپنا آپ عجیب سا محسوس ہوا۔آج بھی بلا کا اعتماد تھا اس عورت کو اپنے پر۔

"تاج چلیے رخصتی لیجئے"۔

اسد شاہ نے تاج کو کو کہا۔

"جی تو زیب عالم رخصتی دیجئے"۔

تاج نے گہری نظروں سے زیب عالم کو دیکھا جو میراں کی طرف متوجہ تھے۔میراں تاج کی طرف مسکراتے ہوئے بڑی تاج یوں کھڑی ہوگی جیسے میراں کو جانتی نہ ہو۔زیب عالم نے میراں کا ہاتھ پکڑا بیٹی اور داماد کی طرف بڑھ گئے۔

دلآویز شمشیر کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی جھومر میراں کے گلے لگی رو رہی تھی سب لوگ گاڑیوں میں بیٹھ رہے تھے۔جب میراں کی نظر پڑی دور کھڑی رائمہ منان سے روتے ہوئے باتیں کر رہی تھی۔میراں جھومر سے جدا ہوئی۔

"جھومر تم فرصت سے مجھ سے فون پر بات کرنا تم سے ضروری بات کرنی ہے۔"

ا"ماں میں گھر آجاوں گی۔"

جھومر روتے ہوئے منمنائی۔

"شوہر اور ساس کی اجازت سے آنا۔"

"اماں ساس کبھی آنے نہیں دے گی میرے ساتھ تو خالہ کا للہ واسطے کا بیر ہے۔"

وہ روتے ہوئے بولی۔

"تم اپنی اکھڑ خانیاں ختم کر دو وہ تمہیں کچھ نہیں کہے گی۔"

"نہیں میں اس گھر میں مر جاوں گی۔"

"جھومر عقل سے کام لو کبیر تمہیں اتنا چاہتا ہے"۔

رائمہ ابھی تک منان سے باتیں کر رہی تھی جب کبیر نے جھومر سے چلنے کے لیے کہا اور رائمہ کو فون کیا کہ جلدی گاڑی میں آکر بیٹھے۔

راستہ خاموشی سے کٹ گیا۔جب گاڑیاں زرتار محل میں آ کر رکی تو تاج کو بہت سی رسمیں یاد آ گئی تب جھومر کو آوازیں دے دے کر کہنے لگیں۔

"جھومر دودھ لے آو فریج میں کھیر پڑی ہے۔ملازم سے کہو کھیر لے کر آئے"۔

شمشیر نے ہنستے ہوئے چمچ بھر کر کھیر دلآویز کے منہ میں ڈالنی تھی وگر دلآویز کا منہ کھلا رہ گیا اور وہ کھیر خود کھا گیا تب لڑکیوں لڑکوں کے مجمعے نے خوب ہوٹنگ کی پھر تا دیر تک ہنسی مذاق کرتے رہے۔دل آویز اور شمشیر کو ان کے کمرے میں بجھوایا دیا گیا۔

"جھومر ہمیں تم سے کچھ کہنا ہے۔"

تاج نے جھومر کو روک لیا۔تھکا سا حسن تاج نے دیکھا تو اندر تک کرواہٹ گھل گئ۔

"ہماری جیولری اتارو اور ہمیں واپس کرو۔"

جھومر تاج کے روبرو کھڑی ہوئی۔

"پہلی بات یہ کہ جیولری میری ہے میں آپ کو نہیں دوں گی دوسری بات یہ کہ میرا پیچھا چھوڑ دیں"۔

"بکواس کرنے کی تمہاری پیدائشی عادت ہے دیکھتے ہیں ہم تم ہماری جیولری کیسے واپس نہیں کرتی۔"

"میں بھی دیکھتی ہوں آپ مجھ سے جیولری کیسے لیتی ہیں۔"

تاج تلملاتے ہوئے اپنے کمرے میں آ گئی۔

کبیر نے کوٹ اتار کر صوفے پر رکھا۔جھومر آتے ہی غصے میں جیولری اتارنے لگی۔کبیر شاہ نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ابھی تو میری آنکھوں نے تمہیں اچھی طرح دیکھا نہیں اور تم ساری تیاری ملیا میٹ کرنے چلی ہو۔"

"ادھر آپ کی والدہ کو مصیبت پڑی ہوئی ہے"۔

"کیا ہوا مما نے کیا کہہ دیا۔"

"وہ کہہ رہی ہیں یہ جیولری جو میں نے پہن رکھی ہے یہ ان کی ہے اور وہ کہہ رہی ہیں میری جولیری مجھے واپس دو۔"

"اہ نو مما کو غلط فہمی ہو رہی ہے مجھے مما کی اس ڈیزائن کی جیولری بہت پسند تھیں اتفاق سے جیولر کے پاس مما کے سیٹ جیسا سیٹ موجود تھا تو میں نے تمہارے لئے لے لیا اور اب مما کو ایسا لگا ہو گا کہ تم نے ان کی جیولری پہنی ہوئی ہے۔"

"مسلسل خالہ مجھے ایرٹیٹ کئے جا رہی تھی جائیں انہیں بتائے ورنہ صبح سلائس کے ساتھ مجھے بھی ناشتے میں کھا جائیں گی"۔ جھومر نے اسے بے بس ہوتے کہا کہ کبیر شاہ کو بے ساختہ ہنسی آ گئ۔

" یار میرا دل نہیں چاہ رہا کہ ایک لمحے کے لئے بھی تمہیں چھوڑ کر باہر جاؤں۔ صبح میں مما کی غلط فہمی دور کر دوں گا سلائس کھانے سے پہلے پہلے"۔

کبیر نے ایک آنکھ دبا کر شوخی سے کہا تو جھومر نہ چاہتے ہوئے مسکرا دی۔

****

دلآویز لہنگا پھیلائے بیڈ کے وسط میں بیٹھی تھی۔ شمشیر پر جوش ہوتے ہوئے اسے کے قریب آ کر بیٹھا اور یوں بولنے لگا جیسے دلآویز کو آج ہی دیکھا ہے آج ہی پہلی ملاقات ہوئی ہے۔

"اچانک گھر والوں نے رخصتی کا شور مچا دیا تو سب کی خوشی کے لئے مجھے یہ سب کرنا پڑا۔"

دل آویز نے آنکھیں اٹھا کر دیکھا تو بولا۔

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں اندر سے میں بھی راضی تھا۔بہت پیار کرتا ہوں آپ سے آئی لو یو❤ امید کرتا ہوں آپ بھی مجھ سے محبت کرتی ہوں گی۔یہ دیکھیں میں آپ کے لیے کیا لایا ہوں"۔

اس نے جلدی سے جیب سے ایک پیارا سا پیکٹ نکالا دلآویز کو شمشیر اور اس کی باتیں عجیب لگ رہی تھی۔وہ نواں نویلا دلہا بننے کے چکر میں تھا۔دل آویز خاموشی سے اس بدلے ہوئے شمشیر کو دیکھنے لگی۔گفٹ پیک دل کے آگے بڑھایا تو اس میں سے مخملی سی ڈبیا نکلی۔

کھول کر دیکھا تو اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔دل آویز کا پارہ تھوڑا ہائی ہونے لگا۔

"اہ یہ تو خالی ہے ٹھہریں ٹھہری میں دیکھتا ہوں۔"

پھر دوسری جیب میں ہاتھ ڈالا ایک اور مخملی سی ڈبیا نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔اب کے دل آویز نے کڑے تیوروں کے ساتھ جلدی سے ڈبی کھولی۔

ایک نہایت خوبصورت اور قیمتی انگوٹھی کی چمک دھمک نے دل کو مسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"کیسی ہے۔"

شمشیر نے اسے ٹہوکا مارا۔

"اچھی ہے مگر یہ جو دلہا بننے کی ایکٹنگ کی ہے نہ یہ اس انگوٹھی سے زیادہ اچھی تھی۔"

"شکر ہے میری جان کو اپنا دولہا پسند تو آیا"۔

"ہاں مجھے دلہا رخصتی اور سسرال سبھی ہی کچھ بہت پسند آیا ہے لیکن میری بہن کے لئے آپ نے کوئی اسٹینڈ نہیں لیا"۔

دل آویز اداس ہوتے ہوئے بولی۔

"تمہاری بہن کے لیے جو کرنا ہے وہ کبیر نے کرنا ہے اور مجھے یہ اتنے حسین چہرے پر اتنی اداسی نہیں چاہیے ابھی تم بھول جاؤ جھومر کو۔اتنی پیاری لگ رہی ہو شکر کرتا ہوں کہ تم سے نکاح کر لیا تھا ورنہ نیاز تو اتنا حسن دیکھ کر مر مرا ہی جاتا"۔

"شمشیر خبردار مجھے نیاز کے نام سے چھیڑا تو ورنہ میں آپ کو چھوڑوں گی نہیں۔"

"میں بھی تو یہی چاہتا ہوں کہ تم مجھے نہ چھوڑو۔"

"شمشیر آئی ہیٹ نیاز۔"

شمشیر نے بے ساختہ قہقہہ لگایا اسی پل دروازے پر دستک ہوئی۔ملازمہ شمشیر کی دلہن کو بلانے آئی تھی۔

"بڑی بیگم صاحبہ دل آویز بی بی کو بلا رہی ہیں"۔

شمشیر بڑا بد مزہ ہوا بھلا یہ کوئی وقت ہے دل کو بلانے کا اس نے دل میں سوچا۔

"اچھا تم جاؤ وہ آتی ہیں"۔

"دل آویز تمہیں مما بلا رہی ہیں"۔

دل بھی تھوڑی حیران ہوئی پھر اگنور کرتے ہوئے بولی۔

"میں ابھی جاتی ہوں"۔

شمشیر نے اس کا لہنگا سنبھالنے میں اس کی مدد کرنا چاہی تو وہ بولی۔

"میں سنبھال لوں گی آپ فکر مت کریں"۔

"اچھا میں تمہیں مما کے کمرے تک تو لے جاؤں"۔

"جی ضرور۔"

وہ اسے ماں کے کمرے میں لے آیا اسد شاہ ابھی بیڈ روم میں نہیں آئے تھے۔

"شمشیر ہم نے تمہیں نہیں بلایا صرف اسے بلایا ہے"۔

شمشیر بدستور کھڑا رہا۔شمشیر کو نظر انداز کرتے ہوئے تاج نے توپوں کا رخ اس کی طرف کیا۔

"شمشیر نے تمہیں منہ دکھائی میں کیا دیا ہے"۔

دلاویز نے ہاتھ آگے بڑھا دیا انگلی میں ایک خوبصورت ڈائمنڈ کی انگوٹھی دمک رہی تھی۔

"ہمیں انگوٹھی اتار کر دکھاؤ۔"

دلاویز نے شمشیر کی طرف دیکھا اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں انگوٹھی اتار کر دینے کو کہا۔تاج نے فورا سے انگوٹھی اپنی انگلی میں اڑس لی۔شمشیر کو ماما کی یہ غیر مہذب حرکت بالکل اچھی نہ لگی لیکن وہ خاموش رہا تاج غصے سے بھری ہوئی اٹھی اور لاونج میں چلی گئی۔

"آو میرے ساتھ۔"

"جھومر، کبیر، رائمہ۔"

وہ ماما کی اتنی اونچی میں سب کو بلانے پر فورا نیچے آئے۔

جھومر نے ابھی تک وہی جیولری پہنی ہوئی تھی۔

"بہن کے گھر آنے سے پہلے تم نے زیورات پر ڈاکہ ڈال دیا تم سب سن لو جھومر کا زیور بھی ہمارا زیور ہے اور یہ انگوٹھی بھی ہماری ہے"۔

"مما ریلیکس آپ اپنا جیولری باکس دیکھیں۔"

کبیر نے فورا بات سمیٹنی چاہی۔

"تو تمہیں ہماری بات پر یقین نہیں آ رہا مما پلیز بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں مین آپ کا جیولری باکس لاتی ہوں۔"

اور واقعی میں پھر بہت عجیب ہوا۔ جھومر کے زیور جیسا ہوبہو زیور تاج کے پاس بھی موجود تھا اور اسی طرح سے دل آویز کی انگوٹھی بھی پہلے سے موجود تھی۔سب کچھ سب کے سامنے تھا۔

تاج بار بار انگلی سے دل آویز کی انگوٹھی اتارنے کی کوشش کرتی مگر ناکام تھی عجیب سی پریشانی کے آثار ان کے چہرے سے ہویدا تھے بچوں کے سامنے اتنی تذلیل ہو گئی تھی۔

"اسد ہمیں غلط فہمی ہو گئی تھی اب یہ انگوٹھی اتر نہیں رہی ہماری جان نکل رہی ہے پلیز ہمیں لے جائیں"۔

"کہاں جائیں گئیں۔"

اسد حیرانی سے بولے۔

"ہمیں جیولر کے پاس لے جائیں ہم مر جائیں گے۔رات نہیں گزرے گی ہر صورت یہ انگوٹھی اتارنی ہے۔"

تاج بچوں کی طرح سے مچل رہیں تھیں۔جھومر اور دل چھپی چھپی سی مسکراہٹ ایک دوسرے کو پاس کر رہی تھی۔

"بابا آپ مما کو حاکم بھائی کے گھر لے جائے وہ انگوٹھی کاٹ دیں گے"۔

"کیا میری انگوٹھی کٹ جائے گی"۔

دل آویز پریشان ہوتے ہوئے بولی۔

"ہم تمہیں بہت سی انگوٹھیاں دے دیں گے تم فکر نہیں کرو لیکن ابھی ہمیں یہ اپنی انگلی سے جدا کرنی ہیں چلیں اسد جلدی کریں۔"

دلآویز کی بات پر تاج فوری بولی تھی۔

اور اسد انہیں لے گئے۔

"آپ دونوں کو ماما کی جیولری اتنی پسند تھی تو ہو بہو ویسی ہی جیولری لینے سے پہلے مما کو بتا دیتے بیچاری کتنی شرمندہ ہو رہی تھیں"۔

رائمہ کو تاج کی بے حد فکر ہو رہی تھی سب اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے جھومر نے دل کو میسج کیا

۔

"کیسا رہا"۔

دل آویز نے جواب دیا۔

"مزا آگیا۔"

جھومر مسکرانے لگی۔کبیر شاہ رومینٹک ہوتے ہوئے اس کے قریب آگیا۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

#دل_دھڑکن_اور_تم

#از_قلم_خدیجہ_شجاع

#قسط17

دلاویز سگے ماں باپ کی محبتیں اور توجہ پا کر بہت سیر حاصل طبیعت سے تھی اور شمشیر کی محبت نے چار چاند لگا دیے تھے۔مگر شمشیر کی والدہ کا لیے دیے انداز کا ایک اپنا ہی اثر تھا۔ذرا خاطر میں نہ لاتی۔

"دل آویز تمہارے نصیب اچھے ہیں کہ تم میراں خالہ کی بیٹی ہو۔ایک بہت بڑے خاندان کی بیٹی ہو ورنہ بہت سی مشکلات درپیش آتی۔"

"اور آپ مجھے چھوڑ دیتے"۔

دل آویز جلدی سے بولی۔

"نہیں میں تمہیں سرے راہ نہیں چھوڑتا میں نیاز سے زبردستی تمہارا نکاح کر دیتا۔"

"شمشیر۔۔۔۔۔۔"

دلآویز چیخ کر اس کی طرف لپکی اور وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔صبح سے وہ نک سک سے تیار تھی۔تاج نے ناشتہ خاص اہتمام سے بنوایا تھا۔دلاویز نو بیاہتا دلہنوں کی طرح سے تیار ہو کر ٹیبل پر آئی۔جھومر نارمل سے کیجول سٹائل میں تھی۔دل آویز کی تیاری دیکھ کر کبیر کا دل چاہا کہ جھومر بھی تازہ گلاب جیسی لگے۔جیسی دل آویز نظر آ رہی تھی۔رائمہ دونوں بھابھیوں پر نثار ہوتی نظر آ رہی تھی۔

" دل آویز بھابھی پراٹھا لیجئیے"۔
جھومر بھابھی کو جیم سلائس دیا دلہنوں کی اتنی آؤ بھگت تاج کو ذرا اچھی نہ لگ رہی تھی۔دلاویز کو اس ماحول میں ایڈجسٹ کرنا ذرا مشکل لگ رہا تھا۔جھومر خاموش مگر الجھی الجھی ناشتہ کرنے میں مصروف نظر آ رہی تھی۔جبکہ کبیر شاہ مگن سا اپنا ناشتہ کر رہا تھا۔

****

"کبیر کیا جھومر سے تمہاری کوئی لڑائی چل رہی ہے"۔
کبیر نے حیرانی سے شمشیر کو دیکھا۔
"تم میرے بھائی ہو کیا مجھے اتنا بھی پتہ نہیں چل سکتا کہ وہ تم سے کتراتی کتراتی سی رہتی ہے اور تم اسے کترانے کا خوب موقع دیتے ہو"۔
"بات یہ ہے کہ اسے اپنے ونی بن کر آنے کا بہت سٹریس رہتا ہے اور اس مسئلے کا حل یہ سمجھتی ہے کہ میں اسے اس کے والدین کے گھر سے رخصت کروا کر لاوں۔"
"کبیر وہ ایک پڑھی لکھی باشعور لڑکی ہے اس کے ساتھ ظلم ہوا ہے کہاں لکھا ہے کہ خون بہا میں ونی بن کر آیا جائے یہ سب گاؤں علاقہ غیر میں بیٹھنے والے جرگوں کے بنائے ہوئے غلط اصول ہیں"۔
"تم پڑھے لکھے ہو تم سمجھ سکتے ہو کہ مذہب میں اس بات کی گنجائش ہے نہ قانون میں اس کی کوئی حیثیت ہے۔تمہیں اس کی دل جوئی کرنی چاہیے ورنہ وہ تو بہت تلخ ہو جائے گی اور اس پر تم نے مام کے ساتھ کوئی شادی وادی کا وعدہ کر رکھا ہے یہ اور زیادہ افسوس کی بات ہے"۔

کبیر کی سوچیں اور بھی گہری ہو گئیں۔

******

دلآویز کو رخصت ہو کر آئے پندرہ دن گزر گئے تھے۔ جھومر اور دلآویز کے بیچ کچھ تناؤ سا تھا۔ جھومر اس سے کچھ اکھڑی اکھڑی سی رہتی تھی آج دلاویز نے ٹھان لی تھی کہ وہ جھومر کے بیڈ روم میں چلی جائے گی۔اور صبح گیارہ بجے وہ جھومر کے بیڈروم میں آئی کبیر جا چکا تھا۔

جھومر ابھی تک بستر میں پڑی تھی دلاویز نے جھومر کو سوتے دیکھا تو اس کے دل میں جھومر کے لیے نرم جذبات پیدا ہوئے۔ جھومر کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ دلاویز کو اپنے کمرے میں اپنے قریب دیکھ کر اسے اچھا محسوس نہ ہوا لیکن پھر بھی تکیے کہ سہارے بیٹھ گئی مروتا بھی مسکرائی نہیں تھی۔

"تم فریش ہو جاؤ پھر دونوں اکٹھے ناشتہ کریں گے۔"

خاص حق جتاتے ہوئے کہا جھومر نے سے تیکھی نگاہوں سے دلاویز کو دیکھا۔

"تم ناشتہ کرو۔میرا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں"۔

وہ ابھی تک نیند کے زیر اثر تھی۔

" کیوں انتظار کرنے کی ضرورت نہیں میں جا رہی ہوں تم فریش ہو کر جلدی باہر آؤ۔"

وہ جھومر کے نک چڑھے انداز کو نظر انداز کر کے باہر چلی گئی۔ تھوڑی دیر میں فریش ہو کر باہر آئی ڈائنگ پر دلآویز واقع اس کا انتظار کر رہی تھی۔انڈے پراٹھے فرینچ ٹوسٹ سب کچھ سجا ہوا تھا۔ جھومر نے ایک سلائس پر تھوڑا سا جیم لگا کر دلاویز کے جذبات پر اوس ڈال دی۔

"ویسے تم ہو بڑی نک چڑھی۔"

دلاویز صاف گوئی سے بولی۔

"ہاں اور تمہاری اتراہٹ مان نہیں ہے رخصت ہو کر عزت باشرف کیا ہوئیں لگیں مجھ پر حق جتانے۔"

"تمہیں میرا اس گھر میں با عزت طریقے سے رخصت ہو کر آنا اچھا نہیں لگا۔"

دلآویز کی آواز میں لغزش تھی جھومر نے بھنویں اچکائیں اور چائے کا کپ لبوں کو لگا لیا۔دلاویز ہمہ تن گوش تھی لیکن دوسری طرف خاموشی تھی۔

"جھومر میرے ساتھ کھل کر بات کرو تمہیں میرا اس گھر میں آنا اچھا کیوں نہیں لگا۔"

"تم اس گھر میں باعزت طریقے سے آؤ یا بےعزت طریقے سے میرا کوئی لینا دینا نہیں ہے۔پلیز بلا وجہ مجھے ہر بات میں شریک کرنے کی ضرورت نہیں۔"

" جھومر تمہیں بڑی تکلیف ہے نا کہ تم ونی ہو کر آئی ہو تو سنو مجھے اپنے اصل والدین سے دور رکھا گیا میں غیروں کے گھر پر رہی ماں باپ کے ہوتے ہوئے کبھی کڈنیپ ہو گئی تو کبھی کوٹھے پر چلی گئی۔یہ زندگی تھی میری اور تمہیں اللہ کا شکر ادا نہیں ہے کہ تم نے والدین کے ہاتھوں میں پرورش پائی۔ہاں تمہاراونی ہو کر آنا پریشانی والی بات ضرور ہے لیکن تم پھر بھی کتنے محفوظ ہاتھوں میں رہی ہو۔"

"ابھی تم نے کہا کڈنیپ ہوئیں کوٹھے پر چلی گئی اس کا کیا مطلب ہے میں سمجھی نہیں"۔

جھومر ذرا دھیمی انداز میں بولی۔

دلاویز کی آنکھیں لبالب آنسوؤں سے بھر گئیں تو جھومر کو یوں لگا جیسے خود جھومر کی آنکھوں میں آنسو آئے ہوئے ہیں۔اس کے سامنے بیٹھی اس کی ہم شکل بہن اسے اپنے آپ جیسی خود اپنا آپ ہی محسوس ہو رہی تھی لاشعوری طور پر جھومر نے دلاویز اکا ہاتھ پکڑ لیا۔دلاویز اپنی کرسی سے اٹھ کر جھومر کے گلے لگ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔جھومر اس شچویشن کے لئے تیار نہیں تھی نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا دل بھر آیا۔

"پلیز دل مت رو اپنے آپ کو سنبھالو سوری سوری میں نے تمہیں انجانے میں بہت کچھ کہہ دیا پلیز مت رو۔"

وہ دلآویز کو چپ کراتے کراتے خود بھی حساس ہو رہی تھی۔دل نے منٹوں میں آنسو کی ندیاں بہا دیں تو اس کا رویا ہوا چہرہ واقعی میں دکھی کر گیا۔

"پلیز دل آئندہ تم رو گی نہیں۔"

اور اس نے خود ہی اس کا نام دلآویز عرف دل رکھ دیا۔

"مجھے کسی کی محبت نہ ملی اماں بابا منان اور تم سب لوگ۔۔۔۔۔۔۔۔"

یہ کہتے کہتے پھر سے رونے لگی۔جھومر کو ڈائننگ ٹیبل پر اتنے دکھ سکھ کہنے سہی نہ لگے تو دل کو لے کر اپنے بیڈ روم میں آ گئی۔

"اب بتاؤ کیا کہہ رہی تھی"۔

دل نے اسے اپنے اوپر بیتنے والا ہر پل اسے کہہ سنایا دلاویز کو کس نے ہوسپٹل سے غائب کروایا۔ کیوں کڈنیپ ہوئی البتہ ثانیہ نامی لڑکی اسے کوٹھے پر لے گئی تھی اور پھر اسے بہت ٹکنیک لگا کہ شمشیر اسے کوٹھے سے لے آیا بالکل صحیح سلامت۔ جھومر نے دل کے آنسو صاف کیے۔

"اوکے اب تم کبھی نہیں رو گی اور تمہیں والدین ود بہن بھائی شوہر سسرال سب مل گئے تو تم دکھی نہیں ہو۔اپنے ماضی کو بھولنے کی کوشش کرو"۔

"اور تم۔۔۔۔۔۔تم روتی رہو ہاں۔"

دل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔جھومر تلخی سے مسکرائی۔

"میری فکر مت کرو یونہ اپنی محبت سے ٹکراتی رہتی ہوں"۔

"تم کبیر بھائی سے محبت کرتی ہو"؟

"ہاں لیکن میں دیواروں کو بھی بتانا نہیں چاہتی کیوں کہ مجھے اس سے ضد ہو گئی ہے مجھے بھی تمہاری طرح سے رخصت ہو کر سسرال آنا ہے ونی بن کر زندگی مجھے قبول نہیں"۔

"اور تاج خالہ ہمارے ساتھ اتنا عجیب سا رویہ کیوں رکھتی ہیں۔"

"اماں ہمارے بابا اور تاج خالہ کے درمیان رقیب روسیہ بن گئی تھی۔"دلاویز نے ہا کہہ کر ہونٹوں پر اپنی انگلیاں رکھیں۔

"بابا کو اماں پسند تھی جبکہ منگنی تاج خالہ سے ہوئی تھی بس یہی پھیلاؤ آج تک سمٹنے میں نہیں آ رہا۔ ہم دونوں ان چاہی بہوئیں ہیں۔سونے پر سہاگہ یہ کہ رائمہ منان ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں رائمہ منان کی محبت میں پاگل ہے۔"

"قسم کھاؤ یار"۔

دل آویز نے پوری آنکھیں کھول کر حیران ہوتے ہوئے کہا۔تو جھومر کی ہنسی نکل گئی۔

"پلیز میری عادتیں خراب مت کرو میں قسم وغیرہ نہیں کھاتی لیکن حقیقت یہی ہے۔جو میں نے تمہیں بتائی ہے اگر اس دسمبر تک میری مرضی کے مطابق مجھے رخصت نہ کروایا گیا تو پھر اس گھر میں تم اکیلی ہی چہکو گی میں چلی جاؤں گی"۔

"ایسے کیسے چلی جاؤ گی تمہیں رخصت کروا کر لائیں گے میں شمشیر سے کہوں گی"۔

"رہنے دو تمہیں میرے لئے بھیک مانگنے کی ضرورت نہیں۔"

"ضرورت ہے ضرورت کیوں نہیں بھلا تمہارا حق ہے اب ان فرسودہ خیالات کے سہارے تو نہیں جیا جائے گا"۔

"او یعنی تم میرا دم بھرو گی"۔

جھومر شوخی سے ہنسی۔

"ہاں ہر دم تمہارا دم بھروں گی۔میری اتنی پیاری بہن ہو"۔

دلاویز لگاوٹ سے بولی۔

"بس بس اپنی تعریفیں ذرا کم کرو"۔

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں"۔

دلاویز واقعی جھومر کی بات نہ سمجھی۔

"مطلب یہ کہ تم نے کہا کہ تم میری اتنی پیاری بہن ہو تو ظاہر ہے ہم دونوں ہم شکل ہیں تو تم میری اڑ میں خود کو ہی پیاری کہہ رہی ہونا۔"

"ہائے ویری فنی جھومر"۔

دلاویز ہنسنے لگی۔

****

رائمہ منان سے باتیں کر رہی تھی۔

"منان تم میراں خالہ کو بھیجو میرا رشتہ مانگیں"۔

"تاج خالہ اور اماں کے درمیان کوئی گھمبیر معاملہ ہے اماں تمہارا رشتہ تاج خالہ سے مانگ لیں گی تم پورے یقین سے بتاؤ کیا تاج خالہ ہنسی خوشی تمہارا رشتہ دے دیں گی"۔

منان کا انداز محبت بھرا تھا۔

رائمہ نے افسردگی سے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا۔

"مجھے نہیں لگتا کہ ماما اتنی آسانی سے مان جائیں گی اور میں ماما کو منا لوں مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے"

۔

"اوکے تمہیں ڈپریس ہونے کی ضرورت نہیں انشاء اللہ کوئی نہ کوئی رستہ ضرور نکل آئے گا۔لیکن تمہیں ہمت کرنا ہو گی میرا انتظار کرو میرا انتظار کرو گی"؟

"ہاں منان میں آنے والی زندگی کی شاہراہ پر تمہارے ساتھ قدم ملا کر چلنا چاہتی ہوں۔میں کبھی بھی تمہارے ساتھ کے بغیر خوش نہیں رہ پاؤں گی۔کیا ہی اچھا ہوتا کہ گھر کا ماحول بھی اچھا ہوتا۔جھومر بھابھی سے مما نے عجیب سا بیر پلا ہوا ہے اور دل آویز بھابھی بھی ان کے من نہیں چڑھی"۔

"سب ایک دوسرے کے من چڑھے گے وقت کو تھوڑا گزرنے دو ہمیں تھوڑا انتظار کرنا ہوگا اور۔"

"اگر انتظار کرتے کرتے نیہ ہاتھ سے نکل گی تو۔"

"جذبے سچے اور جوان ہوں تو نیہ ہمیشہ پار لگتی ہے۔گھبراو نہیں۔"

"منان عالم بھی آخرکار زیب عالم کے بیٹے تھے ہار ماننے والے کہاں تھے۔"

"تم تسلی رکھو اللہ بڑا مہربان ہے۔فون بند کرو تاکہ میں بھی فون بند کروں۔"

منان عالم کی اچھی عادت تھی پہلے رائمہ سے کال ڈسکنکٹ کرواتا۔

******

واثق بہت دنوں سے بے چینی محسوس کر رہا تھا رائمہ کا اس کی طرف جھکاؤ زیرو تھا وہ یک طرفہ محبت کا جوگ لیے بیٹھا تھا۔بابا سنی ان سنی کر رہے تھے۔وہ دو تین دفعہ بابا سے ذکر کر بیٹھا تھا۔اب آپنے تیئں موقع دیکھ کر رائمہ سے بات کرنا چاہتا تھا۔اسی سوچ کو لے کر وہ زبردست ڈریسنگ کر کے کلون کا اسپرے کر کے آخری ٹچ لیتا۔گھر سے نکلا تھا۔وہ زرتار محل آگیا جہاں ہر طرف خاموشیوں کا راج تھا۔اس نے رائمہ کو کال کی۔

"رائمہ سٹڈی میں مگن تھی جب اس کو واثق کی کال رسیو ہوئی۔"

"ہیلو رائمہ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں میرے ساتھ لونگ ڈرائیو پر چلو گی"۔

"واثق تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں تمہارے ساتھ کہیں جاؤں گی میں اتنی لبرل بھی نہیں کہ منہ اٹھا کر تمہارے ساتھ چل دوں۔"

"تو زرتار محل کے لاؤنج میں تو آ سکتی ہوں یا نہیں"۔

کچھ دیر فون پر خاموشی رہی پھر وہ لاؤنج میں نمودار ہوئی۔واثق صوفے پر براجمان تھا اوہ10 فٹ کے فاصلے پر سپاٹ چہرہ لیے کھڑی تھی۔محبت کی باتیں یوں اس طرح کے سٹل ماحول میں نہیں ہوتی ہیں۔رائمہ تو مجھے یوں ٹریٹ کرتی ہے جیسے میں کوئی غیر ہوں۔واثق سوچ میں پڑ گیا۔

" کہیے واثق بھائی کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"مجھے تمہارے چہرے پر حوروں جیسی پاکیزگی کیوں نظر آتی ہے میں کچھ کہنے لگتا ہوں تو جیسے میری لب گویائی ہی سلب ہو جاتی ہو۔ایسا کیوں ہوتا ہے۔"

رائمہ واثق کو بیزاری سے دیکھنے لگی۔

"یقینا آپ کچھ غلط کہنا چاہتے ہوں گے اچھی اور صحیح بات کہنے کے لئے لب گویائی پر اثر نہیں پڑتا"۔

رائمہ نے دونوں بازو باندھتے ہوئے بڑے وثوق سے کہا۔

واقعی واثق رائمہ کی آنکھوں میں متواتر دیکھ ہی نہیں پاتا تھا۔واثق طویل بحث میں پڑنے سے گریز کرتے ہوئے جانے لگا اور لحظہ بھر رک کر بولا تھا۔

"مناسب موقع پر دل کی بات کہوں گا ضرور"۔

رائمہ نے لاپرواہی سے بات ہوا میں اہوا میں اڑ آئیں اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔

******

جھومر کبیر سے دامن بچانے لگی تھی صبح ہی صبح تروتازہ سی جھومر گلاس وال کے پار لان میں کھلے تازہ پھولوں کی بہار دیکھ رہی تھی۔بیلوں پر جھومتے پتے ہلکی دھوپ میں چمکتے اور ہلکی ہوا سے جھومتے اچھے لگ رہے تھے وہ لا متناہی سوچوں میں غوطہ زن تھی۔جیسے کہ تاج خالہ کی زیادتیاں ان کا بھرا انداز جیسے ہم لوگ ان کے بیٹوں کی بیویاں نہیں نوکرانیاں ہوں اور اس پر متضاد یہ کہ رائمہ ہمارے بھائی کی دلہن بننے کے خواب دیکھے۔

تو بھلا کیا میں تاج خالہ کی جوتیاں گھسا دوں بیٹی کے رشتے کے لئے۔جھومر نخوت بھرے انداز میں سوچ رہی تھی۔

اور کبیر آج بڑا بے ایمان ہو رہا تھا۔دل کو بڑا منایا کہ چل کبیر آفس چل مگر ظالم مانا ہی نہیں۔

گرے اور میرون سوٹ میں ملبوس بالوں کی آبشار کمر پر گرائے دور بیٹھی جھومر جیسے کبیر سے دامن بچا رہی ہو کبیر سب جانتا تھا کہ جھومر کا بس ایک ہی مسئلہ تھا۔اور اس مسئلے کو سلجھانا اسے خاصا دشوار لگ رہا تھا۔

بار بار اس کی نظریں جھومر کی زلفوں میں الجھ رہی تھی۔وہ آہستہ سے چلتا جھومر کے پاس آیا مگر وہ دنیا و مافیا سے بیگانی سوچوں میں غلطاں تھی۔جب کبیر نے اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔وہ بری طرح سے چونک گی۔کبیر شاہ کی بے تکلفی اس وقت اس کی طبیعت پر گراں گزری وہ ذرا سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔دن کے دس بجے کا وقت تھا۔

"کبیر تم آفس نہیں گئے"۔

وہ سنجیدگی سے بولی۔

"تمہارے ساتھ ناشتے کا ارادہ ہے اور وہ بھی یہی بیڈ روم میں۔"

کبیر نے اس کے آنچل کا پلو پکڑنا چاہا جسے وہ جابکدستی سے جھومر نے پرے ہٹا دیا۔کبیر بے معنی سی ہنسی ہنس دیا۔

"اب اتنا گریز کیوں جان سکتا ہوں۔"

"تم اتنے لاعلم نہیں ہو مجھے ہر وقت ایک ہی بات دھرانے سے چڑھ ہے۔"وہ ذرا کرختگی سے بولی۔

"چلو تمہیں سرپرائز دے دیتا ہوں"۔

وہ پھر چونک گئی۔

"کیسا سرپرائز"؟

"ناشتہ لگواؤ تمہارے ساتھ ناشتہ کروں گا"۔

وہ بچوں کی طرح مچلتا دکھائی دیا۔اس نے انٹر کام پر کک کو ناشتہ آرڈر کیا پراٹھے کباب بوائل انڈے جیم سلائس گرین ٹی لپٹن ٹی جوس وغیرہ۔کک ٹرالی میں سجائے جھومر اور کبیر کے بیڈروم کی طرف جا رہا تھا۔جب تاج نے کک سے استفسار شروع کیا کہ۔

"یہ اس گھر کے اصولوں کے خلاف ہے ناشتہ ٹیبل پر لگواؤ"۔

"یس میم"۔

کہتے وہ ٹرالی گھما کر ٹیبل کے قریب آیا اور خود ان کے کمرے پر کھڑا نوک کر رہا تھا۔کبیر کی اجازت ملنے پر اندر داخل ہوا۔

"بڑی بیگم صاحبہ کہتی ہیں یہ اس گھر کا اصول نہیں۔ناشتہ ٹیبل پر ہی لگے گا۔"

کبیر شاہ کو ذرا اپنی توہین کا احساس ہوا۔

"اوکے۔تم جاؤ"۔

جھومر معنی خیز انداز میں کبیر کو دیکھنے لگی اسکی آنکھوں میں کیا تھا وہ سمجھ کر بولا۔

"چلو آو ناشتہ کرتے ہیں"۔

اور اس وقت وہ بھی کسی فضول بحث میں پڑنا نہیں چاہتی تھی اس لیے اس کے ساتھ کھانے کی ٹیبل پر آگی۔

کبیر کا اندر سے موڈ آف ہو چکا تھا۔لیکن جھومر کے سامنے پوز کرنا ضروری تھا۔

"کیا لو گی۔"

جوابا جھومر خاموش رہی تو اس نے ایک گولڈن براون پراٹھا اور کباب پلیٹ میں رکھ کر جھومر کی طرف بڑھا دی ہئے۔اس نے بنا کچھ کہے پلیٹ کبیر کے ہاتھ سے لے لی تاج آگئیں۔کبیر شاہ بیوی کے ناز نخرے اٹھا رہا تھا۔

"تمہیں پتہ چل گیا ہوگا میں نے کیا کہا تھا۔"

"مام ڈائنگ ٹیبل بھی ہمارے گھر کا ایک حصہ ہے اور ہمارا بیڈروم بھی گھر کا ایک حصہ ہے۔مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا ڈونٹ وری"۔

وہ نوالہ بنا کر جھومر کے ہونٹوں تک لے گیا۔کوئی اور وقت ہوتا تو وہ نوالے کے ساتھ کبیر کی انگلیاں بھی چبا لیتی۔

لیکن موقعے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اس نے یوں لب واہ کیے جیسے کبیر روزانہ باقاعدگی سے اسے کھانا کھلاتا ہو۔تاج جو کے رائمہ کی وجہ سے اپ سیٹ تھی مزید گولہ بارود سمیٹتی وہاں سے ٹل گئی۔

****

واثق کے فون پر تقاضے بڑھتے جا رہے تھے رائمہ پھر سے جھومر کے پاس تھی۔ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزارنے لگی۔

"رائمہ خالہ کو پتا ہے کہ تم منان کو چاہتی ہو۔"

"جی میں نے مما کو بتا دیا تھا لیکن میری زندگی کی ایک اٹل حقیقت میرے سامنے کھڑی ہے میں بے حد پریشان ہوں میں نے ماما سے بھی بات کی تھی لیکن کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہوا۔"

رائمہ کے آنسو بھل بھل کرتے اس کے رخساروں کو بھگو گئے۔

"کیسی اٹل حقیقت۔"

جھومر نے رائمہ کا روتا چہرا دیکھا۔

"یہ راز ہے جو میں آپ کو بتانے جا رہی ہوں آپ وعدہ کریں کسی کو کچھ نہیں بتائیں گی۔"

ایک کمزور ترین لمحہ آیا اور اس نے تلخ حقیقت جھومر کے گوش گزار دی۔ جھومر تو حیران و پریشان رہ گئی۔رائمہ اس کی گود میں سر رکھے بہت رو رہی تھی۔ جھومر چند لمحوں بعد اس کے بال سہلانے لگی۔

"رائمہ پلیز رو نہیں۔"

وہ اتنا ہی کہہ سکی۔

رائمہ نے بیوقوفی کی حد کر دی جس کی بھابھی بننا تھا اسی کے سامنے اپنا راز فاش کر دیا یہ اس کا سراسر بچپنا تھا۔ جھومر کے لئے یہ بات بڑا عذاب اور بوجھ تھی۔وہ کیسے اپنے بھائی کے ساتھ دھوکہ کرتی سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے وہ کیسے عملی قدم اٹھاتی۔رائمہ کا ہلکان ہوتا وجود بھی جھومر کی برداشت بہت سے باہر تھا۔

"پلیز رائمہ دیکھو جیسے تمہیں اصل بات بتا دی گئی ہے ٹھیک اسی طرح سے واثق کو بھی حقیقت پتہ ہونی چاہیے"۔

"بھابھی اسے کوئی نہیں بتا رہا آپ میری مدد کریں آپ واثق بھائی کو بتائیں کے وہ میرے بھائی ہیں۔
"

"ٹھیک ہے تم واثق سے کہو مجھ سے جلدی ملے کہیں بھی کسی ریسٹورانٹ میں ملے۔میں اسے ساری حقیقت بتا دوں گی پھر واثق تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔"

****

جھومر ریسٹورانٹ میں بک کراوئی ہوئی اپنی سیٹ پر جا بیٹھی تھوڑی دیر میں واثق بھی آگیا۔براون کلر کے گلاسس اتار کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے۔عین جھومر کے سامنے بیٹھ گیا۔لائٹ گرین اور آف وائٹ کے امتزاج کا لباس پہنے اونچا سا جوڑا اس کی لمبی گردن کو نمایاں کر رہا تھا۔وہ بلا شبہ ایک حسین لڑکی تھی۔

"آپ کو میرا یہاں آنا آپ سے ملاقات کرنا کچھ عجیب تو لگ رہا ہو گا۔"

جھومر نے بات شروع کی تو واثق بولا۔

"میرے بھائی کے قتل کا ذمہ دار آپ کا خاندان ہےاور میرے بھائی کے خون بہا میں آپ میرے تایا زاد سے نکاح کر کے آئی ہیں مجھے آپ سے یا آپ کی باتوں سے رتی بھر بھی مطلب نہیں لیکن یہاں بات رائمہ کی تھی رائمہ میری محبت ہے میرا عشق ہے اور اس بات کے پیچھے بھی آپ کے بھائی منان کا گھناونا رویہ شامل ہے جو آپ میرے سامنے آکر بیٹھی ہیں۔۔"

واثق نہایت تلخی سے بول رہا تھا۔

"واثق صاحب جو کچھ آپ نے کہا ہے ان سب باتوں کی قیمت چکانا بہت مشکل بھی ہو سکتا ہے۔"

"ایسا کیا کہنے والی ہیں آپ۔"

واثق بیزاری سے بولا۔

"اسی ریسٹورنٹ کے دوسرے کارنر میں کبیر کسی کلائنٹ سے میٹنگ میں مصروف تھا۔جب اس کی نظر جھومر اور واثق پر پڑی۔"

موبائل پر اسکی انگلیوں نے حرکت کی تو دلاویز نے کہا کہ وہ تاج خالہ کے ساتھ گھر پر لنچ کر رہی ہے۔کبیر کا تن من سلگ اٹھا تھا۔مگر وہ بد ستور میٹنگ میں مصروف رہا۔

****

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

#از_قلم_خدیجہ_شجاع

#سیکنڈ_لاسٹ_اپی

"ایسا کیا کہنے والی ہیں آپ؟"

واثق بیزاری سے بولا۔

"تو سنو واثق مراد رائمہ چچا مراد شاہ اور تاج خالہ کی بیٹی ہے۔"

واثق کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔چند ساعتیں گزرنے کے بعد اس نے لبوں پر زبان پھیری۔

"یہ کیسے کہہ سکتی ہیں آپ"۔

اسے اپنی ہی آواز کنویں سے آتی محسوس ہوئی۔

"میں واقع خود سے کچھ نہیں کہہ سکتی یہ تاج خالا کا اقرار ہے اور مجھے رائمہ نے بتایا ہے۔آپ چاہیں تو مراد چچا سے پوچھ لیں۔"

واثق باپ کی کرتوت سن کر پانی پانی ہو گیا۔اپنے کہے لفظوں کی قیمت چکانا بھی ناممکن ہو گیا تھا۔ اسلامی اور اخلاقی طور پر نہایت نا قابل معافی حرکت تھی۔جس کا ثبوت آج تلخ حقیقت بن کے کھڑا تھا۔واثق کو یقین نہیں آ رہا تھا۔وہ کرب ناک دکھ سے گزر رہا تھا۔وہ اپنی ہی بہن کا متمنی بن بیٹھا تھا۔اس درد ناک دکھ نے اسے دو کوڑی کا کردیا۔وہ اپنی نظروں میں آپ گر گیا تھا۔

"واثق مجھے تمہیں حقیقت بتانا تھی اور بس اب میں جاننا چاہوں گی"۔

"جھومر میں اس بات کی حقیقت ڈھونڈو گا اور اگر اس کی کوئی حقیقت نہ ہوئی تو تم کبیر شاہ سے طلاق لے کر مجھ سے نکاح کرو گی"۔

جھومر کا دماغ گھوم گیا واثق مراد کے الفاظ سنتا کبیر شاہ دھیرے سے قریب سے گزرا تھا۔جھومر کے چہرے کی ہوائیاں اڑ گئی تھی۔اسے زمین پیروں تلے سے نکلتی محسوس ہوئی تھی۔لمحوں میں اسے اپنا وزن ایک تنکے کی مانند محسوس ہوا تھا۔وہ لہو کے گھونٹ بھرتی وہاں سے اٹھی اور باہر چلی گئی۔

وہ جیسے ہی گھر آئی سیدھی اپنے بیڈ روم میں آئی کبیر شاہ کمرے میں موجود تھا اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس ٹائم کبیر شاہ گھر پر کیوں ہے وہ بوکھلا سی گئ۔کبیر پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس کی طرف بڑھا۔

"تم کہاں گئیں تھیں"۔

لہجے کو نارمل رکھا گیا تھا۔

جھومر کو کافی مشکل ہو رہی تھی یہاں شہر میں کوئی سہیلی بھی نہیں تھی اور اگر شاپنگ کا کہتی تو ہاتھ میں کوئی شاپنگ بیگ بھی نہیں تھا۔

"بس یوں ہی آوٹنگ کا دل ہو رہا تھا تو باہر گئی تھی"۔

وہ بدوقت بولی۔

"کہاں کہاں باہر گئی تھی لوگ تو بوائے فرینڈ یا شوہر کے ساتھ باہر جاتے ہیں تم کس کے ساتھ گئی تھی؟"

کبیر شاہ کا زخمی لہجہ جھومر پر عیاں ہو گیا تھا۔

"تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں"۔

جھومر کو اپنا ہی لہجہ کمزور لگا۔

"بکواس کرتی ہو اعتبار اعتبار کی رٹ لگائے رکھتی ہو واثق کو اپنا جگمگاتا روپ دکھانے گئی تھی اپنی ادائیں دکھانے گئی تھی یا پھر اسے بھی چند روپیوں کے عوض جیتنے گئی تھی۔"

کبیر شاہ اپنے لفظوں کی مار سے جھومر کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا اس نے جیسے اس کے وجود کو عرش پر بیٹھا کر فرش پر پٹخ دیا تھا۔جھومر ایک منٹ میں فیصلہ کر گئی۔

"مجھے کسی صورت بھی تمہارے ساتھ نہیں رہنا۔"

وہ چیخ اٹھی تھی۔اور اگلے ہی لمحے کبیر شاہ کے تابڑ توڑ تھپڑوں نے اسے جسمانی تکلیف میں مبتلا کر دیا ۔وہ اپنی تضحیک پر اور کبیر شاہ کے لگائے گھٹیا الزامات پر بلبلا اٹھی۔

"تم اس قابل بھی نہیں ہو کے تمہیں گھریلو عورت بنا کر رکھا جائے۔میری نظروں کے سامنے سے دفع ہو جاؤ۔"

"کبیر شاہ میری بات سنو کبھی کبھی کانوں سے سنی بات بھی سچ نہیں ہوتی۔"

وہ چیخ چیخ کر بولی تھی۔

"ابھی کے ابھی یہاں سے دفع ہو جاؤ مجھے ایک لمحے کے لیے بھی تم برداشت نہیں چلی جاؤ یہاں سے۔"

کبیر شاہ زور سے چیخا روتی بلکتی جھومر کے اوسان خطا تھے۔پہلے اتنی محبت اتنے عہد اور پھر ایک ذرا سا شک عورت کی زندگی تباہ کر ڈالتا ہے۔

کیا یہ ہے عورت اور مرد کا بندھن کبیر شاہ تمہارے ہاتھوں کے دیے زخم تو جھومر بھول جائے گی لیکن جس طرح تم نے میری روح کو اپنے لفظوں سے چھلنی کیا ہے میں کبھی نہیں بھول سکتی کبھی بھی نہیں۔وہ کبیر کے طمانچوں سے سرخ چہرہ لیے باہر لان کی طرف بھاگ گئی تھی۔

"منان تم کہاں ہو۔"

فون پر اس کی روتی آواز سن کر منان پریشان ہوا۔

"جھومر تم ٹھیک تو ہو"۔

"منان تم زرتار محل کے باہر آؤ جلدی آو"۔

منان آفس چھوڑ چھاڑ جھومر کے کہنے کے مطابق زرتار محل کے باہر آکر اسے فون کرنے لگا وہ خالی ہاتھ آئی تھی اور خالی ہاتھ چلی گئی۔

****

زیب عالم اور میراں نے اسے منان کے ساتھ آتے دیکھا۔ جھومر کا چہرہ ظلم کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

میراں نے اپنی بیٹی کو سینے سے لگایا۔

منان نے ہاتھ کے اشارے سے جذباتی پن سے منع کیا۔ جھومر کچھ بھی کہنے سننے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ میراں اسے بیڈ روم میں لائیں۔ اس پر کمبل اوڑھا کر کمرے سے باہر آئیں۔ جھومر کبیر شاہ کے ری ایکشن کو سہ نہیں پا رہی تھی۔ بار بار رونے لگتی جب تھک گئی تو سو گئی۔ میراں نے اسے جگایا نہیں وہ خود ہی رات آٹھ بجے اٹھی۔ عہ کمرے سے نکل کر لاونج میں آئی۔ اپنے بابا کو دیکھ کر پھر دل بھر آیا اور رو پڑی۔

"بابا آپ کو اپنی بیٹی پر اعتبار ہے نہ بولیں۔"

"ہاں مجھے اپنی بیٹی پر آنکھیں بند کر کے اعتبار ہے"۔

"پلیز مجھے اپنے پاس رکھ لیں مجھ سے کچھ مت پوچھیے گا۔"

زیب عالم نے جھومر کو اپنے شفقت سے بھرپور سایہ میں سمیٹ لیا۔

"تم اپنے باپ کے گھر پر ہو تم اسد شاہ کے گھر سے جس حال میں آئی ہو۔سب کچھ میرے سامنے ہے تم جب تک چاہو یہاں رہو۔"

جھومر کو باپ کے سینے سے لگ کر سکون ملا۔زیب عالم نے منان اور میراں کو جھومر سے کچھ بھی پوچھنے سے منع کر دیا تھا۔

****

ناشتے کی ٹیبل پر کبیر اور جھومر دونوں موجود نہیں تھے۔تاج کو اچنبھا ہوا۔

"دل آویز جھومر کہاں ہے ناشتے پر آئی نہیں"۔

تاج نے عام سے انداز میں دلاویز سے پوچھا۔

"میں دیکھتی ہوں"۔

وہ جھومر کے بیڈ روم میں آئی دروازہ نوک کرتی رہی کوئی جواب نہ پا کر اندر آئی تھی۔کمبل منہ تک اوڑھے پڑی تھی دلاویز نے بے تکلفی سے کمبل ہٹایا کبیر کی آنکھ کھل گئی۔وہ اسے دیکھ کر شرمندہ سی ہوئی۔

"مما آپ دونوں کو ناشتے پر بلا رہی ہیں۔"

کبیر شاہ ٹکر ٹکر اس کی شکل دیکھنے لگا۔اسے لگا جھومر ہے جب اس نے آپ کہا تو یاد آیا یہ دل آویز ہے پھر بھی یقین دہانی کے لئے پوچھا۔

"تم دل آویز ہو۔"

"جی۔"

آپ جائیں کہتی وہ چلی گئی اب دلاویز کو سامنے دیکھنا بھی جی داری کا کام تھا۔جھومر کے لیے اس نے کل ہی فون پر پتہ کر لیا تھا۔میراں خالہ نے اس کی آمد کا بتا دیا تھا۔اب یہاں مجھے یہ بم پھوڑنا ہو گا۔وہ غصے میں اٹھا فریش ہو کر ٹیبل پر آیا۔

"تمہاری بیوی کہاں ہے۔"

تاج نے سپاٹ انداز میں پوچھا۔

"اپنے والدین کے گھر چلی گئی ہے"۔

کبیر لگی لپٹی کے بغیر بولا۔

"پوچھ سکتی ہوں کیوں گئی ہے"۔

"ضد کر رہی تھی کہ مجھے وہاں سے رخصت کروا کر لاو اور ونی بنا کر مت اپنے ساتھ رکھو۔"

اسد شاہ مصلحتاً خاموشی سے اٹھ کر چلے گئے۔تاج نے بھی زیادہ بات نہ کی اور دل آویز شمشیر کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

رائمہ کی راز دار بہنوں جیسی بھابھی چلی گئی اس کے دل پر ایک بوجھ آن پڑا۔کبیر اتنا کبیدہ خاطر تھا کہ جھومر کے جانے کا اسے ذرا بھر بھی ملال نہ تھا ہر چیز سے جیسے دل ہی اٹھ گیا تھا۔

وہ تو دل آویز کو بھی سامنے دیکھ نہیں پا رہا تھا۔دن پر دن گزرتے چلے گئے جھومر نے شہری طرز میں ماں کا گھر سجا دیا تھا۔آج بھی لان کے لیے ہدایت دیتے دیتے اسے شدید چکر آ گیا۔نوکرانی نے اسے سہارا نہ دیا ہوتا تو وہ گر جاتی۔اماں اور منان اسے کلینک لے گئے۔

"آپ کو مبارک ہو آپ کی بیٹی ماں بننے والی ہے۔"

کچھ ضروری ہدایات لے کر وہ لوگ جھومر کو لے کر گھر آ گئے۔اس موقع پر وہ بڑی حساس ہو رہی تھی۔وہ خاموش سی ہوگئی۔لیکن میراں اور زیب عالم نے زرتار محل میں پیغام دے دیا اور وہاں سے کوئی بھی جواب ندارد تھا۔تھوڑے دن بعد دلاویز آگئی جھومر کے لئے پھولوں کا مہکتا گلدستہ لائی تھی۔بہت خوش تھی۔

"بھائی میں تو تم دونوں کا شکر گزار ہوں مجھے تم دونوں نے تایا بننے کی خوشخبری دی ہے"۔شمشیر لہک لہک کر کہہ رہا تھا۔

"جھومر تم گھر چھوڑ کر کیوں آئی"۔

دلاویز نے موقع ملتے ہی پوچھ لیا۔

"یہ میرا اور کبیر کا معاملہ ہے ہمارے بیچ کوئی نہ آئے"۔

جھومر نے صاف گوئی سے کہہ دیا۔

"کبیر شاہ یوکے چلا گیا ہے"۔

جھومر کے لیے یہ پریشان کن خبر تھی۔وہ اس کا بچہ پیدا کرنے جا رہی تھی اور وہ ملک چھوڑ گیا تھا۔

"میری کبیر سے کوئی بات چیت نہیں ہے لیکن دل تم اس وقت تک یہ خبر پہنچا دینا۔"

"کیوں نہیں بھلا یہ چھپانے کی بات ہے"۔

میراں نے دونوں بیٹیوں کو ایک ساتھ راز و نیاز کرتے دیکھا تو خوشی سے مسکراتے ہوئے ایک ساتھ دونوں کو سینے سے لگایا۔

اسد شاہ کو جھومر کا اپنے والدین کے گھر چلے جانا اور کبیر کا یو کے چلے جانا بے حد غلط لگ رہا تھا۔ انہوں نے سوچا انہیں زیب عالم کے گھر جانا چاہیئے۔اگر وہ بیٹے سے پوچھتے تو وہ بھی کوئی سر پیر نہ پکڑاتا آخر کار سوچ بچار کر کے تاج سے بات کی۔

"میرے خیال میں ہمیں اپنی بہو کو مبارک باد دینا چاہیئے۔

تاج کہ انداز عام سے تھے"۔

"جی بالکل جانا چاہیئے۔"

تاج کہ انداز میں اس کی اپنی ذات سے جڑے مطلب مطالب تھے۔اس لیے سیدھے سبھاؤ جواب دیا

۔

"دونوں کے درمیان کیا تنازع ہوا ہے کچھ سمجھ نہیں آ رہا میرا خیال ہے کہ ہمیں جھومر سے پوچھنا چاہیے"۔

"جی آپ درست کہہ رہے ہیں"۔

اسد شاہ نے چونک کر تاج کی طرف دیکھا اس کی فرمابرداری دیکھ کر ماتھا ٹھنک رہا تھا۔

زیب عالم اور میراں نے بہت اچھے سے ان کا استقبال کیا رائمہ بھی آئی تھی بہت خوش تھی۔منان کا پاؤں بھی زمین پر نہیں لگ رہا تھا۔

جھومر کو تاج نے سینے سے یوں لگایا جیسے پھولوں پر رکھتی ہو۔میراں بہت خوشی اور گرم جوشی سے ملی جب کہ تاج کا رویہ تھوڑا سا سرد تھا۔وہ زیادہ کھل کر میراں سے مل نہ سکیں۔جھومر نے دیکھا

اماں اور خالا آپس میں بہت مماثلت رکھتی تھی۔بس اماں بہت فیشنیبل نہیں تھی اور تاج خالہ تو فیشن شو کی ممبر نظر آتی تھی۔

"زیب عالم میں شور ہوں کے بچوں کی آپس میں کوئی ناراضگی چل رہی ہے۔کبیر کچھ بھی بتانے کو تیار نہیں آج کل یوکے میں ہے۔"

"اسد میں اپنی بیٹی کو مجبور نہیں کر سکتا اور وہ بھی کچھ کہنے سننے کو تیار نہیں آپ پریشان نہ ہوں تھوڑا وقت گزرنے دیں اس عمر میں بچے ذرا جذباتی ہوتے ہیں ہماری جلد بازی سے کچھ غلط نہ ہو جائے۔"

زیب عالم گھمبیر انداز میں بولتے رہے اور تاج ان کے لبوں سے نکلتا ایک ایک لفظ تبرخ کی طرح سنتی رہی۔زیب عالم آج بھی اس کے دل کے اندر کسی گہرے راز کی طرح چھپے بیٹھے تھے۔تاج کی کہانی عجیب عشق لا حاصل تھی۔جتنی دیر وہ وہاں رہے بہت مطمئن اور خوش رہے۔رائمہ موقع دیکھ کر منان کے پاس لاؤنج میں آگئی۔منان شوخی سے مسکرایا۔

"منان اپنے اماں بابا سے کہو تو سہی وہ میرا رشتہ مانگیں"۔

" مانگیں ضرور مانگیں گے رشتہ ابھی انتظار کرو جھومر اور کبیر بھائی کی صلح تو ہو جائے"۔

"ہاں یہ بھی بہت ضروری ہے تمہیں کوئی وجہ معلوم ہے کہ دونوں کیوں بچھڑے ہوئے ہیں"۔

"نہیں یہی تو پرابلم ہے گھر میں ہم سب میں سے کسی کو کچھ نہیں پتا۔"

"تم اندر چلی جاؤ کوئی محسوس نہ کر لے کہ ہم دونوں خوش گپیوں میں مصروف ہیں"۔

منان بڑے روایتی ذہن کا مالک تھا رائمہ ناچاہتے ہوئے بھی سب کے درمیان آ گئی۔اسد شاہ مٹھائی کے ٹوکرے لائے اور کئی لاکھوں کا چیک بہو کے ہاتھ پر رکھ کر چلے گئے۔

****

جھومر آج کل صرف خود پر توجہ دے رہی تھی اس کو کسی کی پرواہ نہیں تھی۔کبیر کی بہن کا گھروندا بنانے نکلی تھی اپنا گھر ایک لہر کی نظر ہو گیا۔ڈلیوری کے دن بے حد قریب تھے۔
"جھومر بیٹا تم خود ہی کبیر سے رابطہ کر لیتی"۔
میراں نے اسے سیب چھیل کر دیتے ہوئے کہا۔
"اماں اگر ایک بھی فیصد کچھ کچھ مائینس پلس کر کے نکلتا ہوتا۔تو میں کبیر شاہ سے فون پر بات کر لیتی لیکن اماں اس نے کچھ بچایا ہی نہیں اور اگر میں خود سے ایک لفظ بھی زبان سے نکالو تو بہت بڑی گناہ گار ہو جاؤ گی اور یہ بھی گارنٹی نہیں کہ میری ذات کی بے گناہی ثابت بھی ہوتی ہے یا نہیں سب کچھ للہ پر چھوڑ دیں پریشان مت ہوا کریں۔"
میراں معاملے کی نزاکت کو سمجھ گئی تھی۔
چند دن بہت جھومر نے ایک خوبصورت بیٹے کو جنم دیا۔سب نے بہت خوشیاں منائیں۔کبیر کو اسکی تصویریں سینڈ کیں۔اسے بچے کے نقش اپنے جیسے محسوس ہوئے بڑی اداسی سے موبائل کی سکرین لبوں سے لگائی۔

****

سب نے بہت سمجھایا بہت کہا لیکن وہ پاکستان نہ آیا اسے انتظار تھا کہ جھومر کا ایسا فون آئے کہ وہ میری منتیں کرے لیکن جھومر ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

کبیر شاہ تنہا وہاں کی خاک تھا۔آج کل جھومر بے طرح یاد آ رہی تھی۔اسے کبھی کبھی پچھتاوا ہوتا وہ جھومر کی زبانی سن تو لیتا کے وہ واثق سے ملنے کیوں گئی تھی۔اسے باد صبا میں جھومر ہنستی ہوئی نظر آتی۔کبھی سرد شاموں میں وہ اسے اپنے جلوے دکھاتی۔وہ اگر کبھی فون کرتا تو کاٹ دیتی تھی اور وہ واثق سے ملتی ہوں گی یہ بات خود سے ہی اخذ کر کے اپنے اندر ایک طوفان آگے بڑھ کر لیتا۔بہت دفعہ تاریکیوں میں بیٹھا آنسو بہاتا اس نے بڑی مشکل خود کو واپس سیٹلڈ کیا تھا۔۔

****

کبیر کا بیٹا پروان چڑھنے لگا نانا نانی کی آنکھوں کا تارا اور خالہ ماموں کی جان تھا۔جھومر کو جہان کبیر کی یاد آنے لگتی احمد باہیں اٹھا کر اس کی طرف حمکنے لگتا۔کبیر شاہ کی ویڈیو کال آتی تو کیمر میں وہ اپنی شکل نہ دکھاتی اس کے بیٹے کے ہاتھ فون دیتی وہ غوں غاں کی آوازیں نکالتا اور دوسری طرف کبیر شاہ واری صدقے جاتا۔

بابا کی جان ہے میرا گولو مٹولو کتنا پیارا بے بی ہے وغیرہ وغیرہ۔کبیر شاہ اپنے بیٹے سے پیار تو کرتا تھا اس کے وجود کو تسلیم تو کرتا ہے ورنہ اس جیسا شخص مجھ پر کوئی گھٹیا الزام لگا دیتا تو میں کیا کرتی وہ اندر ہی اندر دکھی ہوتی۔

وقت کی لگامیں کون پکڑ سکا ہے۔وقت سرکنے لگا۔کبیر شاہ کو گئے ساڑے چار سال ہو گئے تھے اور اس کا بیٹا ساڑھے تین سال کا ہو گیا تھا۔

اب تو کبیر شاہ سے وہ باتیں کرتا۔

"بابا آپ کا بیٹا ہوں مما کا بیٹا ہوں آپ یہاں کب آئیں گے آپ سے ملنا ہے"۔

کبیر شاہ فون پر اپنے بیٹے سے گھنٹوں باتیں کیا کرتا۔بس ایسی ہی لگی بندھی زندگی گزر رہی تھی۔

جھومر کبھی بھی کبیر شاہ کے ہاتھوں اپنی تذلیل بھول نہ سکی تھی۔کبیر کے گھٹیا الفاظ سیسے کی طرح کانوں میں پگھلتے تھے۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

#دل_دھڑکن_اور_تم

#از_قلم_خدیجہ_شجاع

#آخری_قسط

وہ یونہی آج لندن کی سڑکوں پر پیدل چل رہا تھا۔تلخ یادوں کو قدموں تلے روندتا آگے جا رہا تھا جب اسے واثق مل گیا۔

"اوئے کبیر تم۔"

کبیر شاہ کی کنپٹیوں کی رگیں پھڑکنے لگیں۔

"تم کب سے ہو یہاں ؟ "

"ساڑھے چار سال ہو گئے ہیں تقریبا"۔

بیزاری سے جواب دیا۔

"کیا کہہ رہے ہو یار مجھے تو تمہاری کوئی خبر نہیں کبھی کسی نے تذکرہ ہی نہیں کیا۔دراصل میں بھی اتفاق سے اتنے ہی عرصے سے یہاں ہی ہوں۔"

کبیر کا ماتھا ٹھنک گیا۔

"آو میرے ساتھ میرا گھر قریب ہی ہے وہاں بیٹھتے ہیں۔"

کبیر شاہ اسے گھر لے آیا۔اندر ہیٹر ہونے سے سردی کچھ کم محسوس ہوئی۔

"کھانا کھاؤ گے۔"

"نہیں کافی پیوں گا"۔

کبیر شاہ نے دو مگ کافی کے بنائے ایک مگ اس کے سامنے رکھا اور ایک خود کے سامنے واثق ادھر ادھر دیکھنے لگا۔کبیر نے سمجھتے ہوئے کلیئر کیا کہ۔

"میں اکیلا رہتا ہوں۔فیملی ساتھ نہیں ہے"۔

واثق کو یاد آیا جھومر اچھی خاصی بیوٹی فل لڑکی تھی۔

"کیوں فیملی کے بغیر کیوں رہتے ہو"؟

واثق کا اعتماد قابل دید تھا۔اس اعتماد سے کبیر نے بھی پوچھ لیا کہ۔

"اس دن تم ریسٹورنٹ میں دو گھنٹے سے جھومر کے ساتھ بیٹھے کیا کر رہے تھے۔"

نہ چاہتے ہوئے بھی کبیر شاہ کے لہجے میں کرواہٹ گھل گئی وہ تلخ سا ہو گیا تھا۔واثق نے کچھ سمجھنے کی کوشش کی۔

کچھ تو تھا جو کبیر شاہ ساڑھے چار سال تک یہ بات بھلا نہ سکا تھا.

"مجھے رائمہ اچھی لگنے لگی تھی"۔
وہ آہستہ آہستہ بولنے لگا۔
"میں نے رائمہ کو پرپوز کیا تھا میں نے واثق مراد نے۔"
واثق جذباتی ہو گیا وہ کھل کر رو دیا۔
"میں نے کبیر اپنی سگی بہن کو پروپوز کر دیا اظہار محبت کرنے لگا وہ مجھ میں انٹرسٹڈ نہیں تھی اس نے تاج تائی کو بتا دیا تاج تائی جو میرے باپ کی زیادتی کا نشانہ بنی تھیں
انہوں نے رائمہ کو سچ بتا دیا ظاہر ہے کہ رائمہ اتنا بڑا راز کیسے سینے میں دفن رکھتی اور میرا روز بروز اس پر شادی کرنے کا دباؤ بڑھنے لگا۔بابا سے بات کی انہوں نے کوئی جواب نہ دیا !رائمہ نے دل کا راز جھومر بھابھی کو بھی بتا دیا اور جھومر نے اس کا مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے یہ گہرا راز مجھے بتایا اسی لئے کہ آئندہ زندگی میں بھی کوئی ایسا وقت آ جاتا ہے کبھی بھی دوبارہ اس طرح کی نوعیت ہو جائے۔"
"میں نے اسی دن گھر چھوڑ دیا تھا میں یہاں آ کر بس گیا۔اکیلا ہوں اور اپنے باپ کی کرتوت کی وجہ سے میرے دل کا بوجھ بڑھ جاتا ہے۔"
کبیر کا یہ عالم تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے یعنی کے اگر جھومر چاہتی تو اس راز کو میرے سامنے فاش کر کے اپنی زندگی میرے ساتھ سیدھی کر سکتی تھی۔وہ اپنے آپ کو کلیئر کر سکتی تھی۔
میرے سامنے رائمہ کو بھی لا سکتی تھی۔

اور خدا میں نے اسے کتنا تڑپایا ہے کتنی اذیتیں دی ہیں۔بیسیوں فون کرتا ہوں اس نے کبھی مجھ سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی کیوں کہ اسے میرے سامنے کلیر ہونے کے لئے راز فاش کرنا پڑتا تھا۔

کبیر شاہ تو شرمندگی سے زمین میں گڑ گیا تھا بہت دن تک وہ بہت زیادہ ڈسٹرب رہا۔

****

جھومر بہت دنوں سے کبیر کا فون نہیں آیا۔

"جی اماں ہو گی کوئی مصروفیت"۔

جھومر کبھی بھی دلچسپی نہیں لیتی تھی۔نماز پڑھنے کے بعد قرآن پڑھ کر فارغ ہوئی تھی۔تو کچن میں آ گئی۔

آج ساڑھے چار سال ہو گئے تھے۔وہ کافی پینا چھوڑ گئی تھی۔کافی کے مگ کے ساتھ جڑی بڑی تلخ یادیں تھیں۔جو خواہ مخواہ رنجیدہ کرتی تھی۔اس نے چولہے پر چائے چڑھائی اور سینڈوچ اور پیزا گرم کیا سب چیزیں ٹرے میں رکھی۔جب مڑی تو کسی آہنی دیوار سے جیسے اسے ٹکر ہو گی۔

کبیر شاہ ڈنر سوٹ میں اس کے مقابل کھڑا تھا۔جھومر کی چیخ نکل گئی۔وہ ایک دم ڈر گئی تھی اور اب شرمندہ سی حیران سی کھڑی اسے ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھی۔

وہ سائیڈ سے گزر جانا چاہتی تھی لیکن کبیر شاہ نے اس کی کلائی تھام لی۔اسے لیکر خالہ کے بتائے ہوئے بیڈ روم میں آ گیا۔

"اتنے سالوں بعد ملی ہو۔کیا یوں ملو گی؟"کبیر شاہ کی خوب صورت آواز کا ارتعاش کمرے کی فضا میں پیدا ہوا۔

"کبیر شاہ تم نے ملنے کے لئے کچھ چھوڑا ہے جو میں تمہاری راہوں میں پھول بچھاؤں۔"

جھومر قدر اعتماد سے بولی۔

"تم نے مجھے حقیقت کیوں نہیں بتائی تھی۔"

جھومر نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کچھ حقیقتیں ہم زندہ درگور ہی کر دیں تو اچھا ہوتا ہے کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں ہوتی وہ اور تم اتنے اعتماد سے مجھ سے ملنے چلے آئے پاگل ہو گئے ہو کیا۔تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں تم سے ملوں گی ہاں۔میں وہ وقت وہ گھڑیاں کبھی چاہ کر بھی بھلا نہیں سکتی میری تذلیل میں تم نے کیا کسر چھوڑی تھی تم کیا سمجھتے ہو تم دو حرف کہو گے اور میں بچہ اٹھا کر تمہارے ساتھ چل پڑوں گی آگہی نے آج تمہاری آنکھیں کھول دی اور تم میرے پاس چلے آئے۔"

جھومر کا حق تھا کہ وترختی ہوئی بولتی۔کبیر سب کچھ خاموشی سے سن رہا تھا۔اسے سب کچھ خاموش سے ہی سننا تھا۔

"نوجوانی میں یونیورسٹی کے دور میں تم سے چہلیں کیا کر لیں تم نے میری زندگی عذاب بنا دی جا سکتے ہو تم وہ ہے باہر کا راستہ چند کوڑیوں کے عوض مرد جیتنے والی کے پاس کیا لینے آئے ہو کبیر شاہ۔ جھومر میں تا حیات ماں باپ کی دہلیز پر بیٹھے رہنے کا دم ہے"۔

جھومر اپنے دل کے خلفشاری نکال چکی تو کبیر بولنے لگا۔

جھومر میں نے بہت غلطیاں کی جو مجھے نہیں کرنی چاہیے تھی۔میں نہیں کہتا کہ تم مجھ پر اعتبار کرو مجھے ایک موقع تو اور دے دو۔یونیورسٹی کے دور سے تم نے مجھے اپنا اسیر کیا ہے آج بھی یہ دل تمہارے سحر کا اسیر ہے۔دل میں دھڑکن ہے اور دھڑکن میں تم ہو چاہو تو جھانک سکتی ہو پلیز اس حقیر سے انسان کو بس ایک اور موقع دے کر تو دیکھو۔

جھومر بہت برداشت کر رہی تھی اس کے آنسو باندھ توڑ کر بہنے لگے۔

"تم صدا کے جھوٹے فریبی انسان ہوں وعدہ کیا تھا کہ پہلا بچہ ہونے سے پہلے ہی تم مجھے رخصت کروا کر لے جاؤ گے"۔

"اس سے پہلے ہی کوئی اور افتاد آپڑی تھی وقت ہی نہ مل سکا۔"

"جھومر میں نے بہت سزا کاٹی ہے تم یہاں اپنوں کے بیچ تھی میں تنہائیوں کا سفر کر کے آیا ہوں سکون کے لیے تمہارا کندھا چاہیے بس۔اور قسم سے کبھی تمہیں شرط جیتنے والی بات پر طنز نہیں کروں گا کبھی جو میری توبہ تم پر شک نہیں کروں گا اور تمہیں یہاں سے رخصت کروا کر لے جاؤں گا۔"

"اور کبیر شاہ کبھی ماضی کی تلخ حقیقتیں کسی سے بیان نہ کرنا جو راز جہاں دفن ہے اسے دفن رہنے دینا ورنہ بڑی زندگیاں رل جائیں گی"۔

"یعنی کے میں اوکے سمجھو جو تم مان گئی۔"

اتنے میں منان نے "احمد شاہ" کو کمرے میں بھیج دیا وہ ایک منٹ سے پہلے اپنے بابا کو پہچان گیا میرے بابا میرے بابا کرتا کبیر کی گود میں چڑھ گیا۔کبیر نے چٹاچٹ احمد پر بوسوں کی بوچھاڑ کر دی۔ جھومر نم آنکھوں سے کھڑی باپ بیٹے کو دیکھنے لگی۔

****

تاج کبیر کو اپنے سامنے پا کر غیر ارادی طور پر آب دیدہ ہوگئی۔آخر کار کبیر اس کی اولاد ہے اور انسان کا سرمایہ اس کی اولاد ہی ہوتی ہے۔اور جو جذبہ ماں اور بیٹے کے مابین اللہ نے دیا ہے اس کا کوئی ثانی نہیں تاج نے کبیر کو سینے سے لگایا۔وہ بہت روئیں۔

"مما پلیز مت روئیں میں آپ کے پاس آ گیا ہوں۔"

کبیر مغموم ہوتے ہوئے بولا۔

"کبیر چار سال ہم نے تمہارے بغیر کیسے گزارے ہیں بیٹا تم سوچ بھی نہیں سکتے۔تم نے ایک ماں کا امتحان لیا ہے کبیر چپ چاپ کہاں چلے گئے تھے۔"

تاج بہت ہاری ہوئی سی لگی۔کبیر نے ان کے ہاتھ تھام لئے۔

"مما ہمیشہ آپ کے پاس ہی رہوں گا کہیں نہیں جاؤں گا وقت نے مجھے بہت خاک چھنوالی ہے اب اور نہیں۔"

"تم تو جھومر سے محبت کرنے لگے تھے پھر اس کو چھوڑ کر کیوں چلے گئے۔"

تاج نے بڑی نرمی سے پوچھا۔

"جھومر آپ کو پسند جو نہیں تھی"۔

کبیر نے لاڈ سے کہا۔

"بنو مت تم اور ہمارے لئے جھومر کو چھوڑ دو ہم مان ہی نہیں سکتے وجہ کچھ اور ہو سکتی ہے"۔

"نہیں بس صرف اب میں آپ کا بیٹا بن کر رہوں گا۔"

"کیا مطلب ہے جھومر کو نہیں لاؤ گے۔"

تاج نے حیران ہو کر پوچھا۔

آپ چاہیں گی تو پھر آئے گی ورنہ نہیں۔

کبیر نے ہوا میں تیر چلایا شاید کارگر ہو جائے۔

"کبیر ہم جھومر کو لے کر آئیں گے وہ تمہاری دلہن ہے اور ایک پیارا سا گول مٹول بیٹا بھی ہے تمہارا۔"

تاج اپنے تئیں اسے پیار سے منانے لگیں۔

"تو پھر وہ دلہن بن کر دلاویز کی طرح رخصت ہو کر آئے گئ"۔

"تمھیں رخصتی کی پڑی ہے بیٹے کا سن کر خوش نہیں ہوئے"۔

"سب سے پہلے مجھے بیٹے سے ہی مل کر آ رہا ہوں"۔

وہ نروٹھے انداز میں بولا۔

"ہوں تب ہی ہم کہیں کہ تم چونکے کیوں نہیں"۔

کبیر ساڑھے چار سال سے ویڈیو کال پر بیٹے سے باتیں کرتا رہا تھا یہ بات تاج کے علم میں نہیں تھی کبیر بتانا بھی نہیں چاہتا تھا۔

تاج سوچوں کے بھنور میں کھونے لگی۔

"مما بتائیں جھومر کو کیسے لانا ہے"۔

"کبیر تم جیسے چاہو گے ہم جھومر کو ویسے ہی لے آئیں گے ہمارا بیٹا اتنے سالوں بعد گھر آیا ہے ہماری ترستی بے چین روح کو قرار آیا ہے۔ہماری آنکھوں نے اپنے بیٹے کو دیکھا ہے۔جدائی تکلیف دہ ہوتی ہے اور ہم نے یہ تکلیف سہی ہے۔"

تاج کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگی اولاد کی جدائی سہہ کر وہ قدرے نرم ہو گئی تھی کیونکہ اولاد اپنی تھی اور میراں کسی اور کی اولاد تھی جسے سالہا سال والدین کی شفقت سے پرے رکھا لیکن ماں تو ماں ہوتی ہے۔تاج اور میراں کی ماں چپکے چپکے میراں سے ملتی رہتی۔میراں کو کبھی اکیلے ہونے کا احساس نہیں ہونے دیتی تھی۔جب تاج کی بے وجہ ضد تھی اور کچھ نہیں۔

کبیر شاہ نے جھومر اور اپنے بیٹے کے لیے تیاریاں شروع کر دیں۔اسد شاہ کا پاؤں زمین پر نہ ٹکتا تھا۔ گھر میں ایک رونق کا سماں تھا زرتار محل میں سنجیدگی کا بنا ہالہ ٹوٹنے لگا اور رونقوں نے راہ بنانی شروع کر دی۔

ننھا ارسم اور شائینہ کبیر کو بے حد پیارے لگے۔شمشیر اور دلاویز کے بچے بے حد پیارے تھے۔اور ان کی معصوم باتیں۔کبیر کی تو خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔سب اس لئے بھی خوش تھے کہ تاج نے اپنے رویے میں تھوڑی نرمی پیدا کی تھی۔خوشیاں بزرگوں کے اچھے رویے کی مرہون منت ہوتی ہیں۔اگر بڑے اپنے رویوں میں لچک پیدا کریں تو گھر امن اور خوشیوں کے گھوارے بن جاتے ہیں۔

******

جھومر نے بال بال موتی پروئے تھے جب بیوٹیشن اس کی خوبصورت آنکھوں میں مسکارا لگا رہی تھی۔ تو جھومر سوچ رہی تھی کہ دولت مند باپ کی بیٹی ہو یا غریب باپ کی اسے اپنی ذات کی نفی کرنی ہی

پڑتی ہے۔ آج وہ اپنی ذات کی نفی کر کے اپنے احمد کی خاطر اور اپنی محبت کی خاطر والدین کے گھر سے رخصت ہو رہی تھی۔ اس حقیقت کے باوجود کہ کبیر نے تمانچوں اور ٹھکروں سے اسے بے حال کر دیا تھا۔ اس کی ایک بات نہ سنی تھی ساڑھے چار سال اس سے نفرت کرتے گزار کر آیا تھا۔ آج وہ کہتا تھا کہ جھومر تم میرے لیے ٹھنڈی چھاؤں جیسا شجر ہو پلیز لوٹ آؤ۔

میں کتنی موم جیسی ثابت ہوئی ہوں۔ کبیر کی محبت میں پگھلنے لگی ہوں۔ عورت کی حقیقت اتنی آسان ہے۔ بس چند لفظوں کی متلاشی ہوتی ہے۔ تین فقروں میں زندگی بھر کے لئے باندی بن جاتی ہے۔ مرد کی بے وفائی کا جواب سنگھار کر کے ادا کرتی ہے۔ اس تلخ سی حقیقت پر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"میم پلیز روئیں نہیں میک اپ خراب ہو جائے گا۔"

جھومر نے اپنے جذبات پر کنٹرول کیا۔

ننھا احمد گود میں اٹھائے کبیر دولہا بنا برائڈل روم میں آیا۔ جھومر کو دیکھ کر مبہوت سا رہ گیا لیکن جھومر مگن سی نظر آئی۔

اینٹرنس کا وقت ہو گیا تھا۔ دونوں کو احمد کے ساتھ چلتے ہوئے سٹیج پر جانا تھا۔ دلآ ویز رہداری عبور کرتے ہوئے۔ جھومر کی آنکھوں کے کونے صاف کر رہی تھی وہ اس کے جذبات سمجھ سکتی تھی۔

تاج نے جھومر کو کئی قیمتی سیٹ گفٹ کیے اس کا ماتھا چوما تو جھومر کو اپنے جذبات کو کنٹرول کرنے مشکل ہونے لگے اس کے اندر عجیب مدوجزر سی کیفیت چل رہی تھی۔ کبیر کی بے فکر مسکراہٹ بھی رک گئی۔ جھومر بے حد افسردہ تھی۔

وہ سمجھ سکتا تھا ایک غلط فہمی نے ان دونوں کے قیمتی پانچ سال ضائع کیے تھے۔ کبیر کی جلد بازی اور اس کی جذباتی عادت نے اسے کتنا نقصان پہنچایا تھا بس نہیں چل رہا تھا کہاں سے خوشیاں لا کر جھومر کا دامن بھر دے۔

جب زرتار محل میں جھومر نے پاؤں رکھا تو اسے ونی بنا کر لایا گیا تھا۔ گاڑی میں سے کبیر نے ظالموں کی طرح سے اسے باہر نکالا تھا۔ اور آج سب اس کے لیے اپنے ہاتھ وا کیئے کھڑے تھے۔ رائمہ دلآویز کبیر اور ننھے منھے ارسم شائینہ چھوٹے چھوٹے فرشتے اس کے گرد کھڑے تھے۔

جھومر سوچنے لگی کہ کبھی بھی ان ننھے منھے کو فرشتوں کو ٹوٹنے بکھرنے نہیں دے گی۔ آج وہ جس مقام پر کھڑی تھی اور جس قدر اپنی ذات سے لڑ رہی تھی اس قدر تنہا اور اکیلا اپنے بچوں کو کبھی نہیں ہونے دے گی۔ نہ تو انا کے بھینٹ چڑھنے گی اور نہ ہی اب آنے والی نسل کو انا کی بھینٹ چڑھنے دے گی۔

جھومر نے بے ساختہ اُمڈنے والے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے۔ دل بڑا کر کے تاج خالہ کو دیکھا انہوں نے جھومر کے لئے اپنے بازو وا کیے ہوئے تھے۔ جھومر ان کے بازوؤں میں سما گئی۔ اسے اپنی نسل کی بقا کے لیے جینا تھا۔ بس اس کے ذہن میں ایسی ہی باتیں تھیں۔ ڈھولک مہندی رسمیں سب نا جانے کہاں رہ گئی تھی یاد تھا تو بس آنے والا کل یاد تھا۔

تاج کو جھومر اور کبیر کی جدائی کا احساس تھا لیکن دل میں۔ایک پھانس تھا کہ بھلا وجہ کیا تھی۔جس سے تاج لا علم تھی۔

"چلیں مما اندر چلتے ہیں دلاویز رسمیں شروع کرو"۔

شمشیر پرجوش ہو کر بولا۔

تاج نے سب کو اندر چلنے کو کہا اور جھومر کو سب رسمیں عجیب اور بے وقت محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن یہ سب ہونا تھا اس لیے اسے کمپرومائز کرنا ہی تھا۔اس کی آنکھوں کی اداسی اس کی پھیکی مسکراہٹ کبیر کی روح کو اندر تک زخمی کر رہی تھی۔

جھومر کی اولین خواہش تھی رخصتی کی لیکن آج اس موقعے پر جیسے وہ یہاں موجود نہیں تھی۔

کبیر شاہ نے جھومر کو کھیر کھلائی۔دونوں کو آئینہ دکھایا گیا۔شمشیر نے جھومر کا گھٹنا پکڑا تو وہ سمٹ کر بیٹھ گی۔

"ارے بھابھی ہو میری گھٹنا پکڑائی کی رسم کرو"۔

"اچھا گھٹنا پکڑائی کے کتنے چارجز ہیں"۔

جھومر بولی۔

"چارجز تو کافی ہیں کیونکہ رسم کو ہوتے ہوئے پانچ سال لیٹ ہو گی ہے۔تو آپ دیکھ لیں کے کتنے چارجز ہو سکتے ہیں۔"

"آپ گھٹنا چھوڑیں میں چیک لکھ دوں گی"۔

"نہیں نہیں جھومر یہ زیادتی ہے کیش دو ہاں۔"

دلاویز بولی۔

"کیش میرے پاس ابھی نہیں ہے"۔

جھومر مسکراتے ہوئے بولی۔شمشیر کو تنگ کرنے کا اس کو بھی مزہ آنے لگا تھا۔شمشیر روٹھی روٹھی نگاہوں سے جھومر کو دیکھنے لگا۔جھومر نے ہنستے ہوئے پچاس ہزار کا لفافہ شمشیر کو پکڑیا۔

دلاویز گھر آتی جاتی رہتی تھی اس لیے اور جھومر کی ہم شکل ہونے کی وجہ سے احمد اس کے ساتھ اٹیچ ہوگیا تھا۔وہ بچوں کو لے کر بےبی بیڈ روم میں آگئی۔

آج ہم اکٹھے سوئیں گے ایک بیڈروم میں۔

تینوں بچوں نے یک مشت کہا۔دلاویز مسکرائی۔تینوں کے لئے نائٹ ڈریس نکالے وہ بچوں کے ساتھ بزی ہوگئی۔

****

پانچ سال بعد وہ دوبارہ اپنے کمرے میں آئی۔سب کچھ جوں کا توں تھا۔ایک چیز کی بھی ردوبدل نہیں ہوئی تھی۔لیکن آج گلاب کے تازہ پھولوں سے اسکے کمرے کو آراستہ کیا گیا تھا۔پھولوں کی مسحور کن خوشبو نے ذہن پر اچھا اثر ڈالا۔وہ بیڈ پر یوں بیٹھی جیسے بہت میلوں کی مسافت طے کر کے آئی ہو۔ کبیر نے اسے بےحد قیمتی گفٹ دیا۔جو اس نے ہلکی مسکراہٹ سمیت قبول کیا۔

"جھومر مجھے وہ پہلے والی جھومر چاہیے۔پلیز اتنی پرائی کیوں لگ رہی ہو۔"

جھومر کچھ دیر بعد بولی۔

"ہاں کبیر شاہ ایک میں ہوں جو کب سے تمہاری ہوں لیکن مجھے لگتا ہے میں ایک اور بھی ہوں جو صرف میں خود کے ساتھ ہوں اپنی ذات کے خول میں بند۔"

کبیر نے جھومر کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"میں تمہارا گناہ گار ہوں۔مجھے معاف کر دو۔تم بہت پیاری بہت معصوم ہو میں نے بہت سی غلطیاں کی ہیں۔میں ہر غلطی کی تلافی کروں گا۔"

"کبیر شاہ میں پہلے بھی تمہاری تھی آج بھی تمہاری ہوں میری زندگی منزل تم تھے تمہی ہو مجھے کچھ نہیں چاہیے۔محبت تو خود بخود ہو جاتی ہے۔"

وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔کبیر بے حد نادم تھا۔فرط جذبات سے جھومر کو سینے سے لگا لیا۔وہ کچھ بھی کہنا نہیں چاہتا گزرتے وقت کے ساتھ اسے اعتماد دینا چاہتا تھا۔

دل کی دھڑکنوں کی مالک تو وہ علیحدہ سے جو خود تھی اس خودی کو بھی اپنا بنانا تھا۔اسے اس کی ذات کے خول سے نکال کر خود کی روح میں تحلیل کرنا تھا۔وہ لفظوں سے تعلق نہیں بنانا چاہتا تھا اس سے روح کا رشتہ بنانا چاہتا تھا۔جیسے دل دھڑکن اور تم ہو تیسرا کوئی نہ ہو۔

****

دن بے حد رنگین ہوگئے تھے۔زرتار محل میں خوشیاں ہی خوشیاں اتری ہوئیں تھی۔ایسے میں ایک شام میراں اور زیب عالم شگن کی مٹھائی کے ٹوکروں سمیت زرتار محل کو رونق بخشنے آگئے۔تاج نے انھیں سر ماتھے پر بٹھایا۔آخر کار وہ تھیں تو تاج ہی نہ۔اسد شاہ کچھ سمجھنے کچھ نہ سمجھنے کا سا انداز لیے بیٹھے تھے۔

جب میراں نے تاج کے آگے رائمہ کے لیے دامن پھیلا دیا۔چند ثانئے ڈرائنگ روم میں خاموشی چھائی رہی۔اور پھر اسد شاہ نے کہا بھئی تاج سب کا منہ میٹھا کراوئیں۔یہ تو خوشی کی بات ہے رشتے مزید گہرے رشتوں کے بندھن میں بندھ رہے تھے۔جس کا سہرا جھومر کک سر جاتا تھا۔

تاج ہمیشہ رائمہ کو دیکھ کر سلگتی بھی تھی اور بیٹی ہونے کے ناتے اس کی عزت کے لیے دعا بھی کرتی تھی آج عزت آبرو سے اپنے گھر کی ہونے والی تھی۔تو یہی تو اس کی سزا بن گئ تھی۔راتوں کو دبے قدموں اپنی بیٹی کے کمرے کا محاصرہ کرتی۔اپنی عزت کو لے کر پہروں روتی اور پھر جلاپا نکالتی کہ نہ اسد شاہ سے شادی ہوتی اور نہ وہ مراد شاہ جیسے بھیڑیے کا نشانہ بنتی۔لیکن آج سرنگوں ہو گی تھی۔

تمام جلاپے دل سے نکل گے تھے۔زیب عالم سے نظریں ملانے سے بھی کترا رہی تھی۔

سب کو ڈرائنگ روم میں گفتگو میں مصروف چھوڑ کر تاج میراں کو لیکر کہیں چلی گئ تھی۔میراں اسکا مطلب قطعی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔تاج کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھری تھی۔

"میراں ہم بہت گناہ گار ہیں ہم نے تمہارے ساتھ اچھا نہیں کیا ہم اتنے ظالم ہوگئے ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ہم۔۔۔۔ہم نے نوارں مائی کے ذریعے تمہاری بیٹی اغواہ کراوئی۔ہم نے اس بچی پر بہت ظلم ڈھائے مگر میرے اللہ کی شان تو دیکھو انجانے میں ہماری بہو بن گئ۔تاج نے ایک ہچکی لی۔"تم قدرت کا حساب کتاب تو دیکھو کسی بھی طرح سے سہی جھومر بھی ہماری بہو ٹھہری۔

"اور رائمہ آپ کی بہو بنگئ۔"

تاج نے ہاتھ جوڑ کر اس سے معافی مانگی۔تو میراں نے اپنی ہمت مجمع کی اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا۔

" تاج تم ایسے مت کہو میرے دل میں کبھی بھی تمہارے لیے میل نہیں آیا تھا۔تم میری ماں جائی ہو میری بہن ہو۔جو مقام سچ کا تھا آج تم اسی مقام پر کھڑی ہو۔بس یہ سمجھ لو کہ سب نصیبوں کے کھیل ہیں"۔

"جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں یہ ہمارا تمہارا کام نہیں ہے۔پھر بھی تم ہمیں معاف کر دو۔ہم نے تمہیں سچے دل سے معاف کر دیا۔"

میراں نے تاج کا لب و لہجہ اپنا کر کہا تو وہ اور تاج یک دم ہنس پڑیں۔

"جھومر یہ سب کیا ہے۔"

دلاویز نے سرگوشی کی

"پانچ سال پرانا معاملہ ہے جو آج سر انجام پانے لگا ہے۔"

جھومر بے دلاویز کو بتایا۔

"رائمہ نے تو کبھی بھنک پڑنے نہیں دی۔"

اب کے جھومر بولی۔

"منان نے بھنک پڑنے دی؟"

"نہیں بالکلم بھی نہیں"۔

"چلو مٹھائی کھاؤ اور سب کو کھلاو۔"

جھومر مسکراتے ہوئے بولی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم شد